داستان چہل زبیر

داستان چلو زیبہ

داستان چل وزیر

ترکی زبان کی مشہور قصّہ "قرق وزیر تاریخی"

مُصنّفہ شیخ زادہ کو (ای۔ جے۔ ڈبلیو گِب صاحب)

کے انگریزی ترجمہ سے اردو میں

ترجمہ کیا گیا

بحُسنِ سعی کارپردازان کارخانہ

پیسہ اخبار لاہور نے

دوسری مرتبہ سنہ ۱۹۰۹ء میں

اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں باہتمام بابو نظام الدین پرنٹر کے چھپا

تا جتنا ہے۔ مگر ذرا مختصر ہے۔ بیلی ٹیٹ کی جلد مدون سے بڑی ہے مگر بڑی بے پروائی سے چھاپی گئی ہے۔ اور چھاپے کی غلطیاں متروک الفاظ کیساتھ ملکر بے لطفی پیدا کر دیتی ہیں۔ ان مطبوعہ کتابوں میں جن میں برداز کالورسٹن کے کتب خانہ کے قلمی نسخہ کا ترجمہ بھی شامل ہے۔ سوائے جزوی اختلاف مثلاً شہروں کے نام۔ لوگوں کے پیشہ وغیرہ بڑا فرق یہ ہے کہ انتخاب قصہ جات میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ [illegible] کیطرح چہل وزیر بھی کچھ مقررہ کچھ غیر مقررہ کہانیوں کا مجموعہ ہے۔ اور کتابی حیثیت سے کسی خاص نام کی مستحق نہیں ہے۔ اس لحاظ سے کل کہانیوں کی تعداد اسّی ہونی چاہیئے۔ (ایک ایک کہانی ہر ایک وزیر کے لئے اور ایک ایک کہانی اس کی تائید یا تردید میں خاتون کی۔ لیکن جتنے نسخے میری نظر سے گذرے ہیں۔ سوائے قسطنطنیہ کے نسخہ کے کسی میں یہ تعداد نہیں پائی جاتی۔ بیلی ٹیٹ کی ایڈیشن تو خلاصہ کے طور پر ہے۔ اور اس میں صرف نصف کہانیاں درج ہیں۔ انڈیا آفس کے نسخہ میں چار اور ڈریسڈن کے نسخہ میں دو کہانیاں بلا کسی معقول وجہ کے چھوڑ دی گئی ہیں ان چار جلدوں میں کل ایک سو دس مختلف کہانیاں [illegible] کے سوا سب کا ترجمہ کیا ہے۔ اور یہ تین کہانیاں بھی بوجہ مستزاد سمجھکر چھوڑ دی ہیں۔ اور جو کہانیاں قسطنطنیہ کے نسخہ میں (جو میرے ترجمہ کا اصل نسخہ ہے) نہیں آئی۔ ہم نے انہیں ضمیمہ کے طور پر لکھدیا ہے۔ مگر اس کتاب کے دیباچے جس میں سلطان مصطفیٰ کا نام آتا ہے۔ یعنی بیلی ٹیٹ کی عبارت ڈیڈیکشن دناموگی) نقل کیگئی ہیں۔ اور اپنی طرف سے صرف اس قدر ایزاد کیا ہے۔ کہ اس میں یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ یہ عربی سے ترجمہ کیگئی ہے۔ اور نہ شیخ زادہ یا کسی اور مصنف کا کچھ ذکر ہے۔ چونکہ وہ کہانیاں جو سب کتابوں میں موجود ہیں۔ مگر ترتیب بالکل مختلف ہے۔ اور صرف پہلے وزیر کی کہانی یا بیگم کی مصری

کہانی لکھدینا کافی ہے۔ میں نے التزام کیا ہے۔ کہ فہرست مضامین میں ہر کہانی کا مختصر عنوان بھی لکھدیا ہے۔ تاکہ سہولت ہو جائے۔ اور اس طرح ضمیمہ (ج) کے نقشہ سے سرسری نظر میں صرف یہی معلوم نہیں ہوتا کہ کون کون سی کہانی کس نسخہ میں ہے۔ بلکہ ان کی ترتیب معاً معلوم ہو جاتی ہے۔

تاریخ چہل وزرا کا ایک غیر مکمل ترجمہ (جو پیٹیس ڈی لاکروش فرانسیسی عالم علوم شرقی نے جس کا ۱۷۱۳ء میں انتقال ہو گیا تھا) مطبوعہ ۱۷۲۲ء مصنف کے کاغذات میں ملا۔ اس نسخہ میں جو سب سے پہلے یورپین علما کی نظر سے گزرا مضمون ڈیڈکشن اوز سلطان محمود کی ابتدائی کہانی نہیں ہے۔ صرف دیباچہ اور انیس کہانیاں ہیں۔ یہی انیس کہانیاں "قسطنطنیہ کے نسخہ" میں بھی موجود ہیں۔ مگر ڈی لاکروش نے اکثر جگہ اس قدر تغیر و تبدل کر دیا ہے۔ کہ کسی موقعہ پر اس سے بحث کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

ترجمہ کی حیثیت سے یہ فرانسیسی ترجمہ میرے خیال میں ترکی زبان سے ایسی ہی ایمانداری کیساتھ کیا گیا ہے۔ جیسے عربی الف لیلیٰ کا مسٹر گیلنڈ کا ترجمہ مشہور ہے۔ غرض ترکی قصہ جات کا ترجمہ مطبوعہ ۱۸۰۹ء جس کا ذکر مسٹر ڈنلوپ نے اپنی تاریخ فکشن (قسانوں کی تاریخ) میں کیا ہے۔ ہماری زبان میں چہل وزرا کا واحد پہلا ترجمہ ہے۔ بدقسمتی سے ڈی لاکروش نے اپنی کتاب میں ڈیڈکشن کی عبارت کا ترجمہ نہیں کیا ہے۔ لیکن مترجم موصوف کے قول کے موافق یہ کتاب شیخ زادہ اتالیق مراد ثانی کی لکھی ہوئی ہے۔ اور کتاب کا نام بھی اربعین، صباحین ومساء" ہی پایا جاتا ہے۔ اور اس کتاب میں بیلی ٹیٹ کے مطبوعہ نسخہ سے جس کا اب ترجمہ ہو گیا ہے۔ زیادہ فرق نہیں پایا جاتا۔

ڈاکٹر برنور کے ترجمہ کا میں پہلے ہی ذکر کر چکا ہوں۔ اور صرف اس قدر لکھنا کافی ہے۔ کہ وہ نہایت قابلیت سے لکھا گیا ہے۔ اور جو کچھ لکھا ہے۔ اس میں کسی ایزادی کی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن چونکہ وہ ڈورسڈن کے قلمی نسخہ

جرمنی زبان میں ترجمہ ہے۔ اس میں منجملہ ایک سو دس کہانیوں کے ویں سے نے کتاب ہذا میں مختلف نسخوں سے چھانٹ کر لکھی ہیں۔ اس میں صرف اکھتر کہانیاں ہیں۔ تاریخ چہل وزرا کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ایک بادشاہ اپنی کینہ توز اور پُرفن بیگم کے دام تزویر میں پھنس کر اپنے بیگناہ بیٹے کو قتل کرنیکا حکم دیتا ہے۔ اور اس کے لائق مشیر روزانہ تریا چلتر کی مثالیں دے دیکر بادشاہ کو اس خون ناحق سے باز رکھتے ہیں۔ رات کو حرّاف ملکہ مشیروں کی تردید میں کہانی سنا کر پھر بادشاہ کے خیال کو بدل دیتی تھی۔ غرض بیست ولعل میں چالیس روز گزرنے پر ملکہ کی شرارت ظاہر ہو جاتی ہے۔

مسٹر ڈبلیو اے کلوسٹن نے یہی کیفیت اپنی کتاب موسوم بہ سندباد کے دیباچہ میں لکھی ہے۔ جو قدیم زمانہ سے آج تک تقریباً تمام ممالک میں مقبول عام کتب قصص میں شمار ہوتی ہے۔ اس وقت تک جو کچھ تحقیق ہوا ہے کتاب سندباد نہایت قدیم زمانہ میں ہندوستان میں لکھی گئی۔ اور ھٹی صدی عیسوی میں ایران پہنچی۔ وہاں سے تمام مغربی ممالک میں ھیل گئی۔ چنانچہ اسٹریا کی "سیریک سندبان" یونان کی "گریک سنٹی پاش" الی کی "بیریو سندا باد"۔ ایران کی "سندباد" فرانس کے دو لوپے قصص انگریزی "سیون وائز ماسٹرز" اور بہت سی جلدیں شاہد ہیں۔ لیکن ان سب میں وزرائے ھے۔ اساتذہ وغیرہ بادشاہ کے مشیروں کی تعداد سات ہی لکھی ہے۔ ور جہانتک ہمیں علم ہے۔ صرف ترکی ترجمہ میں چالیس مشیر ظاہر کئے گئے ہیں یونکہ اگر اصلی عربی کتاب کا جس سے عثمانی مصنف ترجمہ کرنا ظاہر کرتے ہیں وئی نسخہ ملنا ممکن ہے تو افسوس ہے کہ یورپین علماء کو اس کے بہم پہنچانے یں اس وقت تک کامیابی نہیں ہوئی ہے۔

ان ایک سو دس کہانیوں میں سے جو میں نے جمع کی ہیں بعض اعلےٰ قابلیت کا نمونہ ہیں۔ بعض قدرے قلیل۔ مگر بہت سی کہانیاں بالکل بے موقعہ لکھی

گئی ہیں۔ اور چند کہانیاں ایسی بھی ہیں۔ جو ایک کتاب میں وزیر سے منسوب کی گئی ہیں۔ تو دوسرے میں ملکہ سے غالباً اُن کہانیوں میں ایک کہانی بھی نئی نہیں ہے۔ اور بہت سی کہانیاں تھوڑے بہت اختلاف سے ہماری نظر سے گزر چکی ہیں۔ اور قصے کہانیوں کی کتابیں دیکھنے والا اس طرح کی بہت سی حکائتیں خود بیان کر سکتا ہے۔ میں نے بحیثیت مترجم کے ان کہانیوں کا پتہ لگانیکی کوشش نہیں کی ہے۔ کیونکہ اس کی تکمیل کے لئے مجھے مشہور اور عام پسند کتب قصہ جات کے مطالعہ اور پوری واقفیت حاصل کرنیکی ضرورت تھی۔ اور میری موجودہ معلومات کافی نہ ہو سکتی تھیں۔ پس عافیت اسی میں دیکھی۔ کہ یہ کام ان لائق محققین کے سپرد کر دوں۔ جو دنیا بھر کے مشہور قصے کہانیوں کی اصلیت دریافت کرنے کے درپے ہیں۔ اور صرف ان چند کتابوں کے نام بتانے پر جن میں بالکل ایسی کہانیاں میری نظر سے گذری ہیں۔ اکتفا کرتا ہوں۔ یعنی* الف لیلی (۳)۔ سندباد (۷)۔ تالمود (۸)۔ پوگیو (۹)۔ بیتال پچیسی (۱۷)۔ ریبی لائش (۱۸)۔ کوئیس ڈیوئس (۲۲)۔ سفر نامہ سندباد جہازی (۲۵) ایک حصہ سٹراپیرولا (۲۰)۔ فیبلیو ڈی ٹرائس لارنس مصنفہ جان (۲۴) ڈی بوس۔ بہار دانش (۲۷)۔ بختیار نامہ (۲۸)۔ انوار سہیلی (۹۳-۹۴)۔ گلستان (۱۰۲) وغیرہ وغیرہ۔

ان کہانیوں میں سے بعض ابتک حدود ترکی میں زبان زد عوام ہیں۔ مثلاً تین لڑکوں کی کہانی جنہوں نے اپنے والد کی رمزیہ نصیحت کو الٹا سمجھا تھا۔ مسٹر بارکر (جو مدت تک حلب برٹش کونسل رہے) کی سرگزشت میں درج ہیں۔ اور دونوں میں بہت کم فرق ہے۔ لیکن ان میں ترکی رنگ ذرا نہیں پایا جاتا۔ اور بہت سے واقعات ایسے ہیں۔ جن کا ترکی سوسائٹی سے مطابق ہونا محال ہے۔ اسی طرح چہل وزرا بھی مشرقی مغربی ہندو مسلم۔ نصاریٰ کے خیالات کا مجموعہ ہے۔ جو طبقہ نسواں پر سخت طعنہ زنی کرتا ہے۔ وسطی زمانہ میں ہر جگہ عورتوں کے خلاف

قصّے کہانیاں مشہور تھیں اور غالباً اس میں یورپ نے ایشیا سے زیادہ حصّہ لیا ہے۔ ہم سب جانتے ہیں۔ کہ ہکن کلرک اکسفورڈ اور وائف آف باتھ کے پانچویں خاوند نے اپنی کہانیوں کی کتاب میں بیویوں کی شرارتیں کس زور شور سے لکھی ہیں۔ اسی طرح قدیمی فرانسیسی سے قصہ جات کی کتابوں میں ناقص العقل طبقہ کے مکروفریب کی بابت بہت کچھ لکھا ہے۔ اس لئے ناظرین یہ نہ سمجھیں۔ کہ عورتوں کی نسبت مغربی مذاق مشرقی مذاق سے مختلف ہے۔ ہاں فی زمانہ مغرب میں عورتوں کی نسبت خیالات اچھے ہو گئے ہیں۔ مگر اُس زمانہ کی تمام کتابوں میں آپ مغرب کی بدظنی ایشیا سے بڑھی ہوئی پائینگے۔ مندرجہ ذیل بہت سی کہانیاں زیادہ تر تاریک زمانہ کے ہونے کی وجہ سے موجودہ مذاق کے سراسر خلاف ہیں۔ مگر میں نے چند متروک محاورات اور تین مکمل کہانیوں کے سوائے جن کے انطباع کی موجودہ زمانہ کی تہذیب نے اجازت نہیں دی۔ کچھ نہیں چھوڑا ہے۔ اور بعض مشکل کہانیوں یا فقرات کو رومن حروف میں لکھا ہے۔ ہر سہ مذکورہ بالا کہانیوں کے ہم مضمون قصّے۔ بہت سے قصّے کہانیوں کی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں۔ اور ان کا نمونہ مجموعہ ہذا کی ایک دو کہانیوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ مزید برآں اس قسم کی تحریر موجودہ عثمانی دنیا کو ایسا ہی برافروختہ کر سکتی ہے۔ جیسا کہ انگریزی تہذیب کے دلدادگان کو۔ اب مجھے اتنا اور کہنا ہے۔ کہ حتی الامکان میں نے لفظی ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اصل کتاب کا دقیانوسی رنگ دکھلانے کے لئے وہ سیدھا سادہ ڈھنگ اختیار کیا ہے۔ جو نہائت موزون ہے۔ باوجودیکہ اصل کتاب میں جیسا کہ مصنف اپنی ڈیڈیکشن کی عبارت میں (جو کتاب بھر میں پر زور انشا پردازی کا نمونہ ہے) لکھتا ہے کہ یہ کتاب انشا پردازی کی رنگ آمیزی اور مقفیٰ عبارت سے ہے۔ قدیم زمانہ کے عثمانی مصنفین

کی روش کے خلاف بہت کم کام لیا گیا ہے۔

ای۔ جے۔ ڈبلیو۔ جی۔ اپریل ۱۸۸۶ء

مضمون بالا لکھنے کے بعد میں نے مسٹر کوریچ سے "چہل وزرا" کے دو قلمی نسخے خریدے۔ ان میں سے ایک جو سنہ ۱۰۱۰ھ ہجری مطابق سنہ ۱۶۰۱ء کی تصنیف ہے۔ کوئی نئی کہانی درج نہیں ہے۔ لیکن دوسرے نسخہ میں جس کا سنہ تحریر لکھا ہوا نہیں ہے۔ دو نئی کہانیاں دیکھی گئیں۔ جو ترجمہ کر کے ضمیمہ میں چھاپ دی گئی ہیں۔ اور اس طرح جلد ہذا میں کہانیوں کی تعداد ایک ۱۱۲ سو بارہ ہو گئی ہے۔

افسوس ہے کہ دونوں نسخوں میں شروع کے کچھ اوراق ندارد ہیں۔ اور ایک نسخہ میں شروع کی کہانی سلطان محمود کی ہے۔ اور دوسرا ملکہ کی دوسری کہانی سے شروع ہوتا ہے۔ ان ایک سو بارہ کہانیوں میں سے اڑتیس کہانیاں تو پانچوں نسخوں میں جو میری نظر سے گذرے ہیں۔ موجود ہیں۔ (یعنی قسطنطنیہ کا نسخہ۔ اور نسخہ انڈیا اوفس۔ برنور کے ترجمہ نسخہ ڈریسڈن اور دو کوریچ کے مذکورہ بالا نسخے) دو نئی کہانیاں قسطنطنیہ کے نسخہ میں اور دو کوریچ کے دوسرے نسخہ میں +

فہرست مضامین

ڈیڈیکیشن (نذر) بحضور سلطان مراد ثانی ....

قصہ سلطان محمود ....

خلاصہ ....

دیباچہ ....

اول وزیر کی کہانی شیخ شہاب الدین کا شاہ مصر کو دم بھر میں سات سال کی سرگردانی کا تجربہ کر لینے کے پیغمبر آخر الزمان کی معراج کا قائل کر دینا۔ بادشاہ کا شیخ کو حالت ناپاکی میں قتل کرانا .... صفحہ ۴۰

ملکہ کی پہلی کہانی (۲) ایک بادشاہ کا اپنے لڑکے کو اچھا [illegible] دیکر بادشاہ کا شاہزادہ کو لا [illegible] کر [illegible] مؤخر الذکر شاہزادہ کا اپنے باپ کو قتل کرنا اور تخت پر بیٹھتے ہی ظلم و ستم پر کمر باندھنا رعایا کا تنگ آکر اول الذکر بادشاہ کے شاہزادہ کو قتل [illegible] خود تخت حاصل کرنا .... صفحہ ۵۴

دوسرے وزیر کی کہانی (۳) ایک خواجہ کے طوطے کا اس کی بیوی کی بد چلنی کی چغلی کھانا خاوند کے ناراضگی ظاہر کرنے پر بیوی کا تریا چلتر کھیل کر طوطے کا اعتبار کھو دینا .... صفحہ ۲۰

ملکہ کی دوسری کہانی (۴) ایک بیمار شاہزادہ کی والدہ [illegible] ایک حکیم کا یہ معلوم کرنا کہ شاہزادہ [illegible] اصل ایک ترک کے نطفہ سے ہے۔ اور اس قوم کے مزاج کے موافق [illegible]

کر کے شاہزادہ کو تندرست کرنا۔ ۶۳

تیسرے وزیر کی کہانی

(۵) ایک معمر بادشاہ کا اپنا آخر وقت صفحہ
قریب دیکھ کے اپنے تینوں شاہزادوں کی 〃
قابلیت جانچنے کے لئے تین تین دن کے لئے ہر ایک کو تخت نشین 〃
کرنا۔ اور رعایا کا سب سے چھوٹے شاہزادہ کو بادشاہت کے لئے پسند 〃
کرنا۔ سن رسیدہ بادشاہ کا مرنے سے پہلے مراسم تجہیز و تکفین ادا 〃
کرنا۔ ۶۹

ملکہ کی تیسری کہانی

(۶) ایک زبردست بادشاہ کا اپنے کمزور صفحہ
دشمن پر پانچ مرتبہ حملہ آور ہونا اور شکست پانا 〃
آخر کمزور بادشاہ کا جو اپنے وزیر خوش تدبیر کے کہنے پر چلتا تھا اپنے 〃
قوی دشمن کو ہلاک کر کے دوسری سلطنت حاصل کرنا۔ ۸۵

چوتھے وزیر کی کہانی

(۷) حضرت موسےؑ کا قوم عاد کے بادشاہ صفحہ
عوج بن عنق کا قتل کرنا۔ بعد میں بلعم بن 〃
باعور کے ملک پر حملہ آور ہونا۔ بلعم بن باعور کا اپنی بیوی کے اغوا سے 〃
حضرت موسےؑ کو بد دعا دینا۔ حضرت موسےؑ کا چالیس سال سرگرداں 〃
پھرنا۔ پھر حضرت موسےؑ کے دعا مانگنے پر بلعم کا حالت کفر میں مرنا۔ . . . ۹۲

ملکہ کی چوتھی کہانی

(۸) ایک بادشاہ کا جو حضرت خضرؑ کی زیارت صفحہ
کرنیکا نہایت آرزومند تھا۔ ایک غریب آدمی 〃
کو اس شرط پر بہت سا روپیہ دینا کہ تین سال میں حضرت خضرؑ کی 〃
یارت کرا دے۔ تین سال ختم ہونے پر غریب کا خوف کے مارے 〃
رار ہونا۔ راہ میں حضرت خضرؑ کی زیارت سے مشرف ہو کر عرض حال 〃
ینا۔ حضرت خضرؑ کا بھیس بدلکر اس کے ساتھ دربار بادشاہی میں آنا 〃
ور اس کے وزیروں کے اس غریب آدمی کے لئے مختلف سزائیں تجویز 〃

کرنے پر حضرت خضرؑ کا اپنی ذات دکھانا۔ ۱۰۱

پانچویں وزیر کی کہانی

صفحہ
(۹) ایک وزیر کا جسے حضرت خضرؑ اکثر اپنی
زیارت سے مشرف کیا کرتے تھے۔ وزارت 〃
سے دستبردار ہونا حضرت خضرؑ کی زیارت سے محروم ہو جانا۔ پھر 〃
ایک مرتبہ زیارت ہونے پر سبب دریافت کرنا۔ حضرت خضرؑ کا جواب 〃
دینا کہ جب تک وزارت تھی۔ ہمارا بھی تعلق رہا۔ وزیر کا دوبارہ 〃
وزارت کرنا۔ ۱۰۷

ملکہ کی پانچویں کہانی

صفحہ
(۱۰) ایک مراکو کے جادوگر کا ایک
لڑکے پر فریفتہ ہو کر جادو سکھانا۔ اسکے 〃
ذریعہ سے ایک دفینہ تک پہنچنا۔ لڑکے کا جادو سیکھ جانے پر 〃
اور جادوگر کو مار کر کل خزانہ پر خود قابض ہونا۔ ۱۱۰

چھٹے وزیر کی کہانی

صفحہ
(۱۱) ایک درزی اور درزن کا آپس میں
معاہدہ کرنا کہ ہم میں سے جو بعد میں زندہ رہے 〃
ہمیشہ ماتم کرتا رہے۔ عورت کا مرنا۔ خاوند کا قبر پر رونا پیٹنا۔ حضرت 〃
عیسیٰؑ کا اتفاق سے تشریف لا کر اس عورت کو زندہ کرنا۔ درزی 〃
کا کپڑے لینے کیلئے گھر جانا۔ اس کی غیبت میں اس ملک کے 〃
شاہزادہ کا اس طرف گذر ہونا۔ اور درزن پہ فریفتہ ہو کر لے جانا۔ 〃
غریب درزی کا شاہزادے کی خدمت میں حاضر ہونا۔ درزن کا کانوں 〃
پر ہاتھ دھرنا۔ بلکہ شاہزادہ کو درزی کے قتل کرنیکا مشورہ دینا۔ حضرت 〃
عیسیٰؑ کا نمودار ہونا۔ درزی کے صداقت کی تائید فرمانا۔ درزن کا دوبارہ
ہلاک کرنا۔ اور درزی کا راحت پانا . . . .

ملکہ کی چھٹی کہانی

صفحہ
(۱۲) بادشاہ کا ایک لٹیرے سے [illegible]
جو [illegible] لڑکے کا [illegible] بادشاہ 〃

کی لڑکی پر عاشق ہونا ۔ اور لے بھاگنا ۔ بادشاہ کو قتل کرنا اور پھر	صفحہ
اپنا آبائی پیشہ لوٹ مار شروع کرنا ۔	۱۱۹
ساتویں وزیر کی کہانی (۱۳) ایک بادشاہ کا بغیر تنخواہ کے	صفحہ
سپاہ رکھنی چاہنا ۔ لائق وزیر کا جتانا	،،
کہ یہ ناممکن ہے ۔	۱۲۲
ملکہ کی ساتویں کہانی (۱۴) حضرت سلیمان کا ایک سیمرغ کو ایک ایک	صفحہ
چڑیا کے حاضر دربار کرنے کیلئے بھیجنا چڑیا	،،
کا اپنے چڑے کے گھمنڈ پر جھنجھلا کر جانے سے انکار کرنا ۔	۱۲۵
آٹھویں وزیر کی کہانی (۱۵) ایک وزیر کا ایک خاص علامت	صفحہ
سے معلوم کرنا ۔ کہ عروج کمال کو پہنچ چکا ہے	،،
اب زوال لازمی ہے ۔ اور زوال کے متعلق انتظام کرنا ۔ ایک سال بعد	،،
ایک علامت سے نتیجہ نکالنا ۔ کہ اب زوال انتہا کو پہنچ چکا عروج ہونا	،،
ضرور ہے اور عروج کی تیاری کرنا ۔	۱۲۷
ملکہ کی آٹھویں کہانی (۱۶) ایک بادشاہ کا مرتے وقت اپنے	صفحہ
تینوں لڑکوں کو جواہرات کے دفینہ کا	،،
پتہ بتانا ۔ بادشاہ کے انتقال کرنے پر دفینہ کا نہ ملنا ۔ اور یہ معلوم کر کے	،،
کہ ہم تینوں ہی میں سے کسی نے دستبرد کی ہے ۔ قاضی شہر کے پاس	،،
جانا ۔ قاضی کا ایک لڑکی کی کہانی سنا کر (جس نے دولہا سے اپنے عاشق	،،
سے شب زفاف کو ملنے کا وعدہ عرض کر کے اس سے ملنے کی اجازت	،،
حاصل کر لی تھی ۔ اور راستہ میں ایک لٹیرے اور نیز اس کے عاشق نے	،،
شریفانہ برتاؤ کیا تھا) چور کو پہچان لینا ۔	۱۳۰
نویں وزیر کی کہانی (۱۷) خلیفہ ہارون رشید پر جبکہ وہ نشہ میں	صفحہ
بھرے بیٹھے تھے ۔ ایک لونڈی کے ہاتھ سے	،،

گرم شوربہ کا گر پڑنا۔ خلیفہ کا قتل کے ارادے سے اٹھنا۔ لونڈی کا ایک آیت کلام مجید سنا کر غصہ کا فرو کر دینا۔ .... صفحہ ۱۳۵

ملکہ کی نویں کہانی
(۱۸) ایک قریب المرگ بادشاہ کا اپنے تینوں شہزادوں کو رمزیہ نصیحت کرنا۔ شاہزادوں کا الٹا سمجھنا۔ ایک درویش (کسی سادھو اور فقیر کا قصہ جنھوں نے ایک بادشاہ کے روبرو ہاتھ کے اشارہ سے سوال جواب کئے تھے) قصہ سنا کر شاہزادوں کی غلط فہمی کا دور کرنا۔ .... صفحہ ۱۳۶

دسویں وزیر کی کہانی
(۱۹) ایک مصری شاہزادہ کو مکہ معظمہ میں ایک خوجہ کی روپیوں کی تھیلی ملنا شاہزادہ کا مالک کو تھیلی واپس دینا۔ خوجہ کا دعا دینا کہ شاہزادہ میری بیوی اور کل مال و اسباب کا مالک ہے۔ اور بعد میں ایسا ہی ہونا۔ .... صفحہ ۱۴۱

ملکہ کی دسویں کہانی
(۲۰) ایک سوداگر کا مرتے وقت اپنا مال و اسباب اپنے دونوں لڑکوں میں تقسیم کرنا۔ لڑکوں کا چند روز میں کل روپیہ اڑا کر بھیک مانگنا وہاں کے سوداگروں کا بادشاہ سے ان دونوں کے قتل کی درخواست کرنا تاکہ اور لڑکے عبرت پکڑیں۔ لڑکوں کا بادشاہ سے عرض کرنا کہ دراصل یہ قصور ہمارے والد کا ہے۔ کہ اس نے بجائے رازق مطلق پر بھروسہ کرنے کے اپنی دولت پر اعتماد کیا۔ بادشاہ کا خوش ہو کر دونوں کو بری کر دینا۔ .... صفحہ ۱۴۴

گیارہویں وزیر کی کہانی
(۲۱) ایک بادشاہ نے نشہ کی حالت میں اپنے مدنظر وزیر کا لڑکا کو

قتل کرنے کا حکم دینا۔ لڑکے کے والد کا قتل ہونے سے بچانا
اور بادشاہ کے بہت کچھ رنج و ملال کرنے پر اُسکے مدنظر کا ظاہر کرنا ۱۴۷

ملکہ کی گیارھویں کہانی
(۲۲) بارصیصا عابد کا شیطان کے اغوا سے ایک بادشاہ کی لڑکی سے (جو شیخ موصوف کی خدمت میں حصول صحت کی غرض سے حاضر ہوئی تھی) زنا کا مرتکب ہونا۔ پھر اس کو مار ڈالنا۔ شیطان کا انسانی لباس میں اس واقعہ کی اطلاع دینا۔ شیخ کے پھانسی پاتے وقت شیطان کا کہنا۔ کہ اگر تو مجھے سجدہ کرے۔ تو بچ سکتا ہے۔ شیخ کا سجدہ کرکے ایمان کھونا۔ شیطان کا قہقہ لگا کر چل دینا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۵۱

بارھویں وزیر کی کہانی
(۲۳) ایاز کا جانوروں کی بولی سمجھنے کا بہانہ کرکے سلطان محمود کو علاقہ کے اجڑے ہوئے مقامات کو از سر نو آباد کرنے پر آمادہ کرنا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۵۲

ملکہ کی بارھویں کہانی
(۲۴) ایک جولاہے کا بادشاہ سے جھوٹا دعوے کرنا کہ میں ایسی پگڑی باندھ سکتا ہوں۔ جو صرف حلالی اشخاص کو نظر آسکتی ہے۔ حرامیوں کو نہیں بادشاہ کا تیاری پگڑی کا حکم دینا۔ اور جولاہے کا چالاکی سے عرصہ تک بادشاہ اور وزیروں کو چکمہ دینا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۵۹

تیرھویں وزیر کی کہانی
(۲۵) ایک شاہزادہ کا ستارہ کی نحوست سے تیس سال تک طرح طرح کی تکلیفیں اٹھانا۔ ملک بملک مارے مارے پھرنا۔ آخرکار زمانہ گردش ختم ہونے پر بادشاہ ہونا۔ اور اپنے گم شدہ لڑکوں سے ملنا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۶۲

ملکہ کی تیرھویں کہانی
(۲۶) ایک لاولد بادشاہ کا ایک شیخ

سے اولاد کے لئے دعا کرانا۔ اور فقیر کا خانقاہ کے لئے ایک مینڈھا صفحہ
بھیجنا۔ اور لڑکا پیدا ہونا۔ دوسری مرتبہ بادشاہ کا گھوڑا نظر کرنا اور ر
دوسرا لڑکا پیدا ہونا۔ تیسری مرتبہ مجمر چڑھانا۔ اور تیسرا لڑکا تولد ہونا۔ ر
پہلا لڑکا بہادر ہوتا ہے۔ دوسرا عقیل تیسرا نہایت آوارہ...... ۱۷۱

چودہویں وزیر کی کہانی

(۲۷) فرشتوں کا انسان کی تحقیر کرنا صفحہ
خداوند کریم کا ہاروت و ماروت کو جذبات ر
و خواہشات انسانی عطا کرکے دنیا میں بھیجنا۔ ہاروت و ماروت کا ر
تمام افعال شنیعہ کا مرتکب ہونا۔ پاداش میں روز قیامت تک ر
چاہ بابل میں سرنگون لٹکایا جانا۔........ ۱۷۴

ملکہ کی چودہویں کہانی

(۲۸) چشائیمی ایک خانقاہ میں کچھ کھانے صفحہ
کیلئے داخل ہوئے۔ مگر دروازہ بھیڑنا ر
بھول گئے۔ اندر جاکر جھگڑنا شروع کیا۔ کہ اب دروازہ کون بند کرنے ر
جائے۔ بالآخر یہ تصفیہ ہوا کہ ہم میں سے جو پہلے بولے۔ وہ دروازہ بند ر
کرنے جائے۔ اور گم سم ہو کر بیٹھ گئے۔ کتے آئے۔ کھانا چٹ کر گئے ر
اور ان میں سے ایک کو کاٹ بھی کھایا۔ جو درد سے چلا اٹھا۔ اور سب نے کہا ر
کہ جا تو ہی دروازہ بند کر کے آ۔ زخمی افیمی کا جواب دینا کہ اب کیا رکھا ہے ر
جو دروازہ بند کیا جائے۔.......... ۱۷۷

پندرہویں وزیر کی کہانی

(۲۹) ایک بادشاہ کا اپنے لڑکے کی لاش صفحہ
چِروانے پر جو ایک نامعلوم مرض میں فوت ر
ہوا تھا۔ معلوم کرنا کہ دل میں ایک ہڈی چبھی ہوئی ہے۔ بادشاہ کا وہ ر
ہڈی نکلوا کر چاقو کا دستہ بنوانا۔ ایک دن خربوزہ میں چاقو رہ جانا۔ اور دستہ ر
کا گھل جانا۔ بادشاہ کا یہ سادہ علاج معلوم کرکے تاسف کرنا۔ کہ پہلے سے ر
یہ علاج کیوں معلوم نہ ہوا۔.......... ۱۷۹

ملکہ کی پندرہویں کہانی	(۳۰) حکیم لقمان کا ایک مریض بادشاہ سے کہنا کہ اس مرض کا علاج یہی ہے۔ کہ شاہزادہ کو آپ کی آنکھوں کے سامنے قتل کر کے خون لیا جائے۔ لقمان کا جھوٹ موٹ شاہزادہ کا قتل کرنا۔ بادشاہ کا شاہزادہ کو زندہ دیکھکر نہایت خوش ہونا۔ اور اس مایوسی کے بعد انتہا درجہ کی خوشی سے صحت پانا۔	صفحہ ،، ،، ،، ،، ۱۸۰
سولھویں وزیر کی کہانی	(۳۱) بادشاہ کا ایک درویش کو جو قصہ خوانی و اشعار گوئی سے بادشاہ کا دل بہلایا کرتا تھا، چلے جانے کا اشارہ کرنا۔ درویش کا معقول جواب سے وہیں رہنا۔	صفحہ ،، ،، ۱۸۲
ملکہ کی سولھویں کہانی	(۳۲) حسن میمندی وزیر سلطان محمود کا وزارت سے برخاست ہونا۔ چند لڑکوں کو کھیلتا دیکھکر اُن کی گفتگو سننا۔ گفتگو سے ایک معقول بات ہاتھ لگنا۔ حسن میمندی کا اسی بنا پر درخواست بھیجنا اور دوبارہ بستہ وزارت حاصل کرنا۔	صفحہ ،، ،، ،، ۱۹۰
سترہویں وزیر کی کہانی	(۳۳) مکہ شریف میں زمانہ قحط سالی میں ایک عورت کا ایک نوجوان کو اس شرط پر گیہوں دینے کا وعدہ کرنا کہ وہ اس کے ساتھ ہمبستری کرے۔ نوجوان کے انکار پر عورت کا دھمکانا۔ لاچار اس کا منظور کرنا۔ اتفاق سے راہ فرار کا نظر پڑنا۔ اور وہاں سے نکلتے وقت دس اونٹ جن پر گیہوں لدے ہوئے تھے پانا۔	صفحہ ،، ،، ،، ،، ۱۹۳
ملکہ کی سترہویں کہانی	(۳۴) ایک گنجے کٹے کا حلوائی سے ایک سکوئن و سکتا کی مٹھائی لینا۔	صفحہ ،،

پھر سکواٹن پھرا لینا۔ حلوائی کا ہو کر دیگر سکواٹن لینا۔ گٹھ کٹے کا پھر صفحہ
چکمہ دیکر سکواٹن لینا۔ حلوائی کا پھر داؤ کھیلنا۔ گٹھ کٹے کا سہ بارہ 〃
نیچا دکھانا۔ ۱۹۵

اٹھارہویں وزیر کی کہانی

(۳۵) ایک سیاہ پوش شخص کا مشکی صفحہ
خچر پر سوار ہو کر سلطان محمود کے دربار 〃
میں آنا اور سوال کرنا۔ سلطان کے انکار کرنے پر سیاہ پوش کا طعنہ 〃
زنی کرنا۔ سلطان کا اُس کی جسارت پر خوش ہو کر کچھ دینا۔ 〃
(ب) ایک ابدال کا اپنی ڈاڑھی ایک خوجہ کے ہاتھ فروخت کرنی 〃
چاہنا۔ خوجہ کا انکار کرنا۔ ابدال کا پُر مذاق جواب دیکر سوا سیر د سکہ) 〃
قیمت حاصل کرنا۔ ۱۹۹

ملکہ کی اٹھارویں کہانی

(۳۶) ایک نو عمر موچی کا غرفہ سے الیو صفحہ
جانا۔ ایک زخمی لڑکی کا قبرستان 〃
سے لیجا کر تیمارداری کرنا۔ لڑکی کے تندرست ہونے پر اپنے بیوفا 〃
عاشق کا جس نے اس کے قتل کرانیکی کوشش کی تھی قتل کرانا۔ ۱۷
لڑکی کا بادشاہ کی لڑکی ثابت ہونا۔ اور بالآخر موچی سے شادی 〃
کرنا۔ ۲۰۳

انیسویں وزیر کی کہانی

(۳۷) حسن بصری کا ایک بادشاہ کے صفحہ
لڑکے کی پرسی کی فاتحہ دیکھکر اور بے ثباتی 〃
عالم سے متاثر ہو کر تخت سے دست بردار ہونا اور فقیری اختیار کرنا۔ ۲۱۱

ملکہ کی انیسویں کہانی

(۳۸) ایک بوڑھے باغبان کا اپنے صفحہ
بیٹے کو گدھے پر بٹھا کر باغ لے جانا۔ 〃
بستی میں چند لوگوں کا اس کی بیوقوفی پہ ہنسنا۔ بڈھے کا بیٹے کو اتار 〃
کر خود سوار ہونا۔ اور لوگوں کا اُس پہ طعن کرنا۔ بوڑھے باغبان 〃

کا اپنے لڑکے کو کبھی پیچھے بٹھا لینا۔ لوگوں کا اور کبھی مضحکہ اڑانا۔ صفحہ
لاچار دونوں باپ بیٹے کا پیدل باغ پہنچنا۔ ۲۱۵

بیسویں وزیر کی کہانی (۳۹) ایک بادشاہ کا ایک فقیر سے نصیحت صفحہ
خریدنا۔ وزیروں کا ہنسنا۔ اسی نصیحت کی 〃
بدولت بادشاہ کی جان بچنی۔ ۲۱۷

ملکہ کی بیسویں کہانی (۴۰) بچوں کی بات پر یقین صفحہ
کرنے سے ترکمانوں کی گریہ 〃
وزاری۔ ۲۲۰

اکیسویں وزیر کی کہانی (۴۱) ایک بادشاہ کی بیوی کا اپنے صفحہ
عاشق کو صندوق میں بند کرنا۔ 〃
اور پھر اپنے شوہر کو اطلاع دینا۔ بادشاہ کو صندوق کھولتا دیکھ 〃
کر بیگم کا مضمون گھڑنا۔ بادشاہ کا نادم ہو کر اپنی بدظنی کی 〃
معافی مانگنا۔ ۲۲۳

ملکہ کی اکیسویں کہانی (۴۲) ایک ابدال کا بادشاہ کے ساتھ صفحہ
شکرے کے شکار کو جانا۔ ناواقفیت 〃
کی وجہ سے غلطی کرنا۔ بادشاہ کا خفا ہونا۔ ابدال کا تمسخرانہ جواب 〃
سے غصہ فرو کرنا۔ ۲۲۵

بائیسویں وزیر کی کہانی (۴۳) ایک بادشاہ کا ایک ابدال کو صفحہ
جو اُس کے لڑکے پر عاشق تھا۔ پھانسی 〃
کا حکم دینا۔ خواب میں اپنے آپ کو دوزخ میں دیکھکر ظلم سے ہاتھ 〃
اُٹھانا۔ ۲۲۸

ملکہ کی بائیسویں کہانی (۴۴) ایک سردار کا بادشاہ کے مُنہ صفحہ
چڑھے درباری سے ازراہ حسد 〃

فریب کرنا۔ بادشاہ کا ناراض ہو کر ایک پرچہ پر حامل کا حکم قتل صفحہ
لکھکر اسے ایک مجسٹریٹ کے پاس بھیجنا۔ رستہ میں حاسد 〃
سردار سے دوچار ہونا۔ حاسد کا پرچہ کو حکمنامہ انعام سمجھکر اس سے 〃
لینا اور قتل کیا جانا۔ ۲۲۳

تیئسویں وزیر کی کہانی

(۴۵) ایک سوداگر کا اپنے بیٹے کو صفحہ
وصیت کرنا۔ کہ اگر کبھی تم محتاج 〃
ہو جاؤ۔ تو چھت کے فلاں قلابہ سے لٹک جانا۔ سوداگر کے انتقال 〃
کر جانے پر لڑکے کا چند روز میں تمام دولت لٹا دینا۔ اور قلابہ سے 〃
لٹکنا۔ قلابہ کا چھت سے نکل جانا۔ اور چھت سے بہت سا 〃
روپیہ نکلنا۔ لڑکے کا چال چلن درست کرنا۔ اور چند روز 〃
بعد ایک سپیرے سے سانپ کا منتر سیکھ کر ایک سفید 〃
سانپ خریدنا۔ سفید سانپ کا جنوں کے بادشاہ کی لڑکی 〃
نکلنا۔ شاہزادی کا اپنے ملک میں لیجا کر اپنے باپ سے 〃
اس کو ایک جادو کا آئینہ دلوانا۔ سوداگر کے لڑکے کا 〃
اس آئینہ کی مدد سے اپنے ملک کے بادشاہ کی لڑکی کو 〃
لیکر فرار ہونا۔ بادشاہ کا جادوگرنیوں کی مدد سے سوداگر 〃
کے لڑکے۔ اپنی لڑکی اور اس آئینہ پر قبضہ پانا۔ سوداگر کے 〃
لڑکے کو قید کرنا۔ لڑکے کی بلی کا فرط الفت سے قید خانہ 〃
میں پہنچنا۔ وہاں کی چوہیوں کا بلی سے خوف زدہ ہو کر سوداگر کے لڑکے 〃
کو سرنگ کھود کر آزاد کرنا۔ لڑکے کا پھر شاہزادی اور آئینہ کو لیکر چل دینا 〃
بادشاہ کا دوبارہ جادوگرنیوں کی مدد سے قابو پاکر مروا ڈالنا۔ ۲۳۷

ملکہ کی تیئسویں کہانی

ایک لڑکے کا کسی جادوگر کا صفحہ
شاگرد ہونا۔ استاد کا 〃

ناراض ہو کر اسے سزا دینی چاہنا۔ استاد شاگرد کا صفحہ
بہت سی صورتیں بدلنا۔ آخرکار استاد کا شاگرد کے ہاتھ سے ''
مارا جانا۔ ۲۴۴

چوبیسویں وزیر کی کہانی (۴۷) ایک گنٹھ کٹا اور ایک چور دونوں صفحہ
بیخبری میں ایک ہی عورت کے ''
خاوند بنے ہیں۔ ایک موقعہ پہ اصلیت معلوم ہونے پر عورت ''
سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ ہم میں تیرا شوہر کون سا ہے۔ عورت ''
جواب دیتی ہے۔ کہ تم میں سے جو کوئی اپنے فن میں بڑھکر نکلے وہی ''
میرا خاوند ہے۔ چور کی استادی اعلیٰ درجہ کی ثابت ہوتی ہے۔ اور ''
عورت اُس کی بیوی بن جاتی ہے۔ ۲۴۷

ملکہ کی چوبیسویں کہانی (۴۸) ایک بادشاہ کا از راہ تمسخر صفحہ
اپنے منہ چڑھے درباری کو موسم سرما ''
میں خزانچی کے نام چھ چھکڑے برف کے بھیجنے کا پروانہ لکھکر ''
دینا۔ درباری کا پروانہ کو موسم گرما تک رکھ چھوڑنا۔ گرمی کے موسم ''
میں خزانچی کو حکم دکھانا۔ خزانچی کا عذر کرنا۔ کہ اس موسم میں اس ''
قدر برف کہاں۔ درباری کا قیمت لینا۔ ۲۵۵

پچیسویں وزیر کی کہانی (۴۹) خالد بن ولیدؓ اپنے عاقلانہ صفحہ
کلام سے ایک راہب کو معہ ''
ایک بہت بڑے فرقہ کے مسلمان کرتے ہیں۔ ۲۵۷

ملکہ کی پچیسویں کہانی (۵۰) ایک خراسانی شیخی باز کا چند صفحہ
غیر آدمیوں کے سامنے اپنے لڑکے کے ہاتھوں ''
ذلیل ہونا۔ . . ۲۶۲

چھبیسویں وزیر کی کہانی (۵۱) قاہرہ کے ایک غریب آدمی صفحہ

کا اپنے لڑکے کے معلم قرآن کو اونٹ (جو ان کی بسر اوقات صفحہ
کا ذریعہ تھا) دینا اور بالکل محتاج ہو جاتا۔ خواب میں دیکھنا کہ تیری 〃
قسمت دمشق میں کھلیگی۔ سو وہاں جانے پر ایک روٹی ملنا اور دوسرا 〃
خواب ایسا ہے۔ واپسی کا دیکھکر واپس آنا۔ اور خواب میں دیکھنا کہ 〃
گھر میں ہی دفینہ ہے۔ اس جگہ کے کھودنے پر دفینہ پانا۔ اس کا 〃
بادشاہ کو اطلاع کرنا۔ بادشاہ کا دفینہ پر اس شخص کا نام کندہ دیکھکر 〃
کہنا کہ یہ تیرے لئے انعام الٰہی ہے۔ ۲۶۴

ملکہ کی چھبیسویں کہانی (۵۲) ایک نوجوان شخص جو اپنی محبوبہ صفحہ
کیساتھ مزے اڑا رہا ہے معشوقہ کے 〃
والد کو آتا دیکھکر تہ خانہ میں چھپنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر گھبراہٹ 〃
میں تہ خانہ کے زینہ سے لڑھک کر عدم آباد کو سدھارتا ہے۔ . . . ۲۷۰

ستائیسویں وزیر کی کہانی (۵۳) ایک لکڑہارے کی بدزبان صفحہ
عورت کا ایک گڑھے میں جس میں 〃
کہ عفریت رہتا تھا۔ گر پڑنا۔ دوسرے دن لکڑہارے کا اسے 〃
نکالنے کے لئے جانا۔ اور بیوی کی بجائے عفریت کا نکلنا۔ عفریت 〃
کا شکریہ میں کہنا کہ میں بادشاہ کی لڑکی پر سوار ہوتا ہوں۔ اور جب 〃
تک تو نہیں اتاریگا۔ میں کسی اور کے قابو میں نہیں آؤنگا۔ لکڑہارے 〃
کا جاکر عفریت اتارنا۔ بادشاہ کا حسب اقرار اپنی لڑکی کی لکڑہارے 〃
سے شادی کرنا۔ عفریت کا دوسرے بادشاہ کی لڑکی پر عاشق ہو کے 〃
دق کرنا۔ اس کے باپ کا لکڑہارے کو بغرض معالجہ طلب کرنا۔ لکڑہارے 〃
کا اپنی پہلی بیوی کا خوف دلاکر عفریت کو بھگانا۔ ۲۷۱

ملکہ کی ستائیسویں کہانی (۵۴) پسوؤں کا حضرت صفحہ
سلیمان علیہ السلام 〃

کے حضور میں ڈیپوٹیشن بھیجنا۔ ایک چگی ڈاڑہی والے کا ان کی درخواست میں بھانجی مارنا۔ اس وقت سے پستوؤں کا چگی ڈاڑہی والوں سے خاص خصومت رکھنا۔ ۲۷۷

اٹھائیسویں وزیر کی کہانی

(۵۵) ایک چور کا زاہد کے گھر میں چوری کرنیکی نیت سے جانا اور اس بزرگ کے صرف رات بھر کے فیض صحت سے فوراً رجال الغیب میں شامل ہو جانا ۔ ۲۷۹

ملکہ کی اٹھائیسویں کہانی

(۵۶) ابو سینا کا شہر الیہ سے چوہے دور کرنیکا اس شرط پر وعدہ کرنا۔ کہ بادشاہ کارروائی متعلقہ دیکھنے پر ہنسے نہیں۔ ابو سینا کا عمل کرکے زور سے چوہونکا قطار در قطار باہر نکالنا۔ کچھ چوہوں کے شہر سے باہر نکلنے پر بادشاہ کا ہنسی ضبط نہ کر سکنا۔ اور عمل کا اثر جاتا رہنا۔ ۲۸۲

انتیسویں وزیر کی کہانی

(۵۷) ایک عورت کا اپنے آشنا سے شوہر سے چلتر کھیلنے کا اقرار کرنا۔ دوسرے دن اپنے خاوند کو لیکر سیر کیلئے جانا۔ ایک درخت کے نیچے بیٹھکر شوہر کو یہ کہکر مٹھائی دینا۔ کہ جو کوئی یہ مٹھائی کھاتا ہے۔ اس کو ایک دو نظر آتے ہیں۔ دونوں کا مٹھائی کھانا۔ عورت کا درخت پر چڑھکر غل مچانا۔ کہ نابکار تو میری موجودگی میں دوسری عورت سے برا فعل کر رہا ہے۔ خاوند کا متحیر ہو کر خود درخت پر چڑھنا۔ مکار عورت کا اپنے آشنا کو اشارہ سے بلا کر خاوند کی آنکھوں کے سامنے بدفعلی کرنا۔ خاوند کا مٹھائی کی تاثیر تصور کرنا۔ ۲۸۴

ملکہ کی انتیسویں کہانی
صفحہ
(۵۸) دعوئے عقل کل توڑنے کے لئے حضرت موسےٰؑ کو خضرؑ کے پاس جانیکا حکم ہونا۔ دونوں کا اثنائے سفر میں ایک کشتی میں سوا ہونا خضرؑ کا بیگناہ ملاحوں کی کشتی میں سوراخ کر دینا۔ ایک گاؤں میں (جہاں کے باشندے سخت بیمروت تھے) گرنے کے قریب دیوار دیکھکر بلا اُجرت درست کر دینا۔ حضرت موسےٰؑ کا حیران ہونا۔ خضر علیہ السلام کا اُس کا سبب تبلانا۔ ۲۸۷

تیسویں وزیر کی کہانی
صفحہ
(۵۹) ملک عرب کے دو قبیلوں میں ایک بکرے کی قیمت پر جھگڑا ہو کر خونریز لڑائی چھڑ جانا۔ ۲۹۱

ملکہ کی تیسوین کہانی
صفحہ
(۶۰) ایک بادشاہ کا جو مردہ اجسام میں اپنی روح داخل کرنے کے علم سے واقف تھا۔ اپنے وزیر کو یہ علم سکھانا۔ وزیر کا دھوکہ سے بادشاہ کے قالب میں داخل ہونا۔ بادشاہ کا طوطے کے قالب میں ایک سوداگر اور ایک فاحشہ عورت کے جھگڑے کا تصفیہ کرنا۔ ملکہ کے ہاتھ فروخت ہونا۔ اپنی اصلی ہیئت میں آنا اور وزیر ملعون کا قتل کرنا۔ ۲۹۳

اکتیسویں وزیر کی کہانی
صفحہ
(۶۱) ایک نابینا کا خلیفہ ہارون رشید کے گم شدہ صندوقچہ جواہرات کا پتہ بتانا۔ ۲۹۸

ملکہ کی اکتیسویں کہانی
صفحہ
(۶۲) شہر سیباہ کے دو قاضیوں میں سخت دشمنی ہونا۔ بعض لوگوں کا بادشاہ سے ایک قاضی کی شکایت کرکے جلاوطن کرا دینا۔ رقیب

قاضی کا اپنے معتوب رقیب کی سفارش کرکے خطا معاف کرانا۔ ۳۰۰

بتیسویں وزیر کی کہانی (۶۳) خدیو مصر کا باوجود ہر طرح کے سامان عیش مہیا ہونے کے اپنی بیگم کو قانع بنا کر اپنے وزرائے اور امراء کی بیویوں کا حال دریافت کرنا اور سب کو ایک رنگ پانا۔ . . . . صفحہ ۳۰۲

ملکہ کی بتیسویں کہانی (۶۴) افضل رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے بیٹے سے یہ سنکر کہ ایک دل میں دو شخصوں کی محبت نہیں ہو سکتی۔ بیٹے کی محبت دل سے دور کرکے عشق الٰہی میں چور ہونا۔ . . . . صفحہ ۳۰۳

تینتیسویں وزیر کی کہانی (۶۵) ایک نوجوان شخص کا ایک عورت کے حسن کا شہرہ سنکر اس کے دیکھنے کیلئے جانا۔ راستہ میں چند عجیب واقعات کا پیش آنا شہر کے دروازہ پر ایک مسن شخص کا واقعات پیش آمدہ کی حقیقت سے آگاہ کرنا۔ نوجوان کا اپنی منظر کے دیدار کی آرزو ظاہر کرنا۔ بڈھے کا گردن اڑا دینا۔ نوجوان کا واصل جہنم ہونا۔ . . . . صفحہ ۳۰۵

ملکہ کی تینتیسویں کہانی (۶۶) ایک لڑکے کا کم یا زیادہ کھانا دینے پر ناک بھوں چڑھا کر کھانے کو ٹھکرانا۔ والدین کا لعنت ملامت کرنا۔ . . . . صفحہ ۳۰۶

چونتیسویں وزیر کی کہانی (۶۷) ایک ایرانی سوداگر کا اپنے وفادار کتے کی مدد سے اپنی نابکار عورت کی جان لینے کی کوشش سے بچنا۔ اور آئندہ بطور سزا اپنی بیوی اور کتے کو ایک برتن میں کھانا دینا۔ . . . . صفحہ ۳۰۹

ملکہ کی چونتیسویں کہانی (۶۸) ایک رئیس کا بادشاہ کے صفحہ

شکاری باز کی تعریف کرنا۔ بادشاہ کا وہی باز بخش دینا۔ رئیس کا صفحہ
شکریہ میں اپنے جنگ آزما لڑکوں اور سپاہیوں کا بادشاہ کی خدمت 〃
میں پیش کرنا۔ ۳۱۱

پینتیسویں وزیر کی کہانی
(۶۹) ایک شخص کا اپنی بیوی کے صفحہ
کہنے پر عمل کرکے کودنے سے گنٹھ 〃
اتر جانا۔ دوبارہ بیوی کے منع کرنے پر کودنے سے صحت پانا۔ ۳۱۴

ملکہ کی پینتیسویں کہانی
(۷۰) ایک شاہزادہ کے دماغ میں یہ سما صفحہ
جانے سے کہ فلاں دوکان پر ایک ہاتھ 〃
میں کتنے لیمپ توڑ سکتا ہوں۔ سبق نہ یاد ہونا۔ بادشاہ کا اسکا ارمان نکالنا 〃
اور شاہزادہ کا حسب سابق سبق یاد کرنا۔ ۳۱۵

چھتیسویں وزیر کی کہانی
(۷۱) ایک درویش کا لٹیروں کے صفحہ
پوشیدہ غار میں داخل ہونا۔ لٹیروں 〃
کا ایک شخص کو گرفتار کرکے لانا۔ اور مشکیں کس کے ڈالدینا۔ درویش 〃
کا موقعہ پاکر مشکیں کھولنا۔ قیدی کے رہائی پانے پر تمام لٹیروں کو 〃
قتل کرنا۔ لٹیروں کے سردار کی بیوی کے کنبہ سے اپنے ملازمین کے 〃
بروقت پہنچنے سے بچنا۔ اور اس عورت کا قتل کرنا۔ ۳۱۷

ملکہ کی چھتیسویں کہانی
(۷۲) سلطان علاء الدین کا پاگل خانہ کا صفحہ
معائنہ فرمانے کیلئے جانا۔ ایک پاگل کا 〃
اپنی درستی عقل ثابت کرکے رہائی کی درخواست کرنا۔ رہا ہونے پر 〃
سلطان سے چاقو لیکر دھمکانا۔ اور سلطان سے ایک نہایت گندی 〃
نالی صاف کرانا۔ بالآخر محافظ پاگل خانہ کے آنے پر نجات پانا۔ . . ۳۲۱

سینتیسویں وزیر کی کہانی
(۷۳) شیطان کا اپنے لڑکے کو بکری صفحہ
کے بچہ کی شکل میں لاکر حضرت اسکے 〃

صفحہ سپرد کرنا۔ اور چالاکی سے حضرت آدم اور حوا کو اس کے ذبح کر کے کھانے
״ پہ مجبور کرنا۔ کیونکہ شیطان بنی نوع انسان کے اندرونی جذبات کو ابھارتا
۳۲۴ ہے۔ اور شیطان خود خارجی ترغیبیں مہیا کرتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ملکہ کی سینتیسویں کہانی
رومال
صفحہ (۷۴) چھ حاسد وزیروں کا شاہی خلعت منگا
״ کر رشوت دیکر تیسرے محسود وزیر کے
״ گردن اڑانے کی تجویز کرنا۔ بادشاہ کا غلاموں کو تقسیم زر رشوت کے وقت
۳۲۶ جھگڑتا دیکھکر اصلیت دریافت کرنا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اڑتیسویں وزیر کی کہانی
صفحہ (۷۵) ایک قاہرہ کے سوداگر کا اپنی
״ لونڈی کے بچہ کو زہر تیار کرنیکی غرض سے
۳۲۸ کڑھائی میں تلنا۔ لونڈی کا اسی زہر سے سوداگر کا کام تمام کرنا۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ملکہ کی اڑتیسویں کہانی
صفحہ (۷۶) حضرت نوح علیہ السلام کا کشتی تیار
״ کرنا۔ کفار کا کشتی میں غلاظت بھرنا۔ خدا
״ [illegible] کفار میں مرض خارش پھیلانا۔ کشتی کی غلاظت کا مرض خارش کیلئے
״ اکسیر ثابت ہونا۔ اور انہیں کے ہاتھوں سے کشتی صاف کرانا۔ حضرت
״ نوحؑ کے ایک صاحبزادہ کا کشتی میں سوار ہونے سے انکار کرنا اور
۳۲۹ وہیں غرق ہونا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

انتالیسویں وزیر کی کہانی
صفحہ (۷۷) ایک گوالیہ کا راستبازی کی
״ بدولت افسر اصطبل شاہی ہونا
״ وزیروں کا حسد کرنا۔ وزیر اعظم کی لڑکی کا گوالیہ کے پاس جاکر جھوٹ بلوانے
״ کی کوشش کرنا۔ بادشاہ کے پیارے گھوڑے کو گوالیہ کے ہاتھ سے
״ قتل کراکے ترغیب دینا۔ کہ بادشاہ کے دریافت کرنے پر کہدے کہ
״ بیمار پڑکر مرگیا۔ وزیرزادی کے چلے جانے پر اپنی ٹوپی سے مشورہ کرنا۔ راست
״ بازی پسند کرنا۔ اور بادشاہ کے دریافت کرنے پر تمام حال بلاکم وکاست

عرض کرنا۔ بادشاہ کا خوش ہوکر اور بھی اسکا مرتبہ بڑھانا۔ ۳۳۱

صفحہ **ملکہ کی انتالیسویں کہانی** (۷۸) ایک شخص کا اپنے گدھے کو وزرائے شاہی سے زیادہ عقلمند کہنا۔ بادشاہ کے دریافت کرنے پر کہنا کہ میرے گدھے نے ایک جگہ ٹھوکر کھائی تھی۔ اس دن سے وہ ہمیشہ اس گڑھے سے بچکر نکلتا ہے تیرے وزیر باوجودیکہ بہت سے اپنے ہم رتبہ وزیروں کو قتل ہوتے دیکھ چکے ہیں۔ وزارت پر بدستور جان دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ میرا گدھا ان سے زیادہ عقلمند ہے۔ ۳۳۶

صفحہ **چالیسویں وزیر کی کہانی** (۷۹) ایک درزی کی بیوی کا اپنے خاوند کو جھوٹی کہانی سنا کر دھوکا دینا۔ ۳۳۸

صفحہ **ملکہ کی چالیسویں کہانی** (۸۰) خدیو مصر کا اپنے نالایق لڑکے کی سرکشی و سازش سے تخت سے اتارا جانا۔ اور ایک وزیر کی مدد سے جسے خود خدیو پہلے برطرف کرچکا تھا دوبارہ تخت حاصل کرنا۔ ۳۳۸

ضمیمہ (الف) میں وہ کہانیاں درج کی گئی ہیں۔ جو مترجمہ کتاب کے علاوہ دوسری جلدوں میں پائی گئیں +

ماخوذ از نسخہ بیلی ٹیٹ

نویں وزیر کی کہانی (۸۱) ایک ترک کا ہل چلاتے ہوئے خزانہ پانا۔ بیوی کو اس بھید سے آگاہ کرنے سے پہلے ایک فرضی بات کہکر آزمانا۔ اور یہ دیکھکر کہ وہ راز چھپانے کے قابل نہیں ہے۔ خاموشی اختیار کرنا۔ ایک لوہار کو سونا دیکر ہل کی پھالی بنوانا۔ لوہار کا چالاکی کرنا۔ بادشاہ کا لوہار سے ایک ...

حصہ خود رکھ لینا۔ ترک کا اس رنج میں مر جانا +

دسویں وزیر کی کہانی (۸۲) ایک شخص کا باغ کو پانی دینے اور خراس چلانے کی باری کی پرواہ نہ کرکے جمعہ کی نماز ادا کرنا۔ واپسی پر دیکھنا کہ پڑوسی نے باغ کو پانی دیدیا ہے۔ اور ایک شخص غلطی سے اُس کے اناج کو اپنا اناج سمجھکر آٹا پیس گیا ہے +

گیارہویں وزیر کی کہانی (۸۳) ایک شاہزادی کا ایک خدمتگار پر عاشق ہونا۔ اور بغیر منہ کالا کرائے چین نہ پڑنا +

ملکہ کی اٹھارہویں کہانی (۸۴) ایک بیوقوف لڑکے کا گویہ کی شادی کرنا اور بیوقت الاپنا +

ماخوذ از نسخہ انڈیا آفس

ملکہ کی پہلی کہانی (۸۵) بادشاہ کا اپنے بیوقوف لڑکے کو استاد کے سپرد کرنا۔ پوری تحصیل کرنے پر استاد کا بادشاہ کے حضور میں لیجانا۔ شاہزادے کا خلاف عقل جواب دینا۔ اور پھر استاد کے سپرد کیا جانا +

دوسرے وزیر کی کہانی (۸۶) حضرت شمعونؑ کے بیوی کے کفار سے دہوکہ کھانے سے حضرت شمعونؑ کا زخمی ہونا۔ حضرت جبرائیل کے علاج سے تندرست ہوکر کافر بادشاہ کا محل ڈہانا اور بدلہ لینا +

ملکہ کی تیسری کہانی (۸۷) ایک جادوگرنی کا اپنے بیٹے کو دریا سے نکالنے کی کوشش کرنے میں خود بھی دریا برد ہوجانا +

ساتویں وزیر کی کہانی (۸۸) ایک عورت کا دہوکے سے ایک بے حقیقت گون سوداگر کے پاس گرو رکھنا۔ اور غائب ہوجانا۔ سوداگر کا حاکم شہر سے شکایت کرنا۔ حاکم کا سوداگر کو ایک چال بتانا۔ سوداگر کا اس پر عمل کرکے مکار عورت کا پتہ لگانا۔ روپیہ وصول کرکے سزا دلانا +

ملکہ کی ساتویں کہانی (۸۹) ایک بڑھئی کے شاگرد کا استاد کا مقابلہ کرکے خفت اٹھانا +

نویں وزیر کی کہانی (۹۰) کیقباد کی بدکار بیوی کا غلام سے عشق جتانا بادشاہ کا موقعہ پر آکر غیرت دلانا +

ملکہ کی نویں کہانی (۹۱) ایک بدمعاش کا جھوٹ بولکر حاجیوں کو چاہ زمزم پر وضو کرنے سے باز رکھنا +

تیرہویں وزیر کی کہانی (۹۲) حضرت ابراہیم کا اپنے صاحبزادہ کو راہ خدا میں قربان کرنا۔ چھری کا باوجود زور لگانے کے کام نہ دینا +

ملکہ کی پندرہویں کہانی (۹۳) ایک عابد کا جسے اُس کا دوست ہر روز شہد اور تیل دیا کرتا تھا۔ وہ شہد و تیل جمع کرتا۔ مٹکے کے پُر ہو جانے پر عابد کا اُسے فروخت کرکے بھیڑیں خریدنا۔ بھیڑوں کا دوچند ہونے اور امیر بننے کا خیالی پلاؤ پکانا۔ راستے میں مٹکے کا ٹوٹ جانا۔ اور خیالی پلاؤ کا ذائقہ چکھنا +

سولہویں وزیر کی کہانی (۹۴) ایک بڑھئی کی عورت کا اپنے آشنا کے ساتھ گلچھرے اڑانا۔ خاوند کا آجانا۔ عورت کا پلتر کھیلنا۔ اور صاف بچ جانا +

ملکہ کی سولہویں کہانی (۹۵) ایک شخص اپنی بیوی کے مرجانے پر اپنے چاروں لڑکوں کو انتظام تجہیز و تکفین کیلئے بھیجتا ہے۔ وہ کھیل کود میں لگجاتے ہیں۔ جنازہ کیساتھ جانیوالے انتظار کرتے کرتے تنگ آجاتے ہیں۔ انکا والد ناراض ہوکر بد دعا دیتا ہے۔ اور چاروں حیوان بن جاتے ہیں +

انیسویں وزیر کی کہانی (۹۶) قابیل کا اپنی توام ہمشیرہ سے شادی نہ ہونے پر اپنے بھائی ہابیل کو رنج عداوت میں ہلاک کرنا +

تیسویں وزیر کی کہانی

(۹۷) حضرت داؤدؑ کا اُریا کی بیوی پر عاشق ہوکر اُریا کو موقعہ جنگ پر قتل کرانے کی تجویز کرنا۔ خداوند کریم کی طرف سے دو فرشتوں کا آکر حضرت داؤدؑ کو ملامت کرنا +

ملکہ کی انتیسویں کہانی

(۹۸) ایک قوی ہیکل جوان کی تنومندی پر بھروسہ کرکے اُسے ملازم رکھنا۔ لڑائی کے موقعہ پر بزدل ثابت ہونا +

ملکہ کی اکتیسویں کہانی

(۹۹) ایک خوجہ کا ایک فرینک سے شطرنج کھیلنا۔ خوجہ کا ہارنا۔ اور تباہی کے کنارہ پر پہنچ جانا۔ اس کی لونڈی کا بازی دیکھکر چال بتانا۔ خوجہ کا اپنے حریف کو مات دینا۔ اور اُس کی کل رقم جیت لینا +

بتیسویں وزیر کی کہانی

(۱۰۰) ایک باغبان کا باغ میں ایک چور کو پکڑنا۔ چور کے منت سماجت کرنے پر چھوڑ دینا۔ باغبان کا قزاقوں کے پنجہ میں گرفتار ہونا۔ اور اسی چور کی مدد سے مخلصی پانا +

چونتیسویں وزیر کی کہانی

(۱۰۱) ایک گڈریا ایک بھیڑ کے بچہ کو ہمیشہ اس لئے مار ڈالا کرتا تھا۔ کہ وہ جلدی جلدی جنتی تھی۔ ایک دن بھیڑ شدت رنج میں پہاڑ سے گر کر اپنی جان دیدیتی ہے +

ملکہ کی چونتیسویں کہانی

(۱۰۲) ایک ایرانی خوجہ کا ایک بغلعی خوجہ اور اُس کے لڑکے سے فریب کرنا +

چھتیسویں وزیر کی کہانی

(۱۰۳) ایک جوان رعنا کا تریا چلتر کی کتاب ہاتھ میں لئے گذرنا۔ اور ایک

عورت کا اُسے بلانا۔ اور مزے اڑانا۔ اس کے خاوند کا آجانا۔ چالاک عورت کا اپنے خاوند کو الّو بنا کر ٹال دینا۔ اور اس جوان سے (جو چھپا ہوا تھا) کہنا کہ اپنی کتاب میں یہ چلتر بھی لکھ لے +

ملکہ کی سینتیسویں کہانی (۱۰۴) ایک وزیر کے لڑکے کا اپنے باپ کی لونڈی پر عاشق ہو کر حرف مدعا زبان پر لانا۔ اور لونڈی کا قطعی انکار سنکر مار ڈالنا +

برنور کے جرمنی ترجمہ سے

ملکہ کی دوسری کہانی (۱۰۵) ایک بادشاہ کا اپنے مشیروں سے دریافت کرنا۔ کہ عاقبت میں سرخرو ہونے کے لئے کیا کرنا چاہیئے۔ مشیروں کا اعمال نیک کی نصیحت کرنا +

ملکہ کی پندرھویں کہانی (حصہ دوم-۱۰۶) ایک افیمی کا اپنے تین ساتھیوں کے تمسخر پر ناراض ہو کر علیحدگی اختیار کرنا +

ملکہ کی سترھویں کہانی (۱۰۷) ایک مرغابی جو اپنے پیارے بچوں کو سانپ سے بچانیکی کوشش کرتی ہے خود بھی موذی سانپ کی بھینٹ چڑھتی ہے +

تیسویں وزیر کی کہانی (۱۰۸) ایک بادشاہ کا اپنے رفع مرض کیلئے ایک لڑکا مول لینا۔ گردن مارتے وقت لڑکے کا موثر تقریر کرنا۔ بادشاہ کا رحم کھا کر چھوڑ دینا۔ اور خدا کے فضل سے صحت پانا +

ملکہ کی تیسویں کہانی (۱۰۹) ایک کنجوس کی بیوی کا سائل کو

کھانا کھلانا۔ کنجوس کا جلکر طلاق دینا۔ عورت کا دوسری شادی کرنا۔ پہلے خاوند (کنجوس) کا محتاج ہو جانا۔ دوسرے خاوند کا وہی فقیر نکلنا۔ جسے اُس نے اُس روز کھانا کھلایا تھا +

تیسویں وزیر کی کہانی

(۱۱۰) ایک عقلمند سوداگر کا اپنی دانائی کی بدولت اول وزیر اعظم اور پھر بادشاہ بن جانا +

— ماخوذ از نسخہ کوبرج ۲

تیرھویں وزیر کی کہانی

(۱۱۱) ایک شیخ کا اپنے مریدوں میں سے ایک مرید کو سفر میں ساتھ لیجانا چاہنا۔ جن مریدوں نے سفر میں آرام دینے کا وعدہ کیا۔ ان کو چھوڑ کر اسے ساتھ لینا جس نے لغزش سے باز رکھنے کا اقرار کیا +

تینتیسویں وزیر کی کہانی

(۱۱۲) شیخ احمد یوسف کے مرید اجنبی لوگوں کو پہلے ترغیب بد دیتے۔ اگر وہ کچے نکلتے تو اور معصیت میں مبتلا ہو جاتے۔ تو یہ انہیں ہلاک کر دیتے۔ شیخ موصوف نے خواب میں حاضر ہو کر تنبیہ کی +

ضمیمہ (ب) میں وہ اختلافات ظاہر کئے گئے ہیں۔ جو ڈی لاکروش کے ترجمہ میں نظر سے گذرے +

ضمیمہ (ج) میں نقشہ کھینچکر مختلف کتابوں میں کہانیوں کی ترتیب ظاہر کی گئی ہے +

داستان چہل وزیر

حمد

حمد و ثنائے بے پایاں اُس خالق انس و جان کو لائق اور سزاوار ہے۔ جس کی عظمت و کبریائی پر غور کرنے سے دیدہ ادراک و چشم بصیرت وا ماندہ و حیران ہے۔ اور جس کے ابدی کمال کی ماہیت کماہی دریافت کرنے سے انسانی خیالات کا محدود حوصلہ وادی ضلالت و ناکامی میں سراسیمہ و سرگرداں ہے۔ اُس کریم کارساز کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے۔ جس کے کریمانہ الطاف کا شکر ادا کرنے سے ترجمان نطق محض قاصر البیان ہے۔ اور جس کی واجب الوجود ہستی کو انسان چراغ عقل یا نور فراست کے ذریعہ سے معلوم کرنے میں اعلیٰ سے اعلیٰ کوشش پر بھی کامیاب نہیں ہو سکتا اور اُس کے جاہ و جلال کے پیادہ کی آواز کو کوئی فرد بشر بذریعہ گوشِ سخن نیوش یا بواسطہ قوت متخیلہ نہیں دریافت و محسوس کر سکتا۔ بعد جس نے علم وسیع کا [illegible] تمام معینات عمومیہ و خصوصیہ کو خواہ ذاتی ہوں یا عرضی۔ گھیر [illegible] معلوم اور غیب کی کنجیاں سب اُسی کے پاس ہیں۔ جن کو سوا اُس [illegible] غیب کے

کوئی فرد بشر نہیں جانتا اور عزت کی لائق اور شایاں بھی وہی ذات یگانہ صفات ہے۔ حمد وثنا کا مصداق وہی حقیقی بادشاہ ہے۔ جس کے سوا کوئی معبود بنانے کے لائق نہیں۔ تمام توحید پرستوں اور ایمانداروں کا بھروسہ اُسی کی عام بخشش اور کرم پر ہے۔ پس اُس کی رحمت کو ہر وقت شامل حال رکھنے کی دعا مانگ کر سچائی اور خلوص سے اقرار کرو۔ کہ کوئی سوائے اس یگانہ ذات و یگانہ صفات کے توصیف واحدانیت کا مستحق اور سزاوار نہیں۔

تمہارا خدا ایسا قادر قیوم ہے۔ کہ حقیقی راحت اور سچی خوشی جس کے آستانۂ جلال پہ ہر وقت سرنگوں وجبہ سا ہے۔ اور اُس کے آستانۂ بخشش پر خاک آسا جبہ شا ہونے کا نام ہی حقیقی راحت ہے۔ جو روحیں دنیا کی مستعار زندگی کو پورا کر کے اُسکے جوار رحمت میں پہنچ چکی ہیں۔ وہ اُسی کی امداد کی روشنی سے روشن اور منور ہیں۔

پس خدا کی رسی کو نہایت مضبوطی اور طاقت سے پکڑو۔ کیونکہ یقیناً تمہارا معبود وہی وحدہٗ لاشریک خدا ہے۔ جو زمین و آسمان و مافیہا کا خالق و مالک ہے۔ اور جس کی ذات کو ہمیشگی اور بقا ثابت ہے۔ زمین و آسمان۔ چاند۔ سورج۔ ستارے دریا پہاڑ وغیرہ سب کچھ ایک وقت میں فنا و نیست ہو جائیگا۔ مگر وہ حیُّ القیّوم خود لایفنیٰ و لایزال ہے۔

نعت

بیشمار درود اور بے حد سلام اس رسول پاک پر ہو جیو۔ جس نے گمراہوں کو سیدھا راستہ بتلایا اور طالبان نجات کو مقاصد خداطلبی سکھا کر عرفان کے اعلےٰ مدارج تک پہنچایا۔ ہر چند اُس خاتم رسالت کو ابلاغ احکام دین و تبلیغ کلمۃ الحق میں بڑی بڑی مصیبتوں کا سامنا پڑا۔ مگر اللہ رے اولوالعزمی کہ ثابت قدمی دکھلائی اور اس استقلال سے کام لیا۔ کہ بڑے بڑے نامی بہادروں کے منہ پھیر دیئے۔ اور ذرا ماتھے پر شکن اور طبیعت میں میل نہ آیا۔ تعالیٰ اللہ۔ کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ اس مستور وحدت خاتم الانبیاء نبی کی کیا شان تھی۔ کوئی جان سکتا ہے۔ کہ یہ قدرت

کی مجسم تصویر اور علم الٰہی کا کامل نمونہ کس نعمت کے اتمام اور کس دین کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا تھا۔ صلوات اللہ علیہ وآلہ واصحابہ واہل بیتہ اجمعین۔

شعر

محمد ستر قدرت ہے کوئی رمز اسکی کیا جانے + شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

سبب تالیف کتاب

حمد و نعت کے بعد امیر المومنین ظل اللہ کی بقاء ملک اور ترقی دولت کی دعا مانگنا رعیت کا فرض ہے۔ وہ دین اور دنیا کا فخر۔ اسلام اور اسلامیوں کا ملجا و ماوا۔ خلیفۃ المسلمین۔ سلطان ابن مراد ابن محمد ابن بایزید۔ خدا اس کے جاں نثار دوستوں کی مدد کرے۔ اور بد خواہ دشمنوں کو غارت کرے۔ یہ رعیت نواز بادشاہ عدل و انصاف کا منبع۔ اور رحم و بخشش کی کان ہے۔ اس کے عدالت و انصاف کے پسندیدہ آثار آفتاب کی طرح دنیا میں روشن اور ظاہر ہیں۔ پس رعیت پر واجب ہے۔ کہ وہ ایسے ستودہ خصال بادشاہ کی بقاء سلطنت کی دعا کو اپنے نمازوں اور وظیفوں میں شامل کریں۔ اور حسب لیاقت و استطاعت آستانہ۔ دولت خانہ شاہی پر تحائف وہدایا پیش کریں۔ اور وہ تحائف علمی ہوں یا دنیاوی۔ اگر دنیاوی سامان کے تحائف پیش کئے جاویں۔ تو اس کی سیاست سلطنت اور اداب حکومت کے شایاں نہیں ہے اس لئے کہ دنیا کے عمدہ سے عمدہ اور بہتر سے بہتر عجیب اور نادر سامان جس قدر سلطنت کے قبضۂ اختیار میں ہیں۔ کسی دوسرے شخص کے پاس موجود نہیں پس ویسے تحائف کا حضور ظل اللہ میں پیش کرنا بے سود اور تحصیل حاصل کرنا ہے پس ظاہر ہوا کہ حضور خلافت پناہی کی خدمت میں عقل و دانائی کی تصنیفات کا ذخیرہ پیش کرنا موزوں اور مناسب ہے۔ اسی ارادہ پہ شیخ زادہ مصنف یہ کتاب لکھی ہے

اور اُس کا نام "باب اربعین صباحین و مسائ" رکھا ہے۔ یعنی چالیس شبانہ روز کی کہانی۔ یہ کتاب عربی زبان میں تھی۔ مگر لطافت اور سخن کی خوبی سے بالکل خالی اور معرا تھی۔ ہم نے اس کو آیات قرآنی و احادیث نبوی و مختلف اشعار و رباعیات حسب موقعہ و دیگر رنگین بیانات سے مزین و مرتب کرکے ایک دلربا نوعروس کی طرح صفحہ قرطاس پر جلوہ گر کیا ہے۔ اگر بادشاہ ذی جاہ اس کو اول سے آخر تک پڑھوا کر مسموع فرمائیگا۔ تو اُس پر منکشف ہو جائیگا۔ کہ شاہان پیشینہ کی داستانیں کیسی عقل اور دانائی کے نتائج سے بھری ہوئی ہیں۔ اور یہ بھی اُس کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ اس بے رحم اور سفاک زمانہ نے کس کس ظلم اور ستم سے بعض اہل زمانہ کو پائمال کیا ہے۔

آغاز داستان

آغاز داستان یوں ہے۔ کہ ایک دن وہ داد گستر پادشاہ یعنی سلطان محمود بن سبکتگین اپنے وزیروں سے باتوں میں مصروف تھا۔ اثناء گفتگو میں بعض عقلمند مشیروں نے موقعہ پاکر سلاطین پیشینہ اور شاہان قدیمہ کا تذکرہ چھیڑا۔ جو اس ناپائدار دنیا میں یکے بعد دیگرے آئے۔ اور انجام کار ناکام چلے گئے۔ اس ذکر پر اُس نیک طینت اور پاک خصلت پادشاہ نے کہ جس کی فیض رسان طبیعت کے آثار دنیا میں شایان تحسین و آفرین ہیں۔ دریافت کیا کہ اُن پادشاہوں کے نام کیا کیا ہیں۔ اس پر ایک دانشمند وزیر نے نہایت ادب سے عرض کیا۔ کہ اُن پادشاہوں کو دنیا سے رحلت کئے ہوئے زمانہ کثیر منقضی ہو چکا ہے۔ کہ اُن کی بے شمار تعداد میں سے مجھے ایک کا بھی نام یاد نہیں۔ صرف اتنا پتہ چلتا ہے۔ کہ فلاں وقت فلاں پادشاہ گذرا ہے۔ سلطان نے فرمایا۔ کیا تم کوئی ایسی پسندیدہ تدبیر

نکال سکتے ہو۔ کہ میرا نام بھی روئے زمین پر بطور یادگار قائم رہے۔ اور قیامت میں بھی نیکنامی سے شہرۂ آفاق رہوں۔ وزیر نے دست بستہ عرض کیا۔ اگر آپ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے ایک عالیشان محل تعمیر کرائینگے۔ تو وہ بھی ایک عرصہ کے بعد زمانے کے زبردست ہاتھ سے بالکل نیست ونابود ہوکر رہ جائے شہرت کی بنیاد کو بھی اپنے ساتھ مسمار کردیگا۔ اور نہ کسی دوسری سرزمین تک اس شہرت کا چرچا پہنچیگا۔ اس لئے اس تدبیر سے حضور کی نیکنامی کی شہرت دنیا میں قائم نہیں رہ سکتی۔ باقی ماندہ حاضر الوقت وزیروں نے بھی اپنی اپنی سمجھ کے موافق شہرت اور نیکنامی حاصل کرنے کی مختلف تدبیریں عرض کیں۔ مگر بادشاہ کو ایک بھی پسند نہ آئی۔ لیکن اس موقعہ پر سلطان کے منظور نظر اور معتقد علیہ غلام ایاز نے بادشاہ سے مودبانہ عرض کیا۔ کہ اگر ظل اللہ کے نام پر کوئی کتاب تصنیف کی جائے۔ تو البتہ بقائے نام وشہرت ودوام کا موجب ہوگا۔ کیونکہ دنیا میں صرف کتاب ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جو ایک ملک سے دوسرے ملک میں جاکر مصنف کو شہرت کا تمغہ حاصل کرادیتی ہے۔ اور جب تک دنیا میں خود باقی رہتی ہے۔ اپنے مرحوم مصنف کے نام کو بھی اپنے ساتھ لئے رہتی ہے۔ ایاز کی اس برجستہ اور مناسب تدبیر نے بادشاہ کے حضور میں باتفاق وزرا شرف قبول حاصل کیا۔ سلطان نے اپنے دربار کے ایک معتمد اور مشہور فاضل فردوسی کو کتاب شاہنامہ تیار کرنے کا حکم دیا۔ یہ ایک بڑا ذہین۔ ذکی اور فاضل شاعر طوس کا رہنے والا تھا۔ اس نے سلطان کے حکم کے مطابق [illegible] نامہ تیار کیا۔ جس میں ساٹھ ہزار بیت ہیں۔ اس میں نامور شاعر [illegible] کی تاریخ کو نہایت دلچسپی سے نظم کیا ہے۔ سلطان نے فردوسی کو فی [illegible] اشرفی انعام دینے کا وعدہ کیا تھا۔ سلطان کا نام اس کے [illegible] سے قیامت تک آفتاب کی طرح چمکتا رہیگا۔ اور یوں دعا [illegible] کا ذکر [illegible] نقل ہے کہ ایک جلیل [illegible]

پادشاہ کی ایک چہیتی ملکہ نے سوتیا ڈاہ سے اپنے سوتیلے بیٹے پر اس کے باپ کے برخلاف دغابازی کا الزام لگایا۔ اور پادشاہ کے غصہ کی آگ کو اس ناکردہ گناہ کے جلانے اور خاکستر کرنے کے لئے مشتعل کیا۔ چنانچہ بادشاہ چالیس دن تک ہر روز بلا غم اپنے بیٹے کے پھانسی دیئے جانیکا حکم دیتا رہا۔ لیکن اس شاہ جم جاہ کے چالیس عاقبت اندیش وزیر باتدبیر تھے۔ ان میں سے ہر ایک اعلےٰ درجہ کا مجوز اور مدبر مانا جاتا تھا۔ اور ہر ایک دریائے فہم و فراست کا لاثانی غواص تھا۔ صبح کے وقت بادشاہ اپنے لخت جگر کو پھانسی پر چڑھانے کے واسطے بھیجتا۔ اور یہ دانا وزیر اپنی اپنی تدبیر سے بادشاہ کو اس ناجائز ارادے کے ارتکاب سے باز رکھنے کے لئے حسب موقعہ ایک نہ ایک عبرت آمیز داستان سنا کر شاہزادے کو پھانسی ملنے سے ہر روز بچا لیتے تھے۔ بادشاہ کا دل بھی اس دلچسپ داستان کے سننے سے نرم اور غصہ فرو ہو جاتا تھا۔ مگر وہ مکار اور چالباز عورت بادشاہ کو آرام لینے نہ دیتی تھی۔ اور ہر شب خلاف واقعہ الزام لگا کر اس کو اس کے نور بصر کے قتل کرنے پر اکساتی تھی۔ اور نہایت چرب زبانی سے شیطان کی طرح دل لبھانیوالے الفاظ میں ایک جعلی کہانی سنا کر اس کی عقل کو زائل کر دیتی۔ چنانچہ اس پُر فریب عورت کے ورغلانے سے ہر صبح اپنے قرۃ العین کو پھانسی دیئے جانے کے واسطے اپنے سامنے بلواتا۔ مگر کوئی نہ کوئی وزیر کوئی دردانگیز قصہ سنا [illegible] اس مظلوم کو پھانسی پا جانے سے بچا لیتا۔ آخر چالیس روز کے بعد پوری تحقی[illegible]ت سے شہزادے کی معصومی اور بے گناہی ثابت ہو کر اس فریبی عور[illegible] جھوٹ اور بہتان ظاہر ہو گیا۔ اور اس کو اس کی افترا پردازی کی کافی سزا [illegible] اور وہ بےقصور شاہزادہ اس الزام سے بری ہو کر اپنے باپ کی انصاف [illegible] قابل عزت ثابت ہوا۔ اور اس روز بادشاہ اس کو محبت کی [illegible]ے لگا۔ چنانچہ اس کتاب میں بادشاہ۔ ملکہ۔ شہزادہ [illegible] وزیروں کی سرگذشت اور ان کی باہمی گفتگو کا ذکر [illegible] لیبیٹی نہیں

اور ملکہ نے چالیس رات میں بادشاہ کو سنائی تھیں۔ تفصیل وار بیان کی جاتی ہیں +

داستان اوّل

کتب تواریخ میں لکھا ہے۔ کہ ایران میں ایک بڑا جلیل القدر شفاقین کے دار الخلافہ کا تخت نشین تھا۔ اور ہفت اقلیم کا خراج اس کے خزانہ عامرہ میں داخل ہوتا تھا۔ اُس کی فیاضی اور لیاقت اور کفایت کی وجہ سے سلطنت کی وسعت بڑھانیوالے سب اوصاف اس میں موجود تھے۔ خدا نے اس کو ایک ہوشیار مقبول صورت بیٹا عطا فرمایا تھا۔ جس کے حسن کے دیکھنے سے لوگوں کی نگاہوں کو چکا چوند ہو جاتا تھا۔ جو شخص اُس کی شکل و شمائل۔ نزاکت و لطافت کو ایک نگاہ دیکھ پاتا بے اختیار کہ اُٹھتا۔ کہ یہ کوئی جادو کی مجسم تصویر ہے۔ الغرض وہ شمشاد بالا سرو دل آرا۔ اس زمانے کے حسن پرستوں کی نگاہ میں (وما ھذا بشرا) کا مصداق بنا ہوا تھا۔ اور ہمیشہ [illegible]ادہ عشاق اُس کی طلب اور جستجو میں رہتے تھے۔ علاوہ حسن صورت کے وہ نازنین لڑکا لیاقت علمی میں بھی طاق۔ ریاضی۔ طبعی۔ الٰہی۔ انشاء۔ املاء۔ تیراندازی چابک سواری میں یگانہ آفاق تھا۔ اس پر اُس کی عصمت اور عفت نے اُس کو اکابر زمانہ کا سرتاج بنایا تھا۔ ہر کہ ومہ میں اس کی پرہیزگاری کا چرچا تھا۔ جب کبھی بادشاہ اس خوشخصال نونہال سلطنت کو دیکھتا۔ تو اپنی خوشی کو ضبط نہ کر سکتا اس اپنے دل کے سرور۔ آنکھوں کے نور کو اپنی حیات اور زندگی کا سرمایہ جانتا تھا۔ اس نوجوان پریچہرہ کی والدہ نہایت ہی حسین اور شکیل عورت تھی۔ ایک دن وہ بیمار ہو گئی بہت علاج معالجہ کیا گیا۔ مگر موت کے زبردست ہاتھ کے سامنے ایک بھی کارآمد نہ ہوا۔ مجبوراً اُس کو کل من علیہا فان کا تلخ اور ناگوار جام موت کے فرشتے کے ہاتھ سے پینا پڑا۔ اس شاہزادے کی ماں کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد

اُس کے باپ نے گردونواح کے اپنے ہم پلہ بادشاہ کی بیٹی سے شادی کرلی۔ وہ عورت آتے ہی اپنے اس سوتیلے بیٹے پر فریفتہ ہوگئی۔ لیکن اُس نے عرصہ تک اپنی محبت کے راز کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھا۔ اور کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا۔ اور اپنے دل میں سوچا کہ سوتیلے بیٹے سے نفس کی طرح ڈالنا کمال درجہ کی بے غیرتی ہے۔ لیکن اس یوسف جمال کے حسن کو دیکھکر اُس کی محبت کی پوشیدہ آگ دن بدن زیادہ سلگنے لگی۔ اور آخر عشق تقلال کے حسن خاشاک سے دبا نہ سکی۔ اور اپنے مطلب براری کے خفیہ مکر آمیز تدبیروں کے سوچنے میں مصروف ہوئی۔ انہیں دنوں شاہزادے کو علم ہئیت اور نجوم کے سیکھنے کے واسطے ایک اُ کر دیا۔ چنانچہ شاہزادہ شب و روز نہایت ذوق و شوق سے مشغول روز اس کامل الفن منجم نے اُس نوجوان شاہزادے کے زائ بغور خیال کر دیکھا۔ کہ چالیس دن کے بعد ایک خطرناک واقعہ ضرو ں آئیگا۔ چنانچہ اس پیش بین منجم نے اس آنے والے وحشت ناک حا کی خبر مختصر الفاظ میں شہزادے کے گوش گذار کر دی۔ وہ اس ناگہانی مصیبت کی خبر سنکر نہایت اندوہگین اور خائف ہوا۔ اس شفیق استاد نے اس شہزادے کو حالت یاس و بیم میں دیکھکر نہایت شفقت سے سمجھایا۔ کہ اس بارہ میں جو کچھ میں تجھ کو بتاؤں اور سکھاؤں اس پر کار بند رہکر اپنی جان بچانے کی کوشش کر۔ [illegible] میری نصیحتوں پر عمل کرنا لازم ہے۔ ورنہ اس مصیبت سے تیری جان بچنے کی صورت نہیں۔ شاہزادہ یہ باتیں سنکر اور بھی خوف زدہ ہوا۔ اس کے چہرہ کا رنگ فق ہو گیا۔ قریب تھا کہ بیہوش ہو جائے۔ [illegible] عرض کیا۔ فرمایئے جو آپ کی مرضی ہو۔ بندہ اس کی تعمیل کرنے کو ہر وقت تیار ہوں۔ استاد نے کہا۔ اے میرے عزیز اس مصیبت کے دفعیہ کا طریق کتب میں اس طرح درج ہے۔ کہ تو چالیس شبانہ روز ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالے۔ اگرچہ ننگی تلوار

تیرے سر پر رکھی جائے۔ اور اُس نے شہزادے کو چند اسمائے مقدسہ الٰہی اور دعائیں یاد کرائیں۔ کہ اُن کو بطور وظیفہ کے پڑھا کرے۔ اور اپنے باپ کی طرف لکھ کر بھیج دے +

استاد یہ کہکر ایک گنبد میں مخفی ہو گیا۔ جب شہزادہ اپنے باپ کے حضور میں پہنچا۔ تو باپ نے ازراہ شفقت دریافت کیا۔ کہ جان من آج تم نے کیا سبق پڑھا ہے۔ شہزادے نے سلطان کے اس سوال کا کچھ جواب نہ دیا۔ دوبارہ سلطان نے استفسار فرمایا۔ میری جان تمہارا استاد کس کام میں مصروف ہے؟ شاہزادہ اس کے جواب پر بھی ساکت رہا۔ تیسری دفعہ سلطان نے پوچھا۔ کہ اے جان پدر آج کیا بات ہے؟ کہ تم میری کسی بات کا بھی جواب نہیں دیتے۔ اس پر بھی وہ خاموش رہا۔ پھر بادشاہ نے اُس کے اتالیق سے کہا۔ کہ اس کو ماں کے پاس لیجاؤ۔ کیونکہ یہ آج کچھ مغموم اور متفکر معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ ماں کی باتوں سے اس کا دل خوش ہو جائے۔ اور رنج دور ہو۔ اتالیق سلطان کے حکم کے موافق شہزادے کو ملکہ خدمت میں لے گیا۔ اور عرض کیا۔ کہ آج شہزادۂ عالمیان کی طبیعت نہائت مغموم اور متفکر ہے۔ حضرت سلطانی سے بھی آج کچھ گفتگو نہیں کی۔ اس لئے بادشاہ سلامت نے ان کو حضور کے پاس بھیجا ہے۔ کہ شائد جناب اس کا کچھ سبب دریافت فرما سکیں۔ یہ سنکر ملکہ نہایت خوش ہوئی۔ اور اتالیق سے کہا۔ تم جاؤ۔ اور مکان خالی کردو۔ تاکہ میں شہزادے سے کچھ دریافت کروں۔ اور ان کے رنج والم دور کرنے کی تدبیر کروں۔ یہ سنکر اتالیق واپس چلا گیا۔ اور ملکہ شہزادہ کے ساتھ اس مکان میں اکیلی رہ گئی۔ اس نے شہزادے کی گردن پیار سے ہاتھ ڈالکر کہا۔ کہ اے میری جان اے میرے پیارے تجھ کو کیا صدمہ پہنچا ہے۔ کہ تو آج اس قدر متفکر ہے۔ جو کچھ تیرے باپ کے قبضہ میں ہے۔ وہ میرے ہاتھ میں ہے۔ اگر تو مجھ سے یکدل ہو جائے۔ اور میری تمنا بر لائے۔ تو میں تیرے غم کو دور کر دونگی۔ یہ سنکر

شاہزادہ خاموش ہو گیا۔ دوبارہ ملکہ نے کہا۔ تو عمر میں نوجوان ہے۔ دیکھ میں بھی جوان اور خوبصورت ہوں۔ مگر تیرا باپ بالکل بوڑھا۔ ناتوان اور نکمّا ہے۔ وہ میرے لائق نہیں۔ مجھے قسم کھا کر اپنی بیوی بنا لینے کا پختہ وعدہ کر لے۔ تو میں تیرے باپ کے قتل کرنے کی تدبیر کروں۔ اور تجھ کو بجائے اس کے بادشاہ بنا کر سریر سلطنت پر بٹھاؤں۔ پہلے میں اس بات کی قسم کھاتی ہوں۔ کہ جو کچھ میں کہہ رہی ہوں وہ نہایت سچے دل سے کہہ رہی ہوں۔ اس میں مکر و فریب کو ذرا بھی دخل نہیں۔ اور میں اپنے اس واثق اور مضبوط عہد محبت کو ہرگز نہ توڑوں گی۔ تو بھی مجھ کو اپنی کنیزی میں قبول کر لینے کا اطمینان اور یقین دلا۔ اور قسم کھا۔ کہ میں اپنے معاہدے کسی حالت میں نہ توڑوں گا۔ شہزادے نے اس پر بھی کچھ جواب نہ دیا۔ پھر ملکہ نے کہا۔ اے میرے پیارے۔ کیا تم یہ چاہتے ہو۔ کہ میں تم کو بتا دوں۔ کہ میں کس طرح تمہارے بوڑھے باپ کو درگور کروں گی۔ سنو۔ شاہی خزانہ میں کئی قسم کی قاتل سمیات موجود ہیں۔ اگر اُن میں سے ذرہ بھر بھی کسی متنفس کو کھلا دیا جائے۔ تو وہ بیمار ہو کر تین ماہ کے عرصہ میں آخرت کو سدھار جائیگا۔ اور لوگوں کو اُس کی موت کا سبب ہرگز تشخیص نہ ہوگا۔ اور کسی کو اس بات کا مطلق شک کبھی نہ ہوگا۔ کہ وہ زہر سے مرا ہے۔ لوگ اُس کی موت کا سبب ایک مہلک بیماری خیال کریں گے۔ اور تم کو بادشاہ بنا دینگے۔ ہر چند تم کو اپنی سوتیلی ماں سے شادی کرنے میں تامل ہوگا۔ اور ہونا بھی چاہیئے۔ کیونکہ بیٹے کا اپنی سوتیلی ماں سے باوجود سخت ناجائز ہونے کے شادی کر لینا نہایت شرم کی بات ہے۔ مگر میں اُس کا آسان طریقہ تم کو بتاتی ہوں۔ کہ تم مجھ کو میرے ملک کی طرف بھیج دینا۔ اور اثناء راہ میں کسی شخص کو مصنوعی رہزن بنا کر میرے لوٹنے کے لئے میرے عقب میں روانہ کرنا۔ تاکہ وہ قزاقانہ لباس میں آ کر رات کے وقت مجھ پر حملہ کرے۔ اور گرفتار کر کے اپنے ہمراہ لے جائے۔ یہ میری گرفتاری کا واقعہ بہت جلد خاص و عام میں منتشر ہو کر شہرۂ آفاق ہو جائیگا۔ اور اس واقعہ کو سنکر

لوگ یقیناً جان لینگے۔ کہ ملکہ اپنے ملک کو جاتے وقت راستہ میں قزاقوں کے ہاتھ سے گرفتار ہوکر ماری گئی ہے۔ اس کے بعد تم مجھ کو اُس کے ہاتھ سے بطور لونڈی باندی کے مناسب قیمت پر خرید لینا۔ اور محلات میں لاکر بعد ادائے رسوم شادی مجھکو اپنی پیاری بیوی بنالینا۔ اس صورت میں یہ بات ظاہر نہ ہوگا۔ کہ میں وہی ملکہ ہوں۔ جو راستہ میں قزاقوں کے ہاتھ سے کھوئی گئی تھی۔ لیکن شاہزادے نے اس بات کو سنکر بھی کچھ اقرار یا انکار نہ کیا۔ بلکہ نقش دیوار کی طرح بت بن گیا۔ ملکہ اس کی اس ادا سے مایوس ہوکر نہایت برہم ہوگئی۔ اور اُس کے ناجائز ارادے کا حوصلہ پست ہوگیا۔ اور بولی۔ آہ میری جان۔ اے میرے پیارے! کیا تو مجھ سے بالکل بات نہ کریگا۔ یہ کہکر بے اختیار شاہزادے کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اس کے رخسار کے بوسہ لینے کی غرض سے زور کیا۔ شہزادے نے اس حرکت سے غضبناک ہوکر ملکہ کے منہ پر ایک طپانچہ اس زور سے رسید کیا کہ اُس کا منہ لہولہان ہوگیا ملکہ کے دل میں اس طپانچہ کی ضرب سے ایک آگ سی لگ گئی۔ اور اُس کے غرور اور نخوت کا شعلہ سینہ میں غضب کی ہوا سے بھڑک اُٹھا۔ چلاکر بولی۔ ارے بیوقوف شاہزادے۔ تجھ پر خدا کی سنوار۔ میں تجھکو بادشاہ بنانا چاہتی تھی۔ تو نے اُس کے صلے میں مجھ سے یہ سلوک کیا۔ کہ میرا منہ خون سے بھر گیا۔ اب میں تیری یہ حرکت تیرے باپ سے بیان کردوں گی۔ وہ اس واقعہ کو سنکر تجھے قتل کرادیگا۔ یہ کہکر اُس مکارہ نے اپنے سر کے بال کھول ڈالے۔ اور اپنا تمام لباس خون آلودہ کرلیا۔ اور شہزادہ اُس کو ایسے غمگین اور پریشان حال میں روتا ہوا چھوڑکر اپنے نج کے کمرہ میں چلا گیا۔ اسی اثناء میں بادشاہ خود بدولت حرم سرا میں یہ سوچتا ہوا آیا۔ کہ وہ ملکہ سے شہزادے کی خاموشی اور سکوت کا سبب دریافت کرے لیکن اس نے اس کو نہایت بدتر حال میں بال بکھرے۔ کپڑے خون آلودہ آنکھیں پُرنم زار و نالاں پایا۔ بادشاہ ملکہ کی یہ ہیئت کذائی دیکھکر حیران

رہ گیا۔ اور سبب دریافت کرنے لگا۔ کہ جلد بتا یہ کیا ماجرا ہے۔ مجھکو انتظار کی برداشت نہیں۔ ملکہ نے جواب دیا۔ کہ تیرا بدذات اور کم نہاد شہزادہ۔ خدا کرتا کہ وہ تیرا بیٹا نہ ہوتا۔ بادشاہ نے کہا۔ آخر کیا ہوا ہے۔ کچھ تو بتاؤ۔ ملکہ نے کہا۔ جب میں نے اس بدسرشت کو محزون اور غمگین دیکھا۔ تو سب آدمیوں کو محل سے باہر نکال کر اُس کے دل کا مخفی دریافت کرنیکا ارادہ کیا۔ اس کو نہائت درجہ کا فکرمند پاکر اس کے غم غلط کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ میں نے پوچھا اے میرے بیٹے! تم کیوں اس قدر غمگین ہو۔ یہ سنکر بُری نیت اور فاسد ارادے سے اپنا ناجائز ہاتھ میری طرف دراز کیا۔ اور میری عصمت پر حملہ کر کے میری خرابی کا خواستگار ہوا۔ مگر میں نے اُس کو روک دیا۔ کہنے لگا۔ تو مجھ سے کیوں بھاگتی ہے۔ دیکھ میں نوجوان اور خوبصورت ہوں۔ میرا باپ نہائت ہی ضعیف اور ناتوان ہے۔ تیرے لائق نہیں اگر تو میری دوست بنکر مجھ سے یکدل ہو جائے۔ اور اس بات کا پورے طور پر مجھ کو یقین بھی دلادے۔ تو میں اپنے باپ کو قتل کر کے تجھ کو اپنی بیوی بناؤنگا۔ اور دولت۔ ملک۔ تاج۔ تخت۔ سلطنت۔ سب ہمارے قبضہ میں ہو جائینگے۔ مگر میں اس بات پر راضی نہ ہوئی۔ وہ اس بات سے رنجیدہ ہو کر میرے قتل پر آمادہ ہو گیا کہ یہ معاملہ بادشاہ کے گوش گذار نہ ہونے پائے۔ میں اس کو اپنے قتل پر مستعد اور مصر دیکھکر اپنی جان بچانے کے واسطے چیخنے اور چلانے لگی۔ اور وہ مجھ کو اس پریشان حالی میں روتا پیٹتا ہوا دیکھکر باہر چلا گیا۔ اے بادشاہ یہ ناہنجار لڑکا بالیقین تیرے قتل کے فکر میں ہے۔ وہ ضرور موقعہ پاکر تجھ کو ہلاک کر کے سلطنت کا مالک بن جائیگا۔ تو اُس کے ہاتھوں سے اپنی جان بچانے کی کوشش کر ورنہ سلطنت کا تخت و تاج تیرے ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ میرے خیال میں اس سے پیشتر کہ وہ موقعہ پاکر تجھ کو قتل کرے۔ تو ہی اُس کو اس جرم کی پاداش میں پھانسی دلوادے۔ تاکہ تو اُس بد اندیش کی شرارت سے اپنی زندگی بھر کے لئے مطمئن خاطر ہو جائے۔ ورنہ تیری جان کی خیر نہیں ہے۔ بادشاہ ملکہ کی زبان

سے یہ بات سنکر سر سے پاؤں تک غصے کے مارے تھرتھرانے لگا۔ رات بھر بادشاہ اس غصے سے کانٹوں پر لوٹتا رہا۔ جب علی الصبح وہ محلات شاہی سے برآمد ہوکر اپنے تخت شاہی پہ بیٹھا۔ تو ناکردہ گناہ شہزادے کو مجرموں کی طرح اپنے سامنے بلوایا۔ اور بے رحم جلاد کے سپرد کرکے حکم دیا۔ کہ اس گردن زدنی ناخلف کو پھانسی پر چڑھا دو۔ لیکن عاقبت اندیش وزیر نے اس حکم کی تعمیل میں دیر کر دی۔ اور تمام وزراء سلطنت کو اس جابرانہ حکم کی اطلاع دی۔ تمام اراکین سلطنت اس کی اطلاع پاکر سر و پا برہنہ دوڑتے ہوئے دربار میں حاضر ہو گئے۔ اور سریر خلافت کے سامنے دست بستہ ہوکر عرض کیا۔ کہ آج شاہزادے پر اس قدر عتاب فرمائے جانے کی کیا وجہ ہے؟ بادشاہ نے شہزادے کے ارادہ فاسدہ کا سارا ماجرا ان کو کہہ سنایا۔ یہ کیفیت سنکر وزیر اعظم نے عرض کیا۔ کہ حضور قرۃ العین سلطنت کو بے قصور قتل نہ فرمائیں۔ محض ایک عورت کے بیان کو سچا جانکر کسی بیگناہ بندۂ خدا کی جان کا ضائع کرنا پیغمبر کی شریعت اور خدا کے حکم کے برخلاف ہے۔ اسلام ہم کو اجازت نہیں دیتا۔ کہ ہم تنہا عورت کی گواہی پہ عمل کریں۔ اگر درحقیقت یہ واقعہ سچا ہے۔ تو چاہیے۔ کہ اور گواہوں کے ذریعہ سے پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے۔ کہ شہزادے کی جانب سے یہ قصور سرزد ہوا ہے۔ اس وقت حضور کو اختیار ہے۔ کہ شہزادے کو اس جرم کی سزا میں پھانسی دیں۔ یا قتل کریں۔ لیکن بلا تحقیقات ایک بے گناہ کا قتل کرنا مقتضائے عدالت نہیں۔ مبادا قتل کے بعد وہ بے جرم ثابت ہو۔ اور حضور کو ہمیشہ کے واسطے کف افسوس ملنا پڑے۔ یہ امر مسلم ہے۔ کہ ملک میں خواہ کسی کی جانب سے فتنہ و فساد یا ظلم و تعدی واقع ہو۔ بادشاہ اس کا ذمہ دار سمجھا جائیگا۔ کیونکہ وہ اس فتنہ اور فساد کے دفع کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ چہ جائیکہ بادشاہ خود ہی خلاف شریعت کام کا مجوز اور بے انصافی سے خونریزی کا مرتکب ہو۔ اگر وہ اس ظلم و ستم کو

دفع نہیں کرتا۔ اور مطلق اُس کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ تو بادشاہ حقیقی اُس کو چار قسم کی مصیبت تکالیف میں مبتلا کر دیتا ہے۔ (۱) ظالم کی عمر کوتاہ کر دیتا ہے۔ (۲) کسی غالب دشمن کو اُس پر مسلط کر دیتا ہے۔ (۳) قیامت کے روز رب العزت ظالموں کو شان قہاری دکھائیگا۔ اور اُن کے ظلم و تعدی کے باعث اُن پر سخت غصہ فرمائیگا۔ (۴) اُن کے لیئے دوزخ کا سخت عذاب مقرر کریگا۔ اس لئے وہ شخص بڑا عقیل اور دانا ہے۔ جو اس پنجروزہ ناپائدار زندگی کے لئے اپنی عاقبت کو خراب نہیں کرتا۔ روائت ہے۔ کہ پیغمبر خدا جب وضو کرنے لگتے تو پہلے مٹی سے تیمم کر لیتے تھے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا حضرت کیا پانی ہوتے بھی تیمم جائز ہے۔ محبوب خدا نے جواب دیا۔ کہ ہاں مجھ کو بے ثباتی دنیا سے اتنا یقین نہیں۔ کہ پانی تک پہنچ سکوں۔ شائد میں پانی تک پہنچنے سے پہلے مرجاؤں۔ پس اے بادشاہ دنیاوی چندروزہ حشمت اور سلطنت پر آپ اپنے آپ کو مغرور نہ کریں۔ اور آپ ہرگز خلاف شریعت حکم دینے پر آمادہ نہ ہوئیں۔ اور اپنی عاقبت کو عورت کو بات پر یقین کرکے خراب نہ کریں۔ کیونکہ عورتوں کے مکر و فریب سے ہزاروں بیگناہوں کے سرتن سے جدا کئے گئے ہیں۔ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے۔ کہ میری امت پر جو تباہی اور مصیبت نازل ہوئی۔ وہ ضرور عورت ہی کے ذریعہ آئیگی۔ شائد حضور نے شیخ شہاب الدین کے قتل کی داستان نہیں سنی؟ اگر حضور حکم دیں تو بندہ اُس کو بیان کرے۔ بادشاہ نے اجازت دیکر ارشاد کیا۔ کہ اس قصہ کو واضح طور سے بیان کرو۔ تاکہ میں اُس کو سنکر اُس کے واقعات اور نتائج پر خوب غور کروں۔

پہلے وزیر کی داستان

ایک روز بڑے بڑے فقیہ اور عالم مصر کے بادشاہ کے دربار میں حاضر تھے۔ آنحضرتؐ کی معراج کی نسبت گفتگو کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا۔ خدائے تعالےٰ نے حضرت کو معراج [illegible] بلا کر سات آسمان آٹھ بہشت اور سات دوزخ اور دیگر عجائبات آسمانی کی سیر کرائی۔ اور اُن کے ساتھ خاص راز کی بے شمار باتیں کیں جب وہ آسمان سے واپس تشریف لائے۔ تو اُنہوں نے اپنے بستر کو ویسا ہی گرم پایا۔ اور کوزے سے سارا پانی ابھی باہر نہیں نکلنے پایا تھا۔ جو جاتے وقت اُن کے سامنے الٹ گیا تھا۔ آنجناب نے تمام سیر سے واپس آکر زمین پر سے لوٹا اٹھایا مصر کا بادشاہ اس بات سے نہایت حیران ہوا۔ اور کہنے لگا۔ یہ واقعات جو تم بیان کر رہے ہو۔ بالکل خلاف عقل اور خلاف قیاس ہیں۔ سات آسمانوں میں سے ہر ایک آسمان کا فاصلہ حسب بیان شریعت پانسو برس کا سفر ہے۔ اس پر تم کہتے ہو کہ آنحضرتؐ [illegible] آسمان اور آٹھ بہشت اور سات دوزخ ایک آن واحد میں طے کر آئے۔ اور نوے ہزار باتیں بھی [illegible] واپس آکر اپنے بستر کو بدستور

گرم پایا۔ اور کوزے کو دیکھا کہ پا [illegible]

باتیں بالکل خلاف قیاس ہیں۔

کہ خدا قادر مطلق ہے۔ اس

ہرگز یقین نہ آیا۔ جب و

پہنچی۔ وہ سنکر فوراً

بادشاہ نے شیخ سے

دریافت کیا۔ اور کہا۔

کر دیتا۔ تو میں خود حاضر خدمت ہو جاتا۔ جناب کو قدم رنجہ فرمانے اور تکان سفر
برداشت کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ شیخ نے فرمایا۔ میں آج آپ سے ایک
خاص معاملہ میں گفتگو کرنے کے لئے آیا ہوں۔ بادشاہ نے کہا میں جناب کے
ارشاد کے لئے ہمہ تن گوش ہوں۔ اس وقت بادشاہ سائبان کے نیچے بیٹھا ہوا
تھا۔ اس کے چار دروازے تھے۔ جن سے جنگل سامنے نظر آتا تھا۔ شیخ نے
فرمایا ان دروازوں کو کچھ دیر کے لئے بند کروا دو۔ بادشاہ نے کے فرمانے کے
مطابق دروازے بند کروا دیئے۔ اور وہ آپس میں کامل ایک منٹ تک باتیں کرتے
رہے۔ بعد ازاں شیخ نے کہا۔ ان میں سے ایک دروازہ کھول جائے۔ چنانچہ
بادشاہ کے حسب الحکم ایک دروازہ کھولا گیا۔ بادشاہ نے نظر اٹھا کر باہر
کی طرف دیکھا تو اس کے سامنے کے میدان میں کل سپاہی ہی سپاہی مسلح
اور ہتھیاروں سے سجے ہوئے نظر آئے۔ ان کی تعداد کا کیا ذ ستاروں کا
شمار کرنا تو آسان۔ مگر اس سپاہ کی تعداد کا پتہ چلانا دشوار تھا۔ وہ آگے بڑھتے
چلے آتے تھے۔ اور ان کے گھوڑے ایک دوسرے کو دبا رہے تھے۔ بادشاہ
تنی کثیر التعداد فوج کو اپنی طرف آتے دیکھ کر گھبرا گیا۔ اور اس کے او ان خطا
گئے۔ اور بے اختیار چلا اٹھا۔ یہ کیسی فوج ہے۔ جاؤ اس کی خ شیخ نے
فرمایا۔ اے بادشاہ ہراساں نہ ہو خاموش ہو کر بیٹھ جا۔ یہ تجھ کو کچھ
اس دروازے کے بند کرنے اور
را دروازہ کھلا۔ اور بادشاہ
تمام مکانات میں آگ
شاہ نے چلا کر کہا حضرت
تہ اس کیلئے کافی اد عمدہ
دوسرا دروازہ بھی بند
ودیا سے جنگل کی طرف

تھا۔ بادشاہ نے دیکھا۔ کہ دریائے نیل سخت طغیانی پر ہے۔ اور اس کا سیلاب قصر شاہی کے قریب پہنچ گیا ہے۔ بادشاہ پانی کے طوفان سے نہائت خوف زدہ ہو گیا۔ اور چلا کر بے اختیار بول اُٹھا۔ کہ حضرت للّٰہ مدد فرمائیے۔ ورنہ میرا مکان بہ جائیگا۔ شیخ نے اُس کے بھی بند کرنے کا ارشاد کیا۔ اور چوتھے دروازے کے کھولنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ بھی کھولا گیا۔ بادشاہ کیا دیکھتا ہے۔ کہ وہ میدان ایک سرے سے دو۔ تک سرسبز اور خوش نما باغات سے رشک گلستان ارم بن رہا ہے۔ دریا میں قرینے کے ساتھ صدہا نہریں وغیرہ نکالی ہوئی ہیں۔ جو باغوں کو سیراب کر رہی ہیں۔ درخت بے بہار پھولوں اور غیر موسم کے پھلوں سے لدے ہوئے ہیں۔ شاخیں بوجھ سے جھوم جھوم کر ہوا کی لہروں سے زمین چوم رہی ہیں ساون کی گھٹا چھائی ہوئی ہے۔ کالے کالے بادل امنڈے چلے آتے ہیں۔ باغ میں طاؤس ہر ایک روش پر ناچ رہے ہیں۔ ایک ٹہنی پر کوئل کوک رہی ہے۔ دوسری پر بلبل چہک رہی ہے۔ بادشاہ نے [illegible] حضرت شیخ سے عرض کی۔ واہ واہ کیا ہی فرحت افزا باغ ہے۔ اس دروازے کو تھوڑی دیر تک کھلا رہنے دیجئے۔ تاکہ جی بھر کر دور سے سیر تو کر لوں۔ چنانچہ کامل ایک گھنٹہ تک وہ اس باغ کو تعجب کی نگاہ سے دیکھتا رہا۔ پھر شیخ نے اس دروازے کو بند کر کے اور چاروں دروازے کھلوا دیئے۔ اب جو چاروں دروازے کھلے تو کچھ بھی نظر نہ آیا۔ شیخ نے فرمایا کہ اب ایک پانی کا ٹب منگاؤ۔ اور اسے پانی سے بھر دو۔ چنانچہ بادشاہ نے شیخ کے حکم کے مطابق ایک ٹب منگوا کر پانی سے بھروا دیا۔ شیخ نے کہا تولیہ کو ہاتھ میں لے کر ایک دفعہ اس پانی میں غوطہ لگاؤ۔ بادشاہ نے شیخ کے حکم کے مطابق اس میں غوطہ لگا کر پانی سے باہر اپنا سر نکالا۔ تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ سمندر کے کنارے ایک عظیم الشان پہاڑ کے دامن میں کھڑا ہے۔ اس نامعلوم مقام کو دیکھکر بادشاہ ہکا بکا رہ گیا اور چلایا۔ کہ شیخ نے جادو سے مجھ کو ویرانے میں ڈال دیا۔

کر دیتا۔ تو میں خود حاضر خدمت ہو جاتا۔ جناب کو قدم رنجہ فرمانے اور تکان سفر برداشت کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ شیخ نے فرمایا۔ میں آج آپ سے ایک خاص معاملہ میں گفتگو کرنے کے لئے آیا ہوں۔ بادشاہ نے کہا میں جناب کے ارشاد کے لئے ہمہ تن گوش ہوں۔ اس وقت بادشاہ سائبان کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چار دروازے تھے۔ جن سے جنگل سامنے نظر آتا تھا۔ شیخ نے فرمایا ان دروازوں کو کچھ دیر کے لئے بند کروا دو۔ بادشاہ ن کے فرمانے کے مطابق دروازے بند کروا دیئے۔ اور وہ آپس میں کامل ایک منٹ تک باتیں کرتے رہے۔ بعد ازاں شیخ نے کہا۔ ان میں سے ایک دروازہ کھول دیا جائے۔ چنانچہ بادشاہ کے حسب الحکم ایک دروازہ کھولا گیا۔ بادشاہ نے نظر اٹھا کر باہر کی طرف دیکھا تو اس کے سامنے کے میدان میں کل سپاہی ہی سپاہی مسلح اور ہتھیاروں سے سجے ہوئے نظر آئے۔ اُن کی تعداد کا کیا ذ ستاروں کا شمار کرنا تو آسان۔ مگر اس سپاہ کی تعداد کا پتہ چلانا دشوار تھا۔ وہ آگے بڑھتے چلے آتے تھے۔ اور اُن کے گھوڑے ایک دوسرے کو دبا رہے تھے۔ بادشاہ ی کثیر التعداد فوج کو اپنی طرف آتے دیکھ کر گھبرا گیا۔ اور اُس کے او ان خطا گئے۔ اور بے اختیار چلا اٹھا۔ یہ کیسی فوج ہے بتاؤ اس کی شیخ نے فرمایا۔ اے بادشاہ ہراساں نہ ہو ۔ خاموش ہو کر بیٹھ جا۔ تجھ کو کچھ

اس دروازے کے بند کرنے اور

سرا دروازہ کھلا۔ اور بادشاہ

تمام مکانات میں آگ

شاہ نے چلا کر کہا حضرت

نکہ اس کیلئے کافی [illegible]

دوسرا دروازہ بھی بند

ہ میلے جنگل کی طرف

تھا۔ بادشاہ نے دیکھا۔ کہ دریائے نیل سخت طغیانی پر ہے۔ اور اس کا سیلاب قصر شاہی کے قریب پہنچ گیا ہے۔ بادشاہ پانی کے طوفان سے نہایت خوف زدہ ہوگیا۔ اور چلا کر بے اختیار بول اٹھا۔ کہ حضرت للہ مدد فرمائیے۔ ورنہ میرا مکان بہ جائیگا۔ شیخ نے اُس کے بھی بند کرنے کا ارشاد کیا۔ اور چوتھے دروازے کے کھولنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ بھی کھولا گیا۔ بادشاہ کیا دیکھتا ہے۔ کہ وہ میدان ایک سرے سے دوسرے تک سرسبز اور خوش نما باغات سے رشک گلستان ارم بنا ہے۔ دریا میں قرینے کے ساتھ صدہا نہریں وغیرہ نکالی ہوئی ہیں۔ جو باغوں کو سیراب کر رہی ہیں۔ درخت بے بہار پھولوں اور غیر موسم کے پھلوں سے لدے ہوئے ہیں۔ شاخیں بوجھ سے جھوم جھوم کر ہوا کی لہروں سے زمین چوم رہی ہیں ساون کی گھٹا چھائی ہوئی ہے۔ کالے کالے بادل امنڈے چلے آتے ہیں۔ باغ میں طاؤس ہر ایک روش پر ناچ رہے ہیں۔ ایک ٹہنی پر کوئل کوک رہی ہے۔ دوسری پر بلبل چہک رہی ہے۔ بادشاہ نے [illegible] حضرت شیخ سے عرض کی۔ واہ واہ کیا ہی فرحت افزا باغ ہے۔ اس دروازے کو تھوڑی دیر تک کھلا رہنے دیں۔ تاکہ جی بھر کر دور سے سیر تو کر لوں۔ چنانچہ کامل ایک گھنٹہ تک وہ اس باغ کو حسرت کی نگاہ سے دیکھتا رہا۔ پھر شیخ نے اس دروازے کو بند کرا دیا اور چاروں دروازے کھلوا دیئے۔ اب جو چاروں دروازے کھلے تو کچھ بھی نظر نہ آیا۔ شیخ نے فرمایا کہ اب ایک پانی کا ٹب منگاؤ۔ اور اسے پانی سے بھر دو۔ چنانچہ بادشاہ نے شیخ کے حکم کے مطابق ایک ٹب منگوا کر پانی سے بھروا دیا۔ شیخ نے کہا تولیہ کو ہاتھ میں لے کر ایک دفعہ اس پانی میں غوطہ لگاؤ۔ بادشاہ نے شیخ کے حکم کے مطابق اس میں غوطہ لگا کر پانی سے باہر اپنا سر نکالا۔ تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ سمندر کے کنارے ایک عظیم الشان پہاڑ کے دامن میں کھڑا ہے۔ اس نا معلوم مقام کو دیکھ کر بادشاہ ہکا بکا رہ گیا اور چلایا۔ کہ شیخ نے جادو سے مجھ کو ویرانے میں ڈال دیا۔

میرا تخت خود چھین لیا ہے۔ یہ سوچتے ہوئے ادھر اُدھر دیکھا۔ چند آدمی پہاڑ پر لکڑی کاٹتے ہوئے نظر آئے۔ یہ اُن کے پاس گیا۔ اور اُن کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیکر بادشاہ سے دریافت کیا۔ تم کون ہو۔ اور کہاں سے آئے ہو۔ بادشاہ نے جواب دیا۔ میں ایک غریب الوطن سوداگر ہوں۔ جس جہاز میں میں سوار تھا۔ بادِ مخالف نے اُس کو غرق کر دیا۔ میں ایک تختہ کے سہارے بچ کر کنارے آلگا اور رفتہ رفتہ یہاں آ پہنچا۔ انہوں نے اس پر ترس کھا کر اپنے کپڑے [illegible] دیئے۔ بادشاہ نے استفسار کیا۔ تم کون ہو اور کہاں سکونت رکھتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ اس پہاڑ کے عقب میں کچھ فاصلہ پر ایک شہر میں رہتے ہیں۔ [illegible] وہ اُن کے ساتھ ہو لیا۔ اور شہر میں گیا۔ بازار کی سیر کرتے کرتے ایک نعلبند کی دکان پر جا پہنچا نعلبند نے اس سے دریافت کیا۔ اے جوان تم کہاں سے آئے ہو۔ بادشاہ نے جواب دیا۔ میں ایک تباہ شدہ سوداگر ہوں۔ جس کا جہاز طوفان میں آکر سمندر میں ڈوب گیا ہے۔ مگر میں اپنی باقی ماندہ زندگی پورا کرنے کے لئے بچ نکلا ہوں۔ یہ سنکر بادشاہ نے اس تجربہ کار بڈھے نعلبند سے ایک امر میں مشورہ کیا۔ بڈھے نے کہا کہ تم اجنبی ہو۔ جاؤ اور غسلخانے کے دروازے پر خاموش بیٹھے رہو اور ہر عورت کو جو وہاں سے گذرے پوچھو کہ کیا وہ شادی شدہ ہے۔ اس شہر رسم کے مطابق جو عورت کہیگی۔ میرا کوئی خاوند نہیں ہے۔ تو اُس کے ساتھ تم کو شادی کرنا پڑیگی۔ وہ اس کے کہنے کے مطابق گیا۔ اور غسل خانے کے دروازے پر چپ چاپ جا بیٹھا۔ اور ہر ایک عورت سے وہی سوال کرنے لگا۔ مگر ہر ایک عورت نے شوہر دار ہونا ظاہر کیا۔ اتنے میں ایک باوقار عورت اس حمام میں آئی۔ جس کی اردلی میں بہت سی خدمتگار عورتیں تھیں۔ بادشاہ نے بدستور اس سے بھی شوہر دار ہونے کا سوال کیا۔ عورت نے جواب دیا میرا کوئی خاوند نہیں ہے۔ اور اتنا کہکر آگے چلی گئی۔ آخر کار [illegible] کی خدمتگاروں میں سے ایک عورت کچھ عرصے کے بعد واپس ہوئی۔ اور اسے ہمراہ لے گئی۔ اس عورت نے بادشاہ سے کہا۔ کہ خدا کے حکم سے

میں تمہاری منکوحہ عورت ہوگئی ہوں۔ بادشاہ اس بات کو سنکر بہت خوش ہوا اور سات برس تک اُس عورت کے پاس تعلق خاوند رہا۔ اس عرصہ میں دو بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ آخر بیکار بیٹھے بیٹھے اسکا جتنا اندوختہ تھا۔ سب ختم ہوگیا۔ اور اب اس کے پاس کھانے کے واسطے کچھ باقی نہ رہا۔ اور نہایت تنگدست ہوگیا اس عورت نے اپنے شوہر سے کہا۔ اے صاحب جاؤ اور کچھ کما لاؤ۔ تاکہ ہم اور ہمارے بچے آسائش [illegible] زندگی بسر کریں۔ بادشاہ اس بات کو سنکر نہایت متفکر ہوا اور اپنے قدیمی دو[illegible] نعلبند کے پاس گیا۔ اور سارا ماجرا اُس کے گوش گذار کیا۔ نعلبند نے پوچھا کہ تجھے کوئی پیشہ بھی آتا ہے یا نہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا۔ میں کوئی پیشہ یا حرفہ نہیں جانتا۔ یہ سنکر نعلبند نے اس کو کچھ پیسے دیئے اور کہا کہ جا ایک رسی خرید کر۔ دوروں میں جا بیٹھ۔ جس کا اسباب اٹھائیگا۔ وہ تجھ کو حق المحنت دو یا تین پیسے دیگا۔ اسی طرح روز مزدوری کر لایا کر۔ تیرے اور تیرے بال بچوں کے کھانے پینے کا کام چلا جائیگا۔ بادشاہ نے اس کی بات پر عمل کیا۔ چونکہ اس کے پاس حصول معاش کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ اس لئے مزدوری کرکے کچھ [illegible] پالتا رہا۔ لیکن بوجھ کے اٹھانے سے اس کے کندھوں پر [illegible] بعض وقت تکلیف پاکر اپنی پادشاہی کے وقت کی آسائش کو یاد کرکے [illegible] حسب اتفاق ایک دن وہ مزدوری کی تلاش میں ادھر ادھر پھر رہا تھا۔ پھرتے پھرتے سمندر کے کنارے جا پہنچا۔ اور غسل کے ارادے سے پانی میں غوطہ لگایا۔ جب غوطہ لگا کر باہر نکلا۔ تو اپنے آپ کو اپنے شاہی خیمہ میں جہاں سے وہ گیا تھا موجود پایا۔ اور شیخ اس کی طرف بیٹھا ہوا دیکھ رہا تھا۔ اس نے شیخ سے کہا۔ اے شیخ کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا۔ اور کیا تو پیغمبر کے سامنے شرمسار نہ ہوگا۔ شیخ نے جواب دیا کہ اے سلطان آپ کیوں ناراض ہوتے ہیں۔ تم نے تو صرف ایک لحظہ کے واسطے غوطہ لگانے کے لئے پانی میں سر ڈالا تھا۔ اور فوراً اسی وقت باہر نکل آئے۔ اگر تم کو یہ بات یاد نہیں ہے۔ تو اپنے نوکر چاکروں سے دریافت کر لیجئے۔ وہ

بدستور اس وقت تک تمہارے منتظر کھڑے ہیں۔ جب اُس نے نوکروں سے دریافت
کیا۔ تو اُنہوں نے بھی شیخ کے قول کی تصدیق کی۔ بادشاہ حیران ہو گیا۔ اور کہنے
لگا میں سات برس کامل تک تخت سے علیحدہ رہا ہوں۔ اور سخت پریشان ہو کر
دربدر پھرا ہوں۔ تم لوگوں کو کیا معلوم ہے۔ جس پر گذرے وہی جانے اُس نے
شیخ کو قتل کرانیکا ارادہ کر لیا۔ شیخ اس بات کو فراست سے تاڑ گیا۔ اور فرمایا اے
بادشاہ اس ٹب میں کیا دھرا ہے میں خود اس میں غوطہ لگا دوں۔ یہ کہکر شیخ نے
بادشاہ کے ہاتھ میں سے تولیہ لے لیا۔ اور ٹب کے پانی میں [illegible] لگایا۔ بادشاہ نے
جلاد کو اشارہ کیا۔ کہ جونہی شیخ ٹب سے غوطہ لگا کر سر باہر نکالے۔ اس کا سر قلم
کر دینا۔ لیکن جب شیخ پانی کے اندر ہی اندر ملک شام کی طرف چلا گیا۔ اور وہاں
سے بادشاہ کے نام ایک چٹھی لکھی۔ جس کا مضمون یہ تھا۔ اے بادشاہ ہم اور
تو ایک ادنےٰ درویش لکھتے ہیں۔ جب تو نے غسل کرنے کے لئے ٹب میں غوطہ لگایا
تو پہلے اس سے کہ تو اپنا سر پانی سے باہر نکالے۔ سات برس کا عرصہ گذر گیا۔ اور
ساری تکلیفیں تجھکو نظر آگئیں۔ کیا تو اس بات پر تعجب کرتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ اپنے
حبیب کو آن واحد میں اٹھارہ ہزار عالم دکھا دیئے۔ اور پیغمبر نے اپنی واپسی پر
اپنے بستر کو گرم پایا۔ اور کوزے سے ابھی سارا پانی بھی نہیں بہ چکا تھا۔ چونکہ
تو پیغمبر کی معراج سے انکاری تھا۔ اس لئے میں نے تجھ کو معراج کے مسئلہ کا
پورا ثبوت دیدیا۔ تا کہ تیرے دل میں کسی قسم کا شک باقی نہ رہے۔ میری غرض یہ
تھی کہ تو خدا تعالیٰ کی قدرت اور طاقت کا شک نہ کرے۔ جب بادشاہ نے یہ چٹھی
پڑھی۔ تو اسکا یقین معراج کے بارے میں پختہ ہو گیا۔ مگر وہ تکلیفیں جو اسکو شیخ کی
معرفت پہنچی تھیں۔ اُن کو ہرگز نہ بھولا۔ اس نے ملک شام کے حاکم کو پروانہ لکھا۔ کہ
شیخ کو گرفتار کر کے اور اس کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیجدو۔ اس پروانہ کے پہنچنے پر
شام کے حاکم نے شیخ کے گرفتار کرنیکا حکم دیا۔ چونکہ شیخ شہر سے باہر ایک پہاڑ کے
غار میں چھپا تھا۔ اسلئے اس نے چند پیادے اسکی گرفتاری کے لئے اس غار میں

بھیجے۔ جب وہ غار کے قریب پہنچے۔ تو اُن کو بیشمار مسلح سوار غار کے دروازے پر نظر آئے۔ جنھوں نے انکو شیخ کے پاس جانے سے روک دیا۔ پیادوں نے واپس ہوکر اُس کی خبر شام کے حاکم کو پہنچائی۔ بادشاہ نے وزیروں سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ وزیروں نے کہا کہ یہ تجویز مناسب ہے۔ کہ اول شیخ سے دوستی پیدا کیجاوے اور اُس کے پاس خوبصورت کنیزیں بھیجی جاویں۔ اور اس کیساتھ ایک مکار عورت بھی بھیجی جاوے۔ وہ شیخ کی طبیعت میں رسوخ حاصل کرکے اس بات کی منتظر رہے۔ کہ کس وقت حالت جنب میں ہوتا ہے۔ اُسوقت ہم کو اطلاع دے۔ ہم اُسکو گرفتار کرینگے۔ پس اس تجویز کے مطابق حاکم شام نے شیخ کی خدمت میں ایک عرضی لکھکر اپنے حسن عقیدت کا اظہار کیا۔ اور چند پچہرہ کنیزیں بطور تحفہ روانہ کیں۔ اور ان کیساتھ ایک عیار عورت بھی بھیجی۔ قضا الٰہی سے شیخ اُس وقت اپنی غار سے بہت فاصلہ پر تھا۔ اُس نے چند راتیں ان کنیزوں میں گذاریں۔ اور اُن سے بہت خوش ہوا۔ ایک دفعہ شیخ ایک کنیز کے ساتھ ہمبستر ہو رہا تھا۔ کہ اُس عورت نے جتنا پانی تھا سب پھینک دیا۔ جب شیخ فارغ ہوکر حسب معمول غسل اور طہارت کے واسطے تلاش کرنے لگا۔ تو اُس کو پانی نہ ملا۔ عورت نے کہا آپ ذرا صبر کریں۔ میں پانی لائے دیتی ہوں۔ یہ کہکر وہ باہر چلی گئی۔ اور حاکم شام کے پیادوں کو جو اُسی وقت کے منتظر تھے۔ اپنے ساتھ لے آئی۔ شیخ نے جب اُن کو دیکھا۔ تو اُس پر سارا ماجرا منکشف ہوگیا۔ پیادوں نے اندر گھسکر شیخ کو شہید کر ڈالا۔ پہلے وزیر نے یہ قصہ بادشاہ کو سناکر کہا۔ کہ اے بادشاہ غور کر کہ عورت کے مکر و فریب سے شیخ شہاب الدین جیسا لائق شخص ناحق مقتول ہوگیا۔ خبردار کبھی اپنی عورت کے کہنے سے اپنے بیٹے کو قتل نہ کرنا۔ ورنہ آخرکار تجھ کو اپنی غلطی پر نادم اور پشیمان ہونا پڑیگا۔ بادشاہ نے اس کی بات کو سنکر اس کی صلاح کو نہائت پسند کیا۔ اور پھر شاہزادے کو اپنے سامنے بلواکر حقیقت حال کو مفصل دریافت کیا۔ کہ سچ سچ بتلا۔ تیرا اور ملکہ کا صحیح صحیح کیا معاملہ ہے؟

شاہزادے نے اپنے منہ سے سکوت کی مُہر نہ توڑی۔ اور اپنے استاد کو

کرنے لگا۔ لیکن وہ اس کو کہیں نہ ملا۔ وزیر نے کہا یہ معاملہ کل تک ملتوی رکھا جائے ممکن ہے کہ اس عرصہ میں حق ظاہر ہو جائے۔ بادشاہ نے اپنے فرزند ارجمند کو قید خانہ میں بھیجدیا۔ اور خود شکار کو چلا گیا۔ جب شام ہوئی تو بادشاہ محل سرا میں واپس آیا۔ ملکہ نے اس سے خلوت میں شاہزادے کے قتل کا ماجرا دریافت کیا۔ بادشاہ نے جواب دیا۔ کہ آج میں نے اس معاملہ کو ملتوی کر دیا ہے۔ ملکہ نے کہا اے بادشاہ تو اس کے قتل میں توقف کرتا ہے۔ حالانکہ تو جانتا ہے کہ رو آدمی کبھی بھی سیدھے راستہ پر نہیں آ سکتا۔ داناؤں نے کہا ہے کہ انسان کا دل ھانیوالے دو دشمن ہیں۔ ایک مال دوسرے اولاد۔ کیا وہ کمینہ بدذات لڑکا تیرا دشمن نہیں ہے۔ جس نے خیانت کا ہاتھ اپنی سوتیلی ماں تک بڑھایا۔ اور تیرے بھی قتل کرنے پر آمادہ ہے۔ میں نے اس کی ایسی پرورش کی تھی۔ جیسے کوئی پرند جانور اپنے بچوں کی کرتا ہے۔ مگر اس نے جوان ہو کر اپنے ماں باپ کے ساتھ ایسا ناجائز سلوک کرنیکا ارادہ کیا اور مجھ سے اس دغابازی سے پیش آیا۔ گویا کہ میں نے ایک کتے کے بچے کی پرورش کی۔ مگر جب وہ پرورش پاکر پورا کتا ہو گیا۔ تو اس نے میرے ہی پاؤں کو کاٹا۔ پس اے بادشاہ یہ نوجوان شہزادہ ایک کتے کے مانند ہے۔ جو عنقریب اپنے پالنے والے کو کاٹے گا۔ تو خود انصاف کر۔ کہ وہ ملک کے غربا کی دوشیزوں سے کیسا سلوک کریگا۔ اس بدکار نوجوان کی کہانی ٹھیک اس بادشاہ کے بیٹے کی کہانی کے مشابہ ہے۔ جو پہلے درجہ کا بدکار تھا۔ اور فسق و فجور میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا۔ شائد اس کا قصہ بادشاہ کے گوش گذار نہیں ہوا ہے۔ بادشاہ نے کہا اسکا کیا ماجرا ہے۔ ملکہ نے بیان کیا۔

ملکہ کی پہلی داستان

بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک عظیم الشان بادشاہ تھا۔ اور اس کا صرف ایک لخت جگر تھا

بادشاہ نے اس کو کسب اخلاق اور ہنر سیکھنے کے لئے ایک نیک چلن اتالیق کے سپرد کیا اور حکم دیا۔ کہ اگر شاہزادہ شوخی یا شرارت کرے۔ تو اُس کو بے خوف و خطر سزا دینا۔ اگر تم اُس کی تنبیہ اور تادیب میں قصور کروگے۔ تو تم سے سخت بازپرس ہوگی۔ اسلئے اُستاد اُسکو تھوڑے سے قصور پر بھی سنگین سزا دیا کرتا تھا۔ اور خود بادشاہ بھی کبھی کبھی کسی قصور پر اُسکو قید خانہ میں بھیجدیتا تھا۔ اور بسا اوقات اُسکو دن دن بھر بھوکا اور پیاسا رکھا جاتا تھا۔ جب بادشاہ سے کوئی اسکا سبب استفسار کرتا۔ تو بادشاہ جواب دیتا۔ کہ وہ میرے بعد بادشاہ ہوگا۔ اور اکثر لوگوں کو قید کریگا۔ اور انکو اُنکے جرموں کے پاداش میں سزائیں تجویز کریگا۔ لہذا اسکو پہلے ہی سے اس تکلیف کا ذائقہ چکھا دیا جاتا ہے۔ تاکہ دوسروں کی تکلیف کی رعائت رکھے چنانچہ جب عنان حکومت اس لڑکے کے ہاتھ میں آئیگی۔ تو وہ غربا اور عاجزوں کی حاجات کو بخوبی سمجھ جائیگا۔ اور مفلسوں اور بیکسوں پر ترس کھایا کریگا جسکی وجہ سے اسکا عہد حکومت انصاف اور عدل پر مبنی ہوگا۔ وہ عاشق کہ جس نے درد کی تکلیف برداشت نہیں کی۔ خوشی اور راحت کی قدر نہیں جانتا ہے۔ کیونکہ وہ نہ ہی دردناک حالت کا اندازہ کرسکتا ہے۔ اگر وہ اسوقت تجربہ حاصل کرکے اور تکلیف برداشت کرکے تربیت اور تعلیم و تواضع اور حلم حاصل کرلیگا۔ تو آئندہ نہ صرف ہمارے لئے بلکہ اپنی ذات کے لئے بھی ہمیشہ کو مفید ثابت ہوگا۔ اور خدا اُس پر رحم کریگا۔ اور وہ لوگ اُسکو مبارک اور نیک نفس خیال کرینگے۔ ان دنوں اس بادشاہ اور دوسرے ملک کے بادشاہ کے مابین خصومت رہا کرتی تھی۔ اس بادشاہ کا بھی ایک حسین لڑکا تھا اور مثل اسکی اُسکے واسطے بھی ایک لائق اتالیق علم و ادب سکھانیوالا مقرر کیا گیا لیکن اس بادشاہ نے اُستاد اور اتالیق سے کہہ رکھا تھا۔ کہ شاہزادہ عالمیان کو ہرگز مار پیٹ نہ کیجائے۔ اور نہ کوئی اس کا دل دکھانیکی کوئی بات کرے۔ ورنہ میں اُسکو سخت سزا دونگا۔ جب بادشاہ نے استادوں کو یہ حکم سنایا۔ تو کسی استاد کو اس شاہزادے سے ایک لفظ کہنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ ہر چند وزیروں نے فہمائش کی۔ کہ اس لڑکے کو

اس قدر آزادی دنیا اسکی آئندہ زندگی کے لئے نہائیت مضر ہے۔ مگر مغرور بادشاہ نے ایک بھی نہ سنی۔ اور اس آزادی ملنے سے اس نوجوان لڑکے نے دنیا بھر کی کل بری عادتیں سیکھ لیں۔ جب وہ بڑا ہوا۔ اور حد بلوغ تک پہنچا۔ تو اراکین سلطنت اور اعیان مملکت کے لڑکوں سے بگڑنا شروع کیا۔ جو نوجوان اس کے مزاج کے خلاف ایک لفظ بھی اپنے منہ سے نکالتا۔ اس کو فوراً قتل کرا دیتا۔ اس ظلم و تعدی سے لوگ نہائت پریشان ہو گئے۔ اور سب نے ملکر بادشاہ کے حضور میں شہزادے کی بے اعتدالیوں کی شکائت کی۔ بادشاہ نے اس کو سمجھایا۔ کہ یہ خراب عادتیں ترک کر دے۔ مگر اس چکنے گھڑے پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ اور وہ بدستور اپنی دلی خواہشیں پوری کرتا رہا۔ آخر ایک رات کسی بات سے ناراض ہو کر اس نوجوان نے اپنے باپ کے خنجر مارا۔ اور اس کو قتل کر کے دوسرے روز خود بادشاہ بنگیا۔ اور اس نے اپنے عہد حکومت میں بڑی بے رحمی اور بے انصافی سے سینکڑوں بیگناہوں کے ناحق خون بہائے۔ اور رات دن وہ بدکاریوں میں مشغول رہنے لگا۔ جب وہ نشے میں اپنا تیر و کمان اٹھا لیتا تھا تو بیچارے شریفوں کے لڑکے لڑکی کو اپنی جان بچانے کا کوئی ذریعہ نہ دکھائی دیتا۔ اور وہ بے گناہ اس کے ظلم کے تیروں کا نشانہ بن کر اپنی جان عزیز کو مجبوراً ناچار نذر کر دیتے۔ اور جو شریف اس وقت اسکے گرد و پیش کھڑے ہوتے ان کی چھاتی میں تیر مارتا۔ اور اپنے پاس والوں سے اپنے اس ظالمانہ فعل کی داد چاہتا۔ اگر کوئی رحمدل شامت کا مارا یوں کہتا کہ آپ نے یہ ظلم کیا ہے۔ کہ بیگناہ کو تیر سے چھید کر مار ڈالا ہے۔ تو اس کے ہاتھ پس پشت بندھا کر اسے کوڑے لگواتا اور اسکو ایسا سخت عذاب دیکر قتل کرتا۔ کہ کسی انسان کا زہرہ نہیں جو اسکو سن سکے۔ بیگناہوں کا قتل کرنا اس کی عادت میں داخل ہو گیا تھا۔ جب خرید و فروخت کی غرض سے گھوڑے پر سوار ہو کر مارکیٹ کی طرف جاتا۔ تو خریداروں کا ہجوم دیکھ کر ان پر تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دیتا جس سے اکثر مظلوم دائمی نیند سو جاتے۔ رعایا کا اسکے ظالمانہ برتاؤ سے ناک میں دم آگیا تھا۔ وہ ستم رسیدہ لوگ اسکے باپ کو سینکڑوں بد دعائیں دیتے تھے

کیونکہ اُس کے ناعاقبت اندیش باپ نے اسے رحم اور انصاف اور عدالت اور شفقت
کے طریقے نہیں سکھائے تھے۔ آخرکار امراء اور رعایا نے اس سے برگشتہ ہوکر پوشیدہ
طور سے مشورہ کیا اور اس نیک نہاد شریف مزاج۔ خداترس بادشاہ کو ایک عرضی
لکھی کہ اے بادشاہ تو ہم مظلوموں کی حمائت کر اور اس خونخوار ظالم کے سرپنجہ عذاب
سے ہم کو نجات دلا۔ اور جہانتک ممکن ہو سکے اس کام میں عجلت کر اور توقف کو
کام میں نہ لا۔ اور جلدی اپنے شہزادے کو فوج دیکر اسطرف روانہ کر جب وہ یہاں
پہنچ جائیگا۔ تو ہم فی الفور اس ظالم کی اطاعت ترک کرکے اس کے حلقہ بگوش۔ اور
فرمانبردار بنجائینگے۔ اور اسکی تابعداری کرینگے۔ بلکہ اس سفاک ظالم کو گرفتار کرکے
تیرے شہزادے کے حوالے کر دینگے۔ اور یہ ملک باسانی اسکے ملازموں کے قبضے
میں آجائیگا۔ ہم حضور کے شہزادہ عالم کی نیک نہادی کے اوصاف سن چکے ہیں۔
اے دادگستر پادشاہ خدا کے واسطے جلدی ہماری مدد کر۔ بادشاہ نے اُنکی عرضی
کو نہائت غور سے پڑھا۔ اور سمجھ لیا۔ اور حسب خواست اُنکے فوراً اپنے شہزادے کو
ایک کثیر التعداد فوج دیکر اس ظالم بادشاہ کی گرفتاری کیلئے اس ملک کی طرف
روانہ کیا۔ جب شاہزادہ اس ملک میں اپنا لشکر لیکر پہنچ گیا۔ عام باشندگان ملک نے
اس ظالم بادشاہ سے منحرف ہوکر اس جدید آنیوالے عادل اور منصف بادشاہ کو اپنا
مالک اور فرمانبردار تسلیم کر لیا۔ اور اپنے سابق ظالم بادشاہ کو گرفتار کرکے اس شہزادے
کے سپرد کر دیا۔ شہزادے نے حکم دیا۔ کہ اسکے دونو ہاتھ پشت پر باندھکر اس شخص
کے حوالے کر دیا جائے۔ جسکے باپ کو اُس نے ناحق قتل کیا ہو۔ چنانچہ ایک شخص کے
حوالے کرکے حکم دیا گیا۔ کہ جس طرح اس نے تیرے والد کو قتل کیا ہے۔ اسی طرح تو بھی
اس کو قتل کر۔ یہ حکم سنکر اُس نوجوان نے ایک چابک اٹھا لیا۔ اور اُس ظالم بادشاہ
کی پشت پر مارنا شروع کیا۔ وہ نخوت اور غرور کا بھرا ہوا بادشاہ چلانے لگا۔ اور
خدا کے واسطے دینے لگا۔ کہ ایک لمحہ بھر کیلئے مجھے وقفہ دو۔ کیونکہ میں کچھ کہنا چاہتا
ہوں۔ انہوں نے اُس کی آرزو کے موافق قدرے اُس کو وقفہ دیا۔ تو اُسکی زبانی

یہ الفاظ نکلے۔ اے خدا! بیشک میں نے دنیا میں آکر تیرے بندوں پر ناحق اور ناروا ظلم کیا ہے۔ اگر مجھکو معلوم ہوتا۔ کہ اس مار پیٹ کا موت کا سا عذاب ہے۔ اور موت کے عذاب کی یہ تلخی ہے۔ تو میں ہرگز کسی کو ایک لاٹھی بھی نہ مارتا۔ میرے باپ پر لعنت ہو کہ جس نے مجھکو بچپن میں نیک چلنی کی تعلیم نہ دی۔ اور میری ناشائستہ حرکتوں پہ مجھکو ملامت نہ کی۔ اگر وہ مجھ کو ایسے بُرے افعال کے ارتکاب سے باز رکھتا اور میرے باز نہ آنے پہ مجھکو سخت سزا دیتا تو مجھ کو موت کا عذاب معلوم ہو جاتا۔ اور میں کسی کو کچھ ضرر نہ پہنچاتا۔ اور لوگ میری نیک چلنی کے باعث امن سے زندگی بسر کرتے اور میں اس عذاب میں اپنی رعایا کے ہاتھ سے مبتلا نہ ہوتا۔ یہ کہکر وہ رونے لگا اور دست بستہ درخواست کی۔ مجھکو نہ مارو۔ لیکن شاہزادہ جواں بخت نے جلاد کو بلوا کر اس کے سر قلم کرنیکا حکم دیا۔ اور اُس کی معذرت پر مطلق توجہ نہ کی۔ یہ شاہزادہ اپنے نیک سلوک اور اپنے والد اور استاد کی تربیت اور تعلیم کے نتیجہ سے تمام ملک میں ہر دلعزیز ہو گیا۔ اور اُس نے انصاف سے ایسا برتاؤ کیا۔ کہ لوگ اسکی سلطنت کو سلطنت خادم الحفیظ کہنے لگے۔ اور اس کمبخت بدنصیب بادشاہ نے چونکہ طفولیت میں تربیت اور تعلیم نہیں پائی تھی۔ اور نیک عادت کا بیج اس کے دل میں نہیں بویا گیا تھا۔ اس لئے اس نے پہلے اپنے والد ماجد پر ہاتھ صاف کیا۔ اور آخر میں اس تلخی کا پیالہ اُسکو بھی نوش کرنا پڑا۔ اے بادشاہ یہ قصہ میں نے اس لئے سنایا ہے۔ اس بداندیش نوجوان نے اس ظالم بادشاہ کی طرز اختیار کی ہے۔ اور اُسی کے نقش قدم پہ چلنے لگا ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ باوجودیکہ آپ اس سے مخاطب ہوتے ہیں۔ اور وہ اسقدر بے اعتنائی کرتا ہے۔ کہ جواب تک نہیں دیتا۔ چونکہ اب تک استاد کی مار سے بچا ہوا ہے۔ اور کسی طرح کی گوشمالی نہیں پائی۔ اسلئے اخلاق حسنہ اُسکی طبیعت میں راسخ نہیں ہوئے۔ اور مفید اخلاقی تعلیم کے نہ حاصل کرنے سے اپنے باپ سے باغی ہو گیا۔ اور اپنی سوتیلی والدہ پر ناجائز ہاتھ اُٹھایا۔ کیا اس سے بھی بڑھکر اور کوئی جرم ہو سکتا ہے۔ میں

تجھ کو نہایت ہی ہمدردی سے مشورہ دیتی ہوں۔ کہ اس نابکار بداطوار ناہنجار کو فوراً قتل کرا دے۔ اگر تجھے اپنی زندگی منظور ہے۔ تو اسکو زندہ نہ چھوڑ۔ ورنہ اسکا خمیازہ بھگتیگا۔ اور آخرکار کف افسوس ملیگا۔ کیونکہ بالیقین فرصت پاکر یہ تجھکو زندہ نہیں چھوڑیگا۔ اور سلطنت کو درہم برہم کر دیگا۔ اور تیری تمام نیکنامی کو خاک میں ملادیگا۔ جب بادشاہ نے یہ بات ملکہ کی زبانی سنی۔ تو اُسکو اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور بیگناہ شاہزادے کے قتل کر لینے پر آمادہ ہو گیا۔ اور اسی سوچ میں اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ جب صبح ہوئی۔ اور چاروں طرف آفتاب کی روشنی پھیلی۔ تو بادشاہ نے تخت پہ جلوس کیا۔ اور جلاد کو حکم دیا۔ کہ شاہزادے کو پیش کرے۔ وہ پابزنجیر تخت سلطنت کے سامنے کھڑا کیا گیا۔ بادشاہ نے حکم دیا۔ کہ فوراً اس کو قتل کر دو۔ اتنے میں دوسرا وزیر دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ اور نہایت ادب اور انکسار سے عرض کرنے لگا۔ اے بادشاہ بغیر سوچے سمجھے ایک غلط خیال کی پیروی نہ کر۔ خدا نے فرمایا ہے۔ کہ جو کوئی کسی بیگناہ کو تکلیف دیتا ہے۔ یا جو کوئی لوگوں کے ذخیرے اور جانوروں کے چارے میں آگ لگاتا ہے۔ وہ بالکل نا انصاف ہے۔ معاملہ فہم بادشاہوں کا فرض ہے۔ کہ وہ کسی کی بات کا بلا ثبوت یقین و بلا تحقیق باور نہ کریں۔ اور نہ کسی خود غرض کے دھوکہ میں آئیں۔ اور کسی کے بہتان اور افترا پر یقین کر کے کسی بے گناہ کو ایذا نہ دیں۔ تاکہ انجام کار ندامت نہ حاصل ہو۔ ایک کمزور عقل کا آدمی فیصلہ کرتے وقت موقعہ کو ہاتھ سے کھو دیتا ہے لیکن بردبار اور متحمل انسان مآل اندیشی کر کے موقعہ کا خیال رکھتا ہے۔ خدا نے فرمایا ہے۔ کہ جو لوگ جانتے ہیں۔ انجان کی برابر نہیں ہو سکتے۔ تو کبھی دیدہ و دانستہ انجان نہ بن۔ اور ان باتوں کی طرف خوب غور کر۔ کہ آخری زمانہ میں جھوٹوں کی تعداد سچوں سے زیادہ ہو گی۔ شارع علیہ السلام کا یہ قول ہے۔ اس کا ماننا ایمان کی دلیل ہے۔ کہ قیامت کے زمانے پیشتر جھوٹے سچوں کے کان کاٹا کرینگے۔ تم کو اس سے بچنا لازم ہے۔ اے منصف مزاج بادشاہ یہ شایان داب سلطنت نہیں۔ کہ جھوٹے اور

سچ میں تمیز نہ کی جائے۔ کیونکہ عورتوں کے جھوٹ اور مکر سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ یہاں تک کہ اگر ان میں سے ایک کے صرف بڑے انگوٹھے کی طرف نظر کی جائے تو اس میں سے بہت مختلف مکر فریب بھرے ہوئے نظر آئینگے۔ عورتوں کے مکر کی کہانیاں بیشمار ہیں۔ اگر بادشاہ حکم دے۔ تو مشتے نمونہ خروارے ظاہر کروں۔ بادشاہ نے حکم دیا۔ بیان کر ◆

دوسرے وزیر کی داستان

ہندوستان میں ایک سوداگر تھا۔ جس کی عورت نہایت حسین اور مہ جبین تھی اس عورت کا ایک رازدار دوست تھا۔ (خدا سننے والوں کو محفوظ رکھے) سوداگر بازار سے ایک طوطا خرید کر گھر میں لایا۔ جو نہایت فصیح و بلیغ شکریں مقال شیریں گفتار تھا جب وہ طوطا اپنی میٹھی میٹھی باتوں سے لوگوں کے دل لبھایا کرتا تھا۔ تو سوداگر اسکی شیریں آواز اور نکتہ سنجی سے باغ باغ ہو جاتا۔ ایک دن حسب اتفاق خواجہ کہیں چلا گیا تھا۔ رات بھر گھر کو نہ آیا۔ اس عورت نے شوہر کی عدم موجودگی میں اپنے آشنا کو گھر میں بلایا۔ اور تمام رات اس سے گلچھرے اڑاتی رہی۔ اور اپنی خواہشات نفسانی جی بھر کر پورا کیا۔ طوطا پنجرے میں اس کی تمام ناجائز حرکتوں ناشائستہ فعلوں کو دیکھتا رہا۔ جب صبح نے سیاہ کار شب کا پردہ پھاڑا۔ تو وہ نوجوان چمپت ہو گیا۔ اور خواجہ اپنے محل سرا میں واپس آیا۔ جونہی طوطے نے اپنے آقا کا منہ دیکھا۔ تو چلانے لگا۔ اے خواجہ تیری منکوحہ ایک جوان کے ساتھ رات بھر عیش و عشرت میں مصروف رہی۔ خواجہ نے طوطے کی زبان سے یہ بات سنکر اپنی عورت سے دریافت کیا کہ اے نابکار تجھ پر خدا کی پھٹکار ہو۔ سچ بتا یہ کیا حرکت ہے۔ عورت نے جواب دیا یہ کیسی حماقت ہے۔ کہ تو ایک پرند کی بات پر یقین کرتا ہے۔ اور

اس کو سچ مانتا ہے۔ تو نے گھاس تو نہیں کھائی۔ کہ ایک جانور کے کہنے سے مجھ پر تہمت دھرتا ہے۔ کیا شرع میں جانور کی گواہی جائز ہے۔ کہ اس حیوان کی بات پر باور کرتا ہے۔ غرضیکہ ایسے ایسے دلائل بیان کر کے اپنے شوہر کو یقین دلایا کہ طوطا جھوٹا ہے۔ چند روز کے بعد پھر سوداگر کو رات باہر رہنے کا اتفاق ہوا۔ عورت نے فرصت کو غنیمت سمجھکر اپنے دلدار کو گھر میں بلوایا۔ اور طوطے کا بیان جو کچھ اس کے شوہر سے اس نے کہا تھا۔ من وعن کہہ سنایا۔ اس نوجوان نے کہا۔ اس کے بعد میرے اور تیرے درمیان خاص معاملہ کی بات نہ ہوا کریگی۔ یہ طوطا ہمارا غماز پیدا ہو گیا ہے۔ ہم کو دنیا میں رسوا اور بدنام کیا ہے۔ عورت نے جوابدیا۔ اے میرے پیارے تو کیوں خائف ہے۔ دیکھ میں طوطے سے کیا فریب کھیلتی ہوں۔ یہ کہکر اس نے نوکروں کو حکم دیا۔ کہ وہ ایک چھلنی اور پانی کا بھرا ہوا مٹکا اور بیل کے کھال کا چھوٹا سا ٹکڑا لے آئے۔ چنانچہ انہوں نے حسب الحکم تعمیل کی اور عورت نے طوطے کے پنجرے پہ کھال کے ٹکڑے کو ڈالدیا۔ اور نوکروں میں سے ایک لڑکی کو حکم دیا۔ کہ اس پر لکڑی مارتی رہے۔ اور دوسری چھوکری کو حکم دیا کہ چھلنی سے اسپر پانی ڈالتی رہے۔ تیسری نے پانی کے مٹکے میں آئینہ رکھدیا۔ جس کو وہ کبھی کبھی پنجرے کے سامنے کھول دیتی اور بند کر دیتی تھی۔ اور وہ نابکار عورت اور اسکا آشنا رات بھر مزے اڑاتے رہے۔ جب صبح ہوئی۔ تو سوداگر گھر میں واپس آیا۔ اور جوان باہر نکل کر چلا گیا۔ جوں ہی طوطے نے سوداگر صاحب کی صورت دیکھی تو بے اختیار چلا کر کہنے لگا۔ اے خواجہ شب بھر تیری بیوی ایک نوجوان کے ساتھ ہمبستر رہی ہے۔ اور دونوں مل کے کھاتے پیتے اور خوشیاں منانے میں مصروف رہے ہیں۔ مگر تمام رات میرے سر پہ بادل گرجتا رہا ہے۔ اور بجلی کوندتی رہی ہے۔ عورت ہنس پڑی اور کہا۔ کیا خوب سفید جھوٹ ہے۔ کہ تمام رات بادل برستا اور بجلی چمکتی رہی ہے۔ خواجہ نے جواب دیا۔ فی الحقیقت طوطا اپنے کلام میں کاذب ہے۔ اور اسکی بات قابل اعتبار نہیں۔ پھر تو جب کبھی خواجہ باہر جاتا

وہ عورت بے کھٹکے اپنے دلبر سے عیش مناتی۔ اور رات رات بھر مزے لوٹتی۔ طوطا بھی برابر کہتا رہتا۔ مگر خواجہ کو اس کی بات کا ہرگز یقین نہ آتا۔ عورت طوطے کی بات کو مذاق میں اڑا دیتی۔ اور خواجہ کے سر پر طمانچہ مار کر کہتی۔ تو خود بھی حیوان ہے۔ جو حیوان کی بات پر یقین کرتا ہے۔ اور میری ہتک کا روادار ہوتا ہے۔ اے بادشاہ عالیجاہ یہ داستان اس لئے سنائی گئی۔ کہ آپ کو معلوم ہو جائے۔ کہ اس قسم کی عیاریاں عورتوں کی جنس میں عام طور سے پائی جاتی ہیں۔ خبردار شاہزادہ کو ملکہ کے کہنے سے قتل نہ کیجئے۔ ورنہ تمام عمر کف افسوس ملنے کے سوا کچھ نتیجہ نہیں نکلیگا۔ پہلے حقیقت حال دریافت کرنا شرط ہے۔ جب تک بزبان خود مفصل نہ بیان کرے۔ اس خیال کو دل سے دور نکال دینا لازم ہے۔ ایسا کرنے میں حضور کی موجودہ زندگی اور عاقبت دونوں خراب ہو جائینگی۔ موجودہ زندگی کو تو یہ نقصان پہنچیگا۔ کہ زندگی کا سرمایہ اکلوتا بیٹا ہاتھ سے مارا جائیگا۔ اس کے بعد جو صدمہ ہوگا۔ اس کا اندازہ کرنا محال ہے۔ عاقبت اس طرح خراب ہوگی کہ خون ناحق کے مرتکب ہو کر خدا کے سامنے قاتل ٹھیرو گے۔ خوف خدا دل سے کہاں گیا۔ انصاف پسند آدمی کبھی ایسا خیال نہیں کرتے۔ جبتک شاہزادے کے اتالیق کا پتہ نہ لگے۔ اس حرکت سے باز رہکر یاد خدا میں مشغول ہو جانا بہتر ہے۔ اس خاموشی کا حال اتالیق کو معلوم ہوگا۔ بادشاہ کو وزیر باتدبیر کی یہ بات پسند آئی۔ شہزادہ کو قید خانہ میں بھیجدیا۔ اور آپ شکار کو چلا گیا۔ جب شام ہوئی۔ بادشاہ شکارگاہ سے لوٹا۔ ملکہ کے پاس جا کھانا وغیرہ کھا کر بیٹھ گیا۔ ملکہ ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگی۔ اثنائے گفتگو میں دریافت کیا۔ کہ آج بھی آپ نے اپنے فرزند ناہنجار کو قتل کروایا یا نہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا۔ کہ آج بھی وزیروں نے مجھ کو اس کام سے باز رکھا۔ اس لئے میں نے آج پھر زندہ اس کو قید خانہ میں بھیجدیا ہے۔

ملکہ دل میں کہنے لگی۔ کہ یہ تو بڑا غضب ہوا کہ آج بھی کمبخت نہ مرا۔ پھر بادشاہ سے کہنے لگی۔ کہ آپ وزیروں کی رائے پر ہرگز عمل نہ کریں۔ اور اس کے قتل میں ایک لحظہ کا

توقف کریں۔ کیونکہ وہ نوجوان نافرمان سلطنت لینے کا دعوے رکھتا ہے۔ اگر خدانخواستہ تخت اس کو ملگیا۔ تو دنیا میں ظلم وستم کا ایسا بیج بوئیگا۔ کہ اُس کی بیخ کنی محال ہوگی۔ بادشاہ نے کہا میں وزیروں کے کہنے پر مجبور ہوگیا۔ اور اُس کے قتل کے مقدمہ کا کچھ تمہاری مرضی کے موافق فیصلہ نہ کرسکا۔ ملکہ نے کہا خدا نہ کرے تمہارا بیٹا سلطنت کرے۔ اس نوجوان کی کہانی ایک بادشاہ کی کہانی کے مشابہ ہے۔ میں خیال کرتی ہوں۔ کہ شائد آپ نے نہ سنی ہوگی۔ بادشاہ نے بڑی خواہش کے ساتھ فرمایا۔ کہ وہ کہانی تمہاری زبانی ہم بڑی خوشی سے سنینگے۔ ملکہ اس طرح سے بیان کرنے لگی۔

ملکہ کی دوسری داستان

ملکہ کہنے لگی کہ راویان صادق یوں بیان کرتے ہیں۔ کہ زمانہ سابق میں ایک بادشاہ جمجاہ عدل گستر غربا پرور مسند شاہی پہ جلوہ افروز تھا۔ مگر باغ عالم سے صرف ایک ہی پھول برائے نام ونشان اُس کے حصہ میں آیا تھا۔ یعنی ایک پسر خوش سیر۔ اتفاقاً موسمی تغیرات سے ایک روز شہزادے کی کچھ طبیعت علیل ہوئی اور رفتہ رفتہ علالت نے اتنا طول پکڑا۔ کہ زندگی کی امید قلیل ہوگئی۔ بادشاہ کو نہایت رنج ہوا۔ کہ ایک بیٹا اور اُس کا بھی ساغر حیات بادۂ فنا سے لبریز معلوم ہوتا ہے قلمرو کے جملہ اطباء حاذق جمع تھے۔ اور بڑی کوشش سے معالجہ ہورہا تھا۔ مگر مرض ترقی پذیر تھا۔ بمصداق اس مصرع کے ؎

مرض بڑھتا گیا۔ جوں جوں دوا کی

غرضیکہ تمام امیر وغریب۔ فقیر وحکیم۔ پیر وجوان۔ مرد وعورت اُس کی جان کی خیر اور شفائے کلی کی دعا بدرگاہ رب العلا صدق دل سے مانگتے تھے۔ ابھی تک کسی

کی دعا نے مرتبہ اجابت نہ پایا تھا۔ آخر کار کل طبیب اس کے علاج کرنے سے مایوس و مجبور ہو گئے۔ ہر ایک کے ہوش کھو گئے۔ قدرت خدا سے کسی اور ملک کا ایک لائق حکیم اُس شہر میں سیر کے واسطے آنکلا۔ شہزادے کی طبیعت کی ناسازی کی خبر اُڑتے اُڑتے اس کے بھی کان میں پہنچی۔ اور یہ بھی حال معلوم ہوا کہ مرض تشخیص سے باہر ہے۔ اس کے علاج سے اطباء ملک مایوس ہو گئے ہیں تو اسکے دل میں آیا کہ آؤ۔ ایک آنکھ ہم بھی دیکھ لیں۔ کیا ماجرا ہے۔ دو چار ارکان دولت سے ملا۔ اور اپنی خواہش ظاہر کی۔ بادشاہ سلامت کے سامنے بھی اس کا تذکرہ کسی شخص نے کر دیا۔ بادشاہ نے اسکی خواہش مسموع کرتے ہی طلب فرمایا۔ ہرکارے شہر میں سے ڈھونڈ کر انہیں بادشاہ کے روبرو لے گئے۔ بادشاہ نے سلام دعا اور مزاج پرسی کے بعد مریض کی حالت اور مایوسی العلاجی کی کیفیت بیان کی۔ اور بڑے اشتیاق سے شاہزادے کے علاج کے واسطے درخواست کی۔ مریض کو دکھایا گیا حکیم صاحب شاہزادے کی نبض کو دیکھکر چہرے کی رنگت کو غور سے ملاحظہ کرنے لگے۔ بعد میں کہا۔ کہ اگر حکیم مطلق کو منظور ہے۔ تو میں شہزادے کی شفایابی میں کامیابی حاصل کرونگا۔ مگر شرط یہ ہے۔ کہ تم مجھے شاہزادے کی ماں کے پاس لے چلو۔ کیونکہ میں اُس سے کچھ ضروری باتیں دریافت کرونگا۔ اور اُس کے واسطے تخلیہ کی ضرورت ہے۔ چونکہ بچوں کے معاملات سے اُن کے والدین بخوبی واقف ہوتے ہیں۔ اور والدین میں سے بھی خاصکر ماں بہ نسبت باپ کے ماں کو زیادہ حال معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ بادشاہ کو اُس سے کمال الفت تھی۔ فوراً پردہ کرایا گیا۔ اور حکم دیا۔ کہ ملکہ اور حکیم ایک تخلیہ کے مکان میں ہوں کہ جہاں سوائے ان دونوں کے کوئی نہ جانے پائے۔ معاً بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ ملکہ اور حکیم جب کہ ایک مکان میں ہو گئے۔ حکیم نے عرض کیا ملکہ صاحبہ میں آپ سے نہایت ضروری باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ اُن کے بتلانے میں شرم اور تامل کو کام نہ فرمائیں۔ تو عرض کروں۔ اگر

سچ سچ بتلا دینگے تو یقین ہے۔ کہ شاہزادہ بہت جلد تندرست ہوجائیگا۔ ملکہ نے جواب دیا کہ جو بات مجھے معلوم ہوگی۔ سچ کہدونگی۔ حکیم نے پھر کہا کہ اگر تم نے اس وقت جھوٹ بتلایا۔ تو شاہزادہ مرجائیگا۔ اور یہ وقت پھر ہاتھ نہ آئیگا۔ اور اس کا خون تمہارے نامہ اعمال میں درج کیا جائیگا۔ کیونکہ بغیر سچ بات بتلانے کے شاہزادے کو شفا حاصل نہیں ہونے کی۔ اور وہ بات میرے اور تمہارے درمیان تک ہی رہیگی۔ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوگی۔ ملکہ نے کہا خدا کی قسم میں سچ بتلا دونگی۔ جھوٹ کو کام میں نہ لاؤنگی۔ حکیم نے کہا اگر آپ سچی ہیں۔ تو بتلائیے یہ شاہزادہ کس کے نطفہ سے ہے۔ ملکہ نے غصہ ہوکر جواب دیا۔ اے طبیب بدنصیب کیا بیہودہ سوال ہے۔ جس کا سر ہے نہ پیر۔ بھلا بادشاہوں کی حرم سرائے میں کوئی غیر شخص بھی سوائے بادشاہ کے داخل ہو سکتا ہے۔ تیری عقل ماری گئی ہے۔ کیا بکتا ہے۔ حکیم نے دیکھا۔ ملکہ بگڑی جاتی ہے اور بات ٹھیک نہیں بتاتی ہے۔ بہت سی قسمیں خدا اور رسول کی کھائیں۔ اور کہا آپ سچ فرمائیں۔ میں تا بہ زندگی اس راز کو زبان تک نہ لاؤنگا۔ آپ خدا کے واسطے سچ بتلائیے۔ شاہزادے کے حال پر رحم کھائیے۔ اس خون کا بار عظیم اپنے سر پر نہ اٹھائیے۔ کیا مجال جو ایسی بات کسی آدمی سے کہوں تو کیا فرشتوں کو بھی خبر ہو جائے۔ ملکہ کچھ ٹھنڈی ہوئی۔ اور بہت سی قسمیں دیں۔ کہ کسی سے کہنا مت۔ پھر جو کچھ خیال آیا۔ بھڑک اٹھی۔ اور سو صلواتیں سنائیں۔ اور کہا یہ کیا بیہودہ گفتگو دو بدو ہے۔ خدا کی قسم تو ہے ورنہ کوئی اور ہوتا۔ تو میرا طور ہوتا۔ طبیب نے مکرر عرض کیا۔ کہ حضور آپ کو اختیار ہے بتلائیں یا نہ بتلائیں۔ ہاں سچ کہنے میں شاہزادے کی جان بچتی ہے۔ اور آپ ناحق خون کا گناہ اپنے ذمہ لیتی ہیں۔ یہ کہکر طبیب اٹھ کھڑا ہوا۔ اور چلنے

کا ارادہ کیا۔ ملکہ کو رحم آیا۔ دامن پکڑ کر کہا بیٹھ جا۔ چونکہ تو نے بہت سی قسمیں کھائی ہیں۔ کہ یہ راز سربستہ کسی پر ظاہر نہ ہوگا۔ اس لئے تیرا اعتبار کرتی ہوں اور بتلائے دیتی ہوں۔ دوسرے انسان سے اس بات کا کیا چھپانا ہے جو خدا کو معلوم ہے۔ کیونکہ خدا عزوجل سمیع و بصیر ہے۔ سب کے پوشیدہ بھیدوں سے واقف ہے۔ اے حکیم سچ تو یہ ہے کہ تمہارے بادشاہ کی صلب سے نہ کوئی لڑکا تھا نہ لڑکی۔ اور نہ مجھ سے ہوا نہ کسی اور بیوی سے جو اُس کے بعد وارث تخت و تاج ہوتا۔ میں نے دیکھا۔ کہ بعد شاہ عالم پناہ کے کوئی غیر شخص وارث تخت و تاج ہوگا۔ اس لئے میں ایک نوجوان سے ہم بستر ہوئی۔ جس کی صحبت کا نتیجہ شاہزادہ ہے۔ طبیب نے دریافت کیا۔ کہ وہ کس نسل کا نوجوان تھا۔ سلطانہ نے جواب دیا۔ کہ وہ جوان ترکمان قوم تھا۔ یہ سنکر طبیب بادشاہ کے حضور میں گیا۔ اور کہا۔ کہ خدا کی مدد سے میں شاہزادہ کو اچھا کر دونگا۔ شاہزادے کی والدہ سے میں نے مرض کا سبب دریافت کر لیا ہے۔ اس وقت حضور آش جو تیار کراویں۔ اور کسی قدر دہی اور ماء الجبن بھی منگا دیں۔ فوراً بادشاہ نے حکم دیا۔ کہ سب چیزیں بہت جلد تیار ہوں۔ یہاں تو حکم کی دیر تھی۔ کہ اشیا موجود ہو گئیں۔ حکیم نے بادشاہ کے سامنے شاہزادے کو یہ کھانا کھلایا۔ تمام اطبا جو اُس وقت موجود تھے۔ متحیر تھے۔ کہ یہ طبیب عجیب ہے۔ کہ غذا ہی سے مرض دفع کرتا ہے۔ ہم نے بڑے بڑے مجرب اور زود اثر نسخہ استعمال کئے۔ مگر مرض کو ذرا ازالہ نہ ہوا۔ اور دوائیوں نے خاک اثر نہ کیا۔ ایک دوسرے سے کہتا تھا۔ کہ یہ بیوقوف حکیم ایسی نکمی غذاؤں سے اچھا کرنا چاہتا ہے۔ اور بادشاہ کی عقل پر بھی کیا پردہ پڑ گیا ہے۔ جو ایسے جاہل طبیب کو معالج بنایا ہے۔ الغرض دو تین گھنٹہ بعد شاہزادے کو

ہوش ہوا۔ آنکھیں کھولیں۔ پانی مانگا۔ سب کے دم میں دم آیا۔ تین روز تک یہی غذا شاہزادے کو حکیم نے کھلائی۔ قدرت خدا سے مریض نے صحت کُلی پائی۔ تب بادشاہ کے جان میں جان آئی۔ اس خدمت معقول کے صلہ میں بادشاہ نے حکیم کو بے شمار روپیہ دیا۔ اور خلعت فاخرہ عنایت کیا۔ ملکہ نے یہ کہانی بہ شیریں زبانی یہاں تک بیان کی۔ اور سلطان سے کہا۔ کہ یہ شاہزادہ بھی ایسا ہی ہوگا۔ خدا نہ کرے یہ حرامزادہ آپ کا فرزند کہلائے۔ اور نام بدنام کرے۔ اگر تم اُس کو جلدی قتل نہ کروگے۔ تو یہ کسی حیلے سے ملک سے نکل جائیگا۔ نہ معلوم پھر کیا کیا آفتیں لائیگا۔ خدا رکھے۔ آپ خود عقلمند ہیں۔ آپ کو سمجھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مگر میں ازراہ خیرخواہی اور دوراندیشی یہ صلاح دیتی ہوں۔ کہ جہاں تک ہو اس معاملہ میں دیر نہ ہو بقول کسی شاعر کے۔ مصرعہ۔

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

ملکہ نے یہ باتیں اس ڈھنگ سے کہیں۔ کہ بادشاہ کو یقین ہوگیا۔ کہ ملکہ میری بھلائی کی کہتی ہے۔ اور سچ بات ضرور ماننی چاہئے۔ دل میں شاہزادہ پر بہت غصہ ہوا۔ کہ ادھر یہ نابکار ہماری موجودگی میں تخت چھیننا چاہتا ہے۔ ملکہ سے کہنے لگا۔ کہ خیر آج کا دن تو گذر گیا۔ اور وہ زندہ میرے ہاتھوں سے نکل گیا۔ مگر کل میں ضرور اُس کو مروا ڈالونگا کسی کی سفارش نہ مانونگا۔ بادشاہ یہ کہکر خوابگاہ میں گیا۔ اور تمام رات غصہ میں کروٹیں لیکر کاٹی۔ جوں توں کرکے رات تمام ہوئی۔ علے الصباح بادشاہ معہ وزرا دربار میں آیا۔ اور تخت پر بیٹھتے ہی شاہزادے کو طلب کیا۔ یہ بیچارہ آفت کا مارا پابزنجیر بے توقیر فوراً حاضر ہوا۔ اور سامنے تخت کے خاموش کھڑا ہوگیا۔ بادشاہ نے

جلاد کو حکم دیا کہ اس نابکار کو فوراً ہمارے سامنے قتل کر دے۔ یہ سنکر تیسرا وزیر آگے آیا۔ اور آداب بجا لایا۔ دست بستہ کھڑا ہو کر عرض کرنے لگا۔ کہ اے بادشاہ عالم پناہ ایک عورت کے کہنے اور بہکانے سے اپنے بیٹے کو قتل کر ڈالنا۔ اور بے انصافی سے مار ڈالنا کس مذہب میں درست ہے۔ اُس کے قتل میں اتنی جلدی کرنا اور بات کو تحقیق نہ کرنا انصاف سے دور ہے۔ اگر آپ کو شاہزادے کا قتل ہی منظور ہے۔ تو صبر کیجئے۔ تامل کو کام میں فرمائیے۔ بعدہ جو مرضی مبارک میں ہو کیجئے۔ کیونکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تعجیل شیطان کا کام ہے۔ جو کام جلدی کیا جاتا ہے۔ وہ اکثر خراب ہوتا ہے۔ تامل اور دور اندیشی رحمان کا کام ہے۔ رحم ایک خاص صفت ربانی ہے۔ رحمدل آدمی کو خدا دوست رکھتا ہے۔ ظالم سے خدا نفرت کرتا ہے۔ دانا وہ شخص ہے جو کام کرے سوچ کر کرے۔ اور قانون قدرت اور خدا کی مرضی کے مطابق کرے۔ نیز آدمی ہی کی حالت پر غور کیجئے۔ کہ جب انسان کے پاؤں میں کانٹا چبھ جاتا ہے۔ تو وہ اپنے پاؤں کو جھٹ گھٹنے پر رکھکر لعاب دہن سے تر کرتا ہے۔ اور بڑی ہی اذیت و تکلیف کے بعد بمشکل سوئی کی نوک سے کانٹا باہر نکالتا ہے۔ جب تک کانٹا نہیں نکلتا ہے۔ انسان کیسا بے چین و بے آرام رہتا ہے۔ جب کہ انسان اتنی ادنٰی سی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا ہے۔ تو جان سے مارے جانے کی خبر سنکر شاہزادے کے دل پر کس درجہ کا قلق ہوگا۔ اُس کو کون اندازہ کر سکتا ہے۔ اور مظلوم مصیبت زدہ شخص کی دعاء خداوند کریم کی درگاہ میں جلد قبول ہوتی ہے۔ اے بادشاہ گیتی پناہ اس خیال سے باز آئیے۔ ورنہ پھر عمر بھر پچھتائیگا۔ شاہزادے جیسے عزیز چیز بیٹے کی موت۔ جو آنکھوں کی روشنی اور زندگی کا سرمایہ اور

یوں ضائع صرف ایک عورت کے بہکانے سے ہو۔ کیسا ظلم وستم ہے حضور ہمارا فرض یہ ہے۔ کہ حق بات ظاہر کریں۔ عقلمندوں نے کہا ہے کہ جو شخص بادشاہ کے کام میں غلطی دیکھے۔ اور اُس کو آگاہ نہ کرے۔ وہ شخص دھوکے بازوں اور باغیوں میں سے سمجھا جائیگا۔ (یہ وزیر اور دوسروں کی طرف مخاطب ہو کر) اے حق شناس و نمک حلال نوکرو اس رائے کی تم بھی تائید کرو۔ اور ایک بے گناہ کے قتل کرنے سے بادشاہ کو روکو۔ تاکہ تم کبھی دنیا میں نیکنام مشہور ہو۔ اور دغا باز نہ کہلاؤ۔

دانا وہ شخص ہوتا ہے۔ جو کام کے آغاز سے پیشتر اُس کے انجام کو سوچ لیتا ہے۔ کیا تم نے اُس عادل بادشاہ کا قصہ نہیں سنا۔ کہ جو ہمیشہ ہر معاملہ میں وزیروں اور ملک کے بزرگوں کی صلاح لیا کرتا تھا۔ اکثر اپنی رائے سے زیادہ ان شخصوں کی رائے پسند کرتا تھا۔ اسی وجہ سے ابتک اُس کا نام زندہ ہے۔ دنیا و آخرت میں خوشحال رہنے والا ایسا ہی شخص ہوتا ہے۔ اُس کی ایک عمدہ کہانی اہل خرد کیواسطے ناصح مشفق کا کام دیتی ہے۔ اگر بادشاہ سلامت حکم دیں تو بیان کروں۔ بادشاہ نے وزیر سے کہا۔ وہ قصہ کیونکر ہے۔ بیان کر۔ وزیر نے اس طرح سے کہنا شروع کیا +

تیسرے وزیر کی داستان

زمانہ قدیم میں ایک عظیم الشان بادشاہ تھا۔ جس کے قبضہ میں سارا جہان تھا۔ مشرق سے مغرب تک اسی کا سکہ جاری تھا۔ وہ ایک سو بیس برس تک تخت سلطنت پر جلوہ افروز رہا۔ وفات سے دو چار برس پہلے اس کو خیال آیا کہ میں بوڑھا ہو گیا۔ اور میری زندگی کے تھوڑے سے ہی دن باقی ہیں۔

اس میں جو کچھ عبادت الٰہی کی جائے۔ وہ بہتر ہے۔ اول مرنا آخر مرنا۔ اگر کچھ دن اور جیئے تو کیا نہ جیئے تو کیا۔ ایک نہ ایک دن موت کا ذائقہ چکھنا پڑیگا۔ اس سے عمدہ یہ بات ہے۔ کہ شاہزادوں میں سے کسی کو تخت نشین کر کے میں گوشہ نشین ہو جاؤں۔ خدا کے فضل سے بادشاہ کے تین فرزند خردمند۔ راہرو۔ نیک خو۔ ہوشیار۔ سعادت آثار برقرار تھے۔ ایکدن وزیروں کو بلا کر بادشاہ نے فرمایا۔ کہ میری زندگی کا خاتمہ اب چند روز میں ہونیوالا ہے۔ کیونکہ میں عمر طبعی کو پہنچ چکا ہوں۔ دنیا میں آدمی کی عمر سو سوا سو برس سے زیادہ نہیں ہوتی ہے۔ خدا کی رحمت سے میری عمر اتنی ہے میں چاہتا ہوں۔ کہ اپنے سامنے اپنے کسی بیٹے کو مسند شاہی پہ بٹھا دوں۔ اور تمہیں اس لئے بلایا ہے۔ کہ تم شاہزادوں میں سے جس کو لائق سمجھو۔ اُس کو تاج دلا دو۔ وزیروں نے جواب دیا حضور کی عمر دراز ہو۔ آدمی کا حسن و قبح جب تک کہ آزمائش نہ کی جائے۔ معلوم نہیں ہوتا۔ اب ہم کس کو لائق اور کس کو نالائق بتائیں۔ پہلے آزمائش کریں۔ ان میں سے جو کوئی قابل معلوم ہوگا۔ عرض کرینگے۔ بادشاہ نے دریافت کیا۔ آزمائش کس طور سے کروگے۔ اس کا کیا طریقہ ہے۔ ہم سے بیان کرو۔ وزیروں نے کہا۔ حضور سب سے بہتر ایک یہ طریقہ ہے۔ کہ تین تین دن کے واسطے تینوں شاہزادوں کو تخت پہ بٹھلائیں۔ اور اختیار کلی انہیں عطا فرمائیں اس میں اُن کا حسن انتظام اور خیالات جوانمردی معلوم ہو جائینگے۔ یہی ایک کسوٹی ہے۔ پھر حضور کو دریافت کرنے کی بھی ضرورت نہ ہوگی۔ جس میں قابلیت انتظام سلطنت ہو۔ اُسی کو عطا کرنا۔ بادشاہ نے وزیروں کی بات نہایت پسند کی۔ اور فرمایا کہ کل دربار عام ہے۔ تمام لوگ حاضر ہوں۔ دوسرے روز تمام لوگ دربار میں حاضر ہوئے۔ اور اپنے اپنے مرتبہ سے بیٹھ گئے۔ بادشاہ محل سرا سے رونق افروز ہوئے۔ اور تخت شاہی پر بیٹھ کر فرمانے لگے۔ کہ میرا ارادہ

گوشہ نشین ہوکر عبادت الٰہی کرنے کا ہے۔ اس واسطے میں تخت و تاج شاہزادے کلاں کو دیتا ہوں۔ تم سب لوگ اس کا حکم بجالانا۔ شاہزادے کو تمام اختیارات شاہی مل گئے۔ بادشاہ نے دربار میں تخت پر بٹھایا۔ اور اپنا تاج اوتار کر شاہزادے کو اُڑھایا۔ شاہزادے نے عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی عدل و انصاف پر کمر چست باندھی۔ لوگ بیان کرتے ہیں۔ کہ اس قلیل زمانہ میں نوشیرواں کا نام مٹ گیا۔ ہر شخص شاد ہوا۔ ملک از سرِ نو آباد ہوا۔ علماؤں کو دربار میں بڑی عزت ملی۔ اور اعلےٰ عہدوں پر معمور ہوئے۔ اہل ہنر صاحب فن اپنی قدردانی دیکھکر مسرور ہوئے۔ بد معاشوں کو سزائیں اور نیک طینتوں کو جزائیں حضور سے عطا ہوئیں۔ ملک میں خوشی کے شادیانے و بدھائے بجنے لگے۔ مرغان چمن فرحت کے ترانے گانے لگے۔ غرضیکہ چار دانگ عالم خوشی کی دھوم۔ نہ کوئی مغموم نہ مظلوم۔ جب ایسا بابرکت و سکندر بخت تخت سلطنت پر جلوہ گر ہو۔ پھر بھلا ممکن ہے کہ عالم میں سوائے صلح آشتی کے شور و شر ہو۔ شاہزادہ عالی تبار کو صحبت علما و فقرا و حکما پسند تھی۔ خدا کے فضل سے سب شاہزادوں میں عالی ہمت تھا۔ امور انتظام سلطنت میں بے نظیر تھا۔ اس کی تجربہ کاری و حسن انتظامی سے ہر وزیر حیرت کی تصویر تھا۔

دو روز اسی طرح گذرنے کے بعد بادشاہ نے آزمائش انصاف کے واسطے شاہزادے کے پاس تین مجرم قید خانے سے روانہ فرمائے۔ ایک اُن میں سے قاتل۔ دوسرا چور۔ تیسرا زانی تھا۔ اُن کے ہمراہ مدعیوں کو بھی معہ گواہ شاہدوں کے ارسال کیا۔ یہ تینوں مقدمے یکے بعد دیگرے بحضور شاہزادہ پر نور فیض گنجور پیش ہوئے۔ شاہزادے نے گواہ طلب کئے۔ شاہدوں نے گواہی دی۔ کہ ہاں یہ معاملہ جو کہ مدعی کا بیان ہے۔ ہم نے بچشم خود دیکھا۔ نہایت صحیح ہے۔ اور بعضوں نے

کہا۔ ہم موقعہ واردات پر موجود تھے۔ بعض گواہ اپنا سنا بیان کرتے تھے۔ ہر مدعی نے ثبوت مقدمہ کے پہنچانے میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا تھا۔ مدعا علیہوں کی طرف سے بھی صفائی گذری۔ مگر ناکافی تھی۔ شاہزادے نے بعد سماعت قصہ جات وتحقیقات ہر ایک مجرم کی فرد جرم اُس کی مثل سے شامل کر کے سزائیں خفیف تجویز فرمائیں۔ اُس زمانہ کی رسم اور قانون کے موافق ہر ملزم کو سزائے قتل دی جاتی تھی۔ مگر چونکہ شاہزادہ کمال رحم دل تھا۔ مجرموں سے عہد و پیمان اور قسمیں اس امر کی لیں۔ کہ آئندہ کسی ایسے جرم کے مرتکب اور ناجائز فعل کے فاعل نہ ہوں گے۔ اور خفیف سزائیں تجویز کردہ دیکر اپنے اجلاس سے رہائی کا حکم صادر کیا۔ سب سے بڑا خیال شاہزادے کو حکم قتل دینے میں یہ عارض ہوا کہ انسان کن امیدوں اور آرزوؤں اور محنتوں اور مشقتوں کے بعد بفضل خداکریم اپنی اولاد کی صورت دیکھتا ہے۔ ہزار ہا مصیبت اُٹھانے کے بعد اُس کی خورونوش اور سامان زندگی کے مہیا کرنے میں کامیابی حاصل کرتا ہے۔ بہر صورت انسان ایسی چیز نہیں ہے۔ کہ اُسے فوراً قتل کر ڈالا جائے۔ اس واسطے کہ ماں باپ کو مری ہوئی اولاد پھر دوبارہ خدا تعالےٰ عطا نہیں فرماتا۔ اور نہ وہ کسی صورت سے زندہ ہو سکتی ہے اور دنیاوی کوئی ایسی شے نہیں ہے۔ کہ جو نہ مل سکے۔ پھر اُس کے مقابلہ میں انسان کی جان لینا ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔ اور احکم الحاکمین بروز قیامت اُن کو خود سزائیں دیگا۔ اگر میں نے اُن کو چھوڑ دیا۔ تو کچھ بُرا نہیں کیا۔ اس امتحان کے بعد بادشاہ نے بموجب رائے سابقہ وزیروں کی صلاح سے منجھلے بیٹے کو تخت پر بٹھایا تاکہ معلوم ہوجائے کہ لائق تخت نشینی کے کون سا شاہزادہ ہے۔ آئندہ کو فساد کی بنیاد باقی نہ رہے لہذا بادشاہ نے پھر دربار عام کر کے منجھلے شاہزادے کو نیک ساعت

میں تخت نشین کیا۔ اور تمام اختیار دیدیا۔ نام خدا منجھلے شاہزادے بھی نہایت عقلمند سمجھے کہ پدر بزرگوار شاید شاہزادہ کلاں کی ان باتوں سے کہ انھوں نے عالموں کو دربار میں نہایت باوقار کیا۔ اور اعلےٰ عہدے اُن کو دیئے۔ اور مثل اُس کے دیگر امور جو کہ تخت نشینی کی حالت میں اُن سے ظہور میں آئے ناخوش ضرور ہوئے ہیں۔ اسی وجہ سے اُن کو ناقابل فرماں روائی سمجھ کر تخت سے معزول کیا۔ اور مجھے گدی دی۔ انہیں خیالات نے منجھلے شاہزادے کے دل پر پورا اثر کر لیا۔ منجھلے شاہزادے نے وہ دن تو خیر جوں توں کر کے گذار دیا۔ دوسرے روز دربار عام کر کے حکم دیا۔ کہ کل علماء میری قلمرو میں سے یک قلم برخاست اور جو پورے عالم نہیں ہیں۔ کچھ نیم عالم ہیں۔ اُن کا تنزل کیا جائے۔ اور اُن کی جگہ پر اُن عہدوں کے مستحق مقرر کئے جائیں۔ (راوی کہتا ہے پس معلوم ہوا۔ بیوقوفوں کی بھرتی ہوگی۔ وہی آپ کے خیال کے موافق ان عہدوں کے قابل ہیں) خیر بموجب حکم شاہزادے صاحب کے برخاست شدہ لوگوں کی جگہ خیر خواہان قدیم سے قہر درویش بر جان درویش قبول کر کے اجنبی اور ناواقف لوگ بلکہ اعلےٰ درجہ کے بیوقوف لا کر پیش کئے۔ حضور نے ہر ایک کے مرتبے بلند کئے۔ بعینہ اُس وزیر کے مطابق ہو جس نے شہریار سے جہان کے امتحان کرنے کو کہا۔ ایک وزیر جو کہ نہایت عیاش تھا۔ اور اُس کو ابھی اس عہدہ پر تقرری کا شرف حاصل ہوا تھا بادشاہ کو ترغیب شراب نوشی کی دینے لگا۔ اور کہنے لگا۔ دنیا میں بادشاہ ہو کر عیش نہ کرنا کمال بدقسمتی کی بات ہے۔ بلکہ ایسی زندگی بسر کرنیوالے کی حیات پر ممات کو ترجیح ہے۔ یہاں تو کہنے کی دیر تھی۔ فوراً مجلس رقص سرود جم گئی۔ اور بادشاہ معہ چند بے ہم صحبت نالائقوں کے شراب نوشی میں مصروف ہوئے دربار میخانہ بن گیا۔ بے طور دور شراب چلا۔ شاہزادے سے سنئے [illegible]

استحکام کے ساتھ اس خیال کو ذہن نشین کیا۔ کہ شاہزادہ کلاں کی ہو جو کام بھی ہو۔ تو ضرور میری عزت افزائی کا باعث ہیش عالیجاہ ہو۔ جی کھول کر خوب گلچھرے اڑائے۔ طوائفوں اور میراثیوں کو انعام دیکر خزانے لٹائے۔ بادشاہ نے پہلے کے موافق ان کے پاس بھی تین اجل رسیدہ مجرموں کا چالان قید خانہ سے کرایا۔ یہاں اوّل تو شراب نوشی ہی مرنے تک کی فرصت نہ تھی۔ مقدمات کرنے کی کیونکر فرصت ہو سکتی تھی۔ آخر کار امید اسرار سماعت مقدمہ کی نوبت آئی۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ ملزموں پر سخت آفت آئی۔ مقدمہ کے پیش ہوتے ہی حکم صادر فرمایا۔ کہ اس قسم کے جرائم پیشہ لوگ میرے باغ سلطنت میں خار ہیں۔ لہٰذا ان کو قتل کرنا بہتر ہے۔ جلاد نے حکم پاتے ہی نخل تن سے ثمر سر جدا کیا۔ اور بادشاہ کے حضور لا کر دھر دیا۔ خیر جناب ظالم کا منہ کالا۔ یہ حالت دیکھکر بادشاہ نے جھٹ انہیں تخت سے اتارا۔ تیسرے شاہزادے یعنی سب سے چھوٹے بیٹے کی نوبت آئی۔ وہ بھی تخت پر بیٹھا۔ عنان حکومت ہاتھ میں لیکر فرس ہمت کو میدان نظم و نسق میں جولان کیا۔ اس نے نہایت تحمل اور بردباری اور دور اندیشی سے کام لیا۔ بیوقوفوں کی بادی کو رفتہ رفتہ چھانٹا۔ اور خیر خواہان قدیم کو بحال کیا۔ ہر شخص کو مناسب عہدے پر مقرر کیا۔ رات دن ملک کی خبر گیری اور رعایا کی بہتری کا ساعی رہتے لگے۔ غربا پروری اس کا حصہ تھا۔ ہنر شناس مشہور تھا۔ چند دن ملک تقسیم کی جس سے بڑے بڑے معزز خطاب یافتہ سرداروں کی جاگیروں میں ترقی ہوئی۔ یہ بادشاہ خاصکر جنگ آوروں بہادروں کی نہایت خوش رکھتا تھا۔ بہت سے قیدی جن کو خواہ مخواہ پھانس لیا گیا تھا۔ چھوٹ گئے۔ ہر ایک شخص سے خلاف دستور سے موافق درجہ کے کام [illegible] تھا۔ اس کے حسن انتظام کو دیکھکر وزیر [illegible] رہا کرتے تھے جو کام تھا

لاجواب تھا۔ جو بات تھی بے نظیر تھی۔ نہایت عالی خیال ملکی کام میں مشاق اور تجربہ کار تھا۔ پھر بادشاہ نے تین مجرم سخت جرائم کے شاہزادے کے پاس بھیجے۔ کہ ان کی تحقیقات کر کے منصفانہ فیصلہ یا سزا تجویز کر دے۔ بعد آزمائشی مقدمات یعنی شاہزادے کے ہاں مقدمہ پیش ہوا۔ مدعی کی مثل کو نہایت غور سے سنا۔ اور مدعی کے اظہار قلم بند کیے پہلا مقدمہ جو پیش ہوا وہ قتل کا تھا۔ بعد اظہار و ثبوت فریقین مقدمہ کے اس پر غور کیا کہ آیا قتل اس ملزم سے عمداً کیا یا مرگ اتفاقیہ ہے اس واسطے کہ قتل عمداً کا جرم ان صورتوں میں پایا جاتا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص کسی کو تلوار یا بندوق یا اور کسی ہتھیار سے قتل کرے تو اس پر قصاص واجب ہے۔ اور کتاب سیاق العباد میں لکھا ہے۔ کہ اگر کوئی آدمی کسی کو لاٹھی سے مار ڈالے یا پتھر سے قتل کر ڈالے۔ وہ قتل شبہ عمد ہے اس پر دیت یعنی خون بہا واجب ہوگا۔ یا اس کو آگ میں ڈال دے یا دریا میں دھکیل دے تو بھی دیت لی جائیگی۔ مگر قصاص یعنی جان کے بدلے جان دینا واجب نہیں۔ اور قتل اتفاقیہ یہ ہے۔

مثلاً کوئی آدمی شکار کھیلتے ہرن کے مارنے کے لئے تیر چلائے مگر وہ تیر ہرن سے بچ کر کسی آدمی کے جا لگے اور بجائے ہرن کے وہ آدمی مر جائے۔ تو اس کی سزا بموجب قرآن مجید کے جیسا کہ فرمایا اللہ جل شانہ نے کہ اگر کسی سے بے ارادہ قتل کرنے کا واقعہ ظہور میں آئے۔ تو اس پر قصاص واجب ہے۔ قصاص اس کا یہ ہے کہ وہ ایک غلام آزاد کرے لیکن اگر اس کو اس کی استطاعت نہ ہو تو دو ماہ لگاتار یعنی پے درپے روزے رکھے۔ تحقیقات سے بادشاہ کو ثبوت ہو گیا۔ کہ یہ قتل عمداً ہوا ہے اور اس ملزم نے جان کر اس بیگناہ کو قتل کیا ہے۔ پس بادشاہ نے قصاص لگائے جانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد کوتوال نے چور کے مقدمہ

کو پیش کیا۔ شاہزادے نے کہا۔ اگر کوئی عاقل بالغ دس درہم کسی کے چرائیگا۔ تو اُس کا ہاتھ کاٹا جائیگا۔ اور اگر وہ ایک دینار سونے کا چرائیگا تو بھی اُس کا ہاتھ کاٹا جائیگا۔ جیسا کہ پیغمبر صاحب فرماتے ہیں۔ وہ دینار یا درہموں کی چوری بغیر اور کسی صورت میں ہاتھ کاٹنے کی ضرورت نہیں ہے جو شخص پہلے مرتبہ چوری کریگا۔ تو اُس کا دایاں ہاتھ کاٹا جائیگا۔ اگر پھر دوبارہ چوری کرے۔ تو اُس کا بایاں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اور اگر تیسری مرتبہ چوری کرے تو اُس کا دایاں پاؤں کاٹا جائیگا۔ اگر پھر بھی چوری کرے تو اُس کو قید خانہ میں بھجوا دینا چاہئے۔ تا وقتیکہ توبہ نہ کرے قید سے رہائی نہ پائے۔ چونکہ یہ چور پہلی ہی مرتبہ سرقہ کا مرتکب ہوا تھا اس لئے بادشاہ نے دایاں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تھا۔ پھر اس شخص کو لائے کہ جس نے زنا بالجبر کیا تھا۔ بادشاہ نے شریعت کے حکم کے موافق اس کو بھی سزا دی۔ جب ۹ دن یعنی آزمائش کا زمانہ گذر چکا۔ تو بادشاہ سابق نے اپنے وزیروں کو جمع کیا اور کہا دیکھو تم نے بخوبی تینوں شاہزادوں کی طرز حکومت و طریقہ فرمانروائی دیکھ لیا ہے۔ اب بتلاؤ کہ اُن میں سے کون بادشاہت کے قابل ہے۔ اور جہانداری کے فن میں کون کامل ہے۔

ایک وزیر نے عرض کیا کہ حضور شاہزادہ کلاں کو یہ تاج شاہی شایاں معلوم ہوتا ہے۔ وہ سب سے بزرگ بھی ہے۔ اُسی کا حق ہے۔ دوسرے نے کہا۔ میری رائے میں منجھلا شاہزادہ قابل تخت نشینی کے ہے تیسرے نے کہا۔ اگر لائق شاہی کے ہے تو شاہزادہ خورد ہے۔ غرضیکہ ہر ایک کی جدا رائے تھی۔ اور ہر ایک دوسرے کے مخالف تھا۔ اس سے بادشاہ کو کچھ تسلی نہ ہوئی۔ اور دربار عام کا حکم فرمایا۔ اس میں امیر با تدبیر ذی عقل خردمند ملک جمع ہوئے۔ بادشاہ نے کھڑے ہو کر کہا۔ اے رعیت قیامت کے روز میری دامنگیر نہ ہونا۔ اور یہ نہ کہنا۔ کہ بادشاہ نے

ہمارے ساتھ ظلم کیا۔ اور میری نیکیاں مجھ سے چھینکر پیش خدا شرمسار کرنا میں بھی تم ہی جیسا انسان ہوں۔ اگر کوئی غیر انصافی کی بات مجھ سے سرزد ہوئی۔ تو برائے خدا معاف کرنا۔ گو کہ دنیا میں بادشاہ ہوں۔ لیکن پیش خدا مجھ سے زیادہ کوئی ذلیل وخوار نہ ہوگا۔ یہ کہکر اور اپنے گناہوں کو یاد کرکے بادشاہ نے بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کیا۔ اس موثر تقریر کا حاضرین دربار پر ایسا اثر پڑا۔ کہ سب کے سب اُس کے ساتھ رونے لگے۔ پھر بادشاہ نے کہا۔ کہ اے میری جاں نثار رعایا۔ اور میرے فرمانبردار امراء میرا وقت قریب ہے۔ کیا تم مجھے معاف کروگے۔ سب عرض کرنے لگے۔ ہم آپ سے نہایت خوش ہیں بلکہ ہم خطاوار ہیں۔ آپ کی عمر دراز ہو۔ آپ ایسا کیوں فرماتے ہیں۔ بادشاہ نے اس اہم مقدمہ کو دربار میں اس طرح پیش کیا کہ اے خیرخواہ رعایا۔ اس وقت میرے تین شاہزادے ہیں۔ اور ہر ایک کو استحقاق تاج وتخت حاصل ہے۔ مگر میں تمہاری رضامندی ضروری خیال کرتا ہوں۔ جس سے تم خوش ہو۔ اسی کو تخت پر بٹھاؤں۔ کیونکہ اگر وہ رعیت پرور منصف مزاج ہوگا۔ تو تم مجھ کو بھی دعائیں دوگے۔ اور میری عاقبت بھی درست ہوگی۔ ورنہ اُس کے خلاف ہونے میں تم بددعا دوگے۔ اُس کے باعث مجھے عذاب ہوگا۔ اس واسطے اُس کا فیصلہ میں تمہاری رائے پر چھوڑے دیتا ہوں۔ جس شاہزادے کو چاہو۔ بادشاہ بناؤ۔ لوگوں نے کہا بادشاہ کی عمر دراز ہو۔ اور خداوند جل شانہٗ ہمارے بادشاہ سے خوش رہے۔ ہم لوگوں کو آپ کے عہدِ حکومت میں نہایت آرام ملا۔ اللہ اس کا اجر عظیم آپکو عطا فرمائے۔ جو رائے حضور کی وہی ہماری خوشی۔ مگر چونکہ جناب نے ہم سے رضامندی کے اظہار کا حکم فرمایا۔ اُس کی تعمیل کے طور پر عرض کئے دیتے ہیں۔ کہ حضور والا شہزادہ خورد کو اپنا ولیعہد فرماکر تخت نشین فرمائیں۔ اس کو خدا نے عقل سلیم وطبع رسا وفہم وذکا عطا کی ہے۔ وہ دانا۔ عالم اور دور اندیش

ہے۔ وہ معاملات جہانداری وکشورستانی میں کمال دسترس رکھتا ہے۔ حضور کی مرضی مطلب میں آئے۔ تو شاہزادہ صغیر تاج وسریر پائے۔ اس میں چھوٹائی بڑائی کا خیال کرنا درست نہیں معلوم ہوتا۔ جیساکہ عقلمندوں کا قول ہے۔ کہ ایک دانا نوعمر سن رسیدہ بیوقوف سے اچھا ہے۔ آئیندہ مرضی حضور کی۔ بادشاہ نے دربار برخاست کیا۔ اور حکم دیا۔ کہ کل اسی وقت سب لوگ دربار میں حاضر ہوں۔ کل انشاءاللہ رسم تاج پوشی ادا کی جائیگی۔ شہر میں یہ خبر عام ہوگئی۔ ہر ایک امیر وغریب دوسرے روز بڑے کروفر سے دربار میں حاضر ہوئے۔ یہ ہنگامہ قابل دید تھا۔ ساعت سعید میں شاہزادے کو بادشاہ نے تخت جلوس پر بٹھایا۔ حاضرین نے مبارکبادی کا غل مچایا۔ ہر امیر حسب لیاقت نذریں لایا۔ شاہزادے نے سب کو خلعت خوشنودی عطا فرمایا۔ یہ حالت دیکھکر دونوں بڑے شہزادے آگے بڑھے اور کہنے لگے۔ کہ اے پدر بزرگوار آپ کی عمر دراز ہو۔ آپ نے بڑی بے انصافی کی۔ جو سلطنت چھوٹے شاہزادے کو دی۔ ہم بڑے ہوکر اس کی اطاعت کریں۔ یہ سراسر خلاف عقل ہے۔ نااہل لوگ، جو یہ رائے ظاہر کرتے ہیں۔ کہ چھوٹا بیٹا سب سے لائق ہے۔ اس کی غرض یہ ہے۔ جب کہ لڑکا بادشاہ ہوجائیگا۔ اور کوئی منتظم جوانمرد وزیر دست بادشاہ نہ ہوگا۔ جو ہمارے جی میں آئیگا کرینگے۔ کوئی مزاحم نہ ہوگا۔ بلکہ فتنہ وفتنہ پردازی سے ملک پر بھی قبضہ کر بیٹھینگے۔ اور اگر حضور کے نزدیک وہ سب میں عقیل وفہیم ہے۔ تو امتحان ہوجائے۔ عیب وہنر عیاں ہوجائے۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا؟ ہم ایک سوال کرتے ہیں۔ وہ جواب معقول دیدے تو تخت اُس کا اسی کو مبارک رہے۔ ورنہ ہم بزور شمشیر چھین لینگے۔ جواب کافی دینے پر ہم ہر طرح اطاعت کرینگے۔ ورنہ لڑینگے مرینگے۔ مگر تخت اپنے قبضہ میں کرینگے۔

بادشاہ نے چھوٹے شاہزادے سے کہا۔ کہ تمہارے بھائیوں کا یہ ارادہ ہے۔ کہ وہ ایک سوال پوچھیں اور تم اُس کا جواب دو۔ اگر نہ دے سکوگے تو تخت کے وہ مالک ہو جائینگے۔ شاہزادے نے اس بات کو منظور کیا اور کہا کہ وہ سوال بیان کریں۔ میں جواب باصواب دونگا۔ آپ کچھ فکر نہ کریں ایک سوال کیا؟ اگر دس سوال کریں۔ تو بھی بندہ جواب دیسکتا ہے۔ آخرکار اسی بات پر فیصلہ ہو گیا۔ کہ بڑے بھائی اپنا سوال پیش کریں۔ اگر شاہزادہ جواب نہ دیسکے۔ تو وہ تخت کے مالک ہوں۔ عقل کے پورے بڑے بھائیوں نے سوچا۔ کہ وہ ابھی کودک ہے۔ ایک دوسرے سے کہنے لگا۔ کہ اے عزیز اُسے بات کرنے کی بھی تمیز نہیں۔ ایک فقرہ میں چپ اور ایک بات میں خاموش ہو جائیگا۔ کان تک نہ ہلائیگا۔ دوسرے روز جلسہ امتحان ہوا۔ بھائیوں نے بچہ سمجھکر دریافت کیا۔ کہ شاہزادہ صاحب آپ تو فرمائیے۔ کہ سلطان ہونے کے بعد کون کون ضروری باتیں ہیں کہ جن کے سبب سے ملک آباد رعیت شاد رہے۔ اور فتنہ و فساد کی بنیاد نہ ہونے پائے۔ شاہزادے نے جواب دیا۔ کہ اول رکن سلطنت وزیر خوش تدبیر جس میں یہ خصلتیں ضرور ہوں۔ عاقبت اندیشی۔ تجربہ۔ حاضر جوابی۔ خوش گفتار نمک حلالی۔ عالی خیالی۔ نیک خصالی۔ فرخندہ مالی جس ملک میں ہوں۔ وہاں صورت زوال امر محال خیال کرنا چاہیئے۔ اور خود بادشاہ کو پابند ملت و مذہب ہر طرح سے رہنا چاہیئے۔ انصاف پسند نیک طینت۔ رحم دل خوش اخلاق۔ علم دوست۔ تدبیر انتظام ملکی میں ماہر ہونا لازمی ہے۔ جیسے کہ مثل مشہور ہے۔ دانا وزیر۔ جنگجو سپاہی۔ بادشاہ عادل۔ حکیم صادق منشی بے نظیر جس سلطنت میں ہوں۔ روز افزوں ترقی ہو۔ بھائیوں نے کہا آپ کن عادات کو پسند اور کن کو ناپسند کرتے ہیں۔ شاہزادے نے جواب دیا۔ کہ میں اپنے اوپر فرض اُن عادات کو پورے طور سے

خیال کرتا ہوں۔ ہر معاملے میں انصاف مد نظر رکھنا۔ خزانہ کا روپیہ بیجا خرچ نہ کرنا ملک کی خبرگیری میں ہر وقت سرگرم رہنا۔ دشمنوں سے غافل نہ رہنا۔ کشادہ پیشانی۔ شیریں زبانی۔ کہ اُس سے دشمن دوست بن جاتے ہیں۔ اکثر بگڑے کام سنور جاتے ہیں۔ انشا اللہ ان کی پابندی واجب طور سے کرونگا۔ ہرگز ان امور کے خلاف قدم نہ دھرونگا۔ یہ جواب باصواب و مُؤثر تقریر سنکر بھائیوں کے ہوش اڑ گئے۔ رہی سہی امید کھوئی گئی۔ ادھر سلطنت کا خیال اور اپنی کم لیاقتی پر ملال۔ اس وقت سانس لینا وبال ہوگیا۔ شاہزادے نے کہا کچھ اور دریافت فرمایئے۔ یہ دونوں چپ ہوگئے۔ گویا سو گئے۔ شاہزادے نے کہا۔ گستاخی معاف۔ میرا بھی ایک سوال ہے۔ دریافت کیا چاہتا ہوں۔ اگر آپ فرمائیں تو عرض کروں۔

بھائیوں نے آہستہ اور شرم آلودہ آواز میں کہا۔ کہ وہ کیا سوال ہے بیان کر جواب دینگے۔ شاہزادے نے کہا۔ میرا ایک نہایت معمولی سوال ہے۔ ہر صاحب فہم بتا دیگا۔ آپ کے سامنے کہتے شرم آتی ہے۔ خیر جب آپ استفسار فرماتے ہیں۔ عرض کئے دیتا ہوں۔ مجھے صرف یہ معلوم کرنا ہے۔ کہ دنیا میں خوش نصیب کون شخص ہے۔ اور بد نصیب کون۔ بڑے بھائیوں نے کہا۔ ہم تو کوئی بڑا سوال سمجھے تھے۔ یہ تو ادنےٰ بات ہے۔ اس کا جواب دینا کیا بڑی بات ہے۔ کہنے لگے دنیا میں خوش نصیب وہ ہے۔ کہ جسے مال خاطر خواہ۔ معشوق دلربا۔ اولاد باوفا میسر ہے۔ اور تندرستی اس کی زرخرید کنیز ہے۔ اور اگر صورت یہی نفیس ہے۔ تو پھر نور علےٰ نور اس سے بڑھکر دنیا میں خوش قسمتی کی کوئی نظیر دلپذیر نہیں ہوسکتی۔ پس جس شخص کو یہ باتیں میسر ہوں وہی صاحب نصیب ہے۔ اور خوش نصیبی کیا چیز ہے۔ جنہیں یہ باتیں نہیں

اس کو بدنصیب خیال کرنا چاہئے۔ شاہزادے نے کہا۔ بس میں سمجھ گیا۔ آپ نے خوب جواب دیا۔ انجام پر ذرا بھی غور نہ کیا۔ دوراندیشی سے کچھ کام نہ لیا۔ جو زبان پر آیا۔ کہدیا۔ بلکہ خوش نصیب وہ ہے۔ کہ جس کا خاتمہ بالخیر ہو۔ جاہ وحشم شرط نہیں۔ دولت مندوں کا انجام کیا ہوتا ہے۔ خوبصورت آدمی غرور حسن پر تمام عمر کھوتا ہے۔ جو زیادہ تندرست ہے۔ اتنا ہی زیادہ مست ہے۔ آپ غور کریں۔ جس کا انجام اچھا وہ کام اچھا۔ یہ بات سنکر بڑے بھائی سرنگون ہوئے۔ دل میں کہا فی الحقیقت یہی درست ہے۔ اس مباحثہ اور سوال وجواب کے بعد چھوٹے شاہزادے سے بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اور کہا شاباش تیری عقل پر اور مرحبا تیری فہم پر۔ اے جان پدر۔ نور نظر۔ خدا ہمیشہ تیرا مددگار اور دشمن ذلیل وخوار رہیں۔ شاہزادے نے کمال فصاحت سے بادشاہ کے الطاف وعنایات کا شکریہ ادا کیا۔ بادشاہ نے کہا۔ تیری نصیحت آمیز گفتگو مجھے از حد پسند ہے۔ کچھ اور کہو۔ شاہزادہ گویا ہوا۔ کہ حضور دنیا کی بعینہ مثال چراگاہ کی سی ہے۔ اور اس کے باشندے بھیڑوں کی مانند جو اس چراگاہ دنیا میں رہتے ہیں۔ بادشاہ ان کا رکھوالا یا ایالی ہے۔ ان بھیڑوں کا حقیقی مالک خداوند جل شانہٗ حافظ وناصر ہے۔ اور ان کا دشمن خونخوار شیطان بدکردار مثل بھیڑیئے کے ہے۔

اے پدر بزرگوار میں درحقیقت ایک کمزور چرواہے کی مانند ہوں۔ میں بھیڑوں کو دیکھتا ہوں۔ اور ان کی حفاظت کرتا ہوں۔ اور رعایا کو دشمنوں کی گزند سے بچانا اور ان کو بدخواہ خونخوار کے چنگل سے نکال رکھنا میرا ضروری کام ہے۔ برعکس اس کے اگر میں اس خدمت سے غافل ہو کر رعایا کو نقصان پہنچاؤں۔ تو احکم الحاکمین اس کے بارے میں مجھ سے سخت باز پرس کریگا۔ اور میں سوائے کف افسوس ملنے کے [illegible]

نہ دے سکوں گا۔ یہ بیان کر کے شاہزادہ رونے لگا۔ اُس کی آنکھوں سے بیشمار آنسو نکل پڑے۔ بادشاہ کا بھی جی بھر آیا۔ وہ بھی رونے اور اپنی گذشتہ زندگی پر افسوس کر کے کہنے لگے۔ کہ اے میری حریص طبع میں کتنی دراز مدت تک بادشاہ رہا۔ اور کیسے کیسے عیش و آرام پائے بیشمار روپیہ صرف کیا۔ فقط تیرے خوش رکھنے کے لئے تیری ہر فرمائش کو پورا کیا۔ مگر جتنی آرزوں کو پورا کرتا۔ اس سے زیادہ حسرتیں دل میں سما جایا کرتیں۔ اور خدا کی دی ہوئی قابل قدر نعمتوں کا کبھی شکریہ نہ ادا کیا۔ واقعی کسی تجربہ کار نے سچ کہا ہے۔ مصرعہ۔

کاسۂ چشم حریصاں پُر نشد

خیر اب بھی یہ دم غنیمت جان اور کہنا مان۔ عمل نیک توشۂ آخرت ہیں۔ جو کچھ ہو سکے کر۔ یہ سوچ کر بادشاہ گوشہ نشین ہو گئے۔ اور ہر وقت عبادت الٰہی میں مصروف رہنے لگے۔ شاہزادہ بڑی ہوشیاری کے ساتھ سلطنت کا کاروبار انجام دینے لگا۔ چندے اسی طور سے گذرے یہ خوش قسمت بادشاہ ایک روز بیمار ہو کر راہی ملک عدم ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ملک میں تہلکہ پڑ گیا۔ کہ ایسا رعایا کا مربی دنیا سے اُٹھ گیا۔ تمام آدمی غم میں زار و زار روتے تھے۔ آنسوؤں سے منہ دھوتے تھے۔ یوں تو سب کو کمال رنج ہوا۔ مگر جو غم شہزادے صغیر کو اُس کا بیان احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ اور زبان میں اتنی گویائی کی طاقت نہیں کہ اُس کا شمہ بھی بیان کرے۔ یہ واقعہ کوئی معمولی نہ تھا۔ بلکہ عظیم الشان حادثہ تھا۔ محل میں کہرام مچ رہا تھا۔ ہر پیر و جوان اشکوں کے دریا بہا رہا تھا۔ دیکھنے والوں کا کلیجہ پھٹا جاتا تھا۔ کسی کو حیرت کسی کو سکتہ تھا۔ عجیب شور و غل اندرون محل تھا۔ یعنی ہر ایک مرغ بسمل کی طرح بے چین و بے قرار دھاڑیں مار مار کر رہا۔

شہزادہ دل فگار زار زار زیر سایۂ دیوار مثل ابر نو بہار پھوٹ پھوٹ کر رویا کہ اس حال کو دیکھکر فلک پیر نے بھی آنسو بہائے۔ لوگ کہتے تھے۔ خدا معلوم شاہزادے کو کیا ہو گیا۔ زبان بند ہے۔ دل میں درد ہے ایسا نہ ہو کہ اس غم سے کلیجہ پھٹ جائے۔ یا دم گھٹ جائے۔ کوئی کہتا ارے شہزادے کو تو دیکھو۔ خدانخواستہ دل نہ اُلٹ جائے۔ ہر ایک محو الم میدان غم میں مانند نقش قدم بچشم پرنم کھڑا تھا۔ میت کو غسل دیا۔ صندوق لا کر حاضر کیا تھوڑی دیر بعد جنازہ تیار ہو گیا۔ تابوت اٹھایا گیا۔ شاہزادہ سر و پا برہنہ تابوت کے ساتھ روتا پیٹتا ہوا چلا۔ خلقت کا اژدہام تھا۔ شہر کے سب لوگ ہمراہ تابوت ننگے سر ننگے پاؤں مقبرہ تک گئے۔ شہزادے نے اپنے ہاتھ سے پایا پکڑا۔ تابوت رکھا گیا۔ نماز جنازہ پڑھکر دعا استغفار فاتحہ کو دست بلند کئے۔ چالیس روز تک شہر میں ماتم رہا۔ خزانہ شاہی سے بڑی خیرات ہوئی۔ فقیر مالدار ہو گئے۔ غریب زردار۔ ہزارہا سرائیں پختہ۔ جا بجا کنوئیں اور ہر شہر میں مدرسے بادشاہ مرحوم کی یادگار کے لئے تعمیر ہوئے۔ اُس سال رعایا کو ملک کا محصول معاف ہوا۔ ہزارہا غلام آزاد ہوئے۔ قیدخانوں کے دروازے کھول دیئے گئے۔ کوئی قیدی باقی نہ رہا۔ سب رہا ہوئے۔ اے بادشاہ یہ کہانی میں نے صرف اس لئے سنائی۔ تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے۔ کہ عدل و انصاف و صبر و تحمل سے کام لینے پر کیا کیا اچھے نتیجے نکلتے ہیں۔ دنیا میں نیک نام آخرت میں آرام حاصل اسی کی بدولت ہوتا ہے۔ اگر آپ ہم لوگوں کو خیرخواہ تصور فرماتے ہیں۔ تو اس خیال سے باز رہئے۔ شاہزادے کو قتل نہ کیجئے زمین خدمت کو چوم کر وزیر اپنے مرتبہ پر جا بیٹھا۔ بادشاہ نے یہ سنکر سر جھکا لیا۔ کچھ سوچکر سر اٹھایا۔ ایک آہ سرد بھری ابھی ناکردہ گناہ کی رہائی نہ کری۔ بدستور قید خانہ میں شہزادے کے رہنے کیواسطے حکم ہوا اور خود

بادشاہ شکار کو چلے گئے۔ سرشام شکار سے واپس آئے۔ محل سرائے میں تشریف لے گئے۔ ملکہ منتظر تھی۔ بادشاہ کو دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ سلام کر کے بیٹھ گئی۔ بادشاہ بھی ملکہ کے قریب جا بیٹھا۔ کھانا کھایا ملکہ اپنی خوش بیانی اور شیریں زبانی سے بادشاہ کے دل کو مسرور کرنے لگی۔ جب ملکہ نے بادشاہ کی طبیعت خوش پائی۔ اس مذکور کو درمیان میں لائی۔ کہنے لگی۔ آج تو دشمن جان شاہزادہ نوجوان کا قصہ پاک ہوا ہوگا۔ کمبخت ہلاک ہوا ہوگا۔ یہ سنکر بادشاہ نے کچھ جواب نہ دیا ملکہ سمجھی آج ضرور مارا گیا۔ کہنے لگی اچھا کیا جو قتل کیا۔ بادشاہ نے کہا شاہزادہ ابھی زندہ ہے اور قیدخانہ میں محبوس ہے۔ سوچکر قتل کرونگا۔ شائد اس کے خیالات بدل جائیں۔ سلطنت کا خیال دل سے نکال دے۔ ملکہ کو یہ بات پسند نہ آئی۔ بہت سی ناک بھوں چڑھائی۔ کہنے لگی آپ کو لاکھ سمجھایا۔ نفع نقصان بتلایا۔ مگر آپ کی سمجھ میں ایک نہ آیا۔ وزیروں کو سچا جانا میری بات کو جھوٹ مانا۔ افسوس صد افسوس۔ کس طرح سمجھاؤں اور شاہزادے کی دشمنی کا یقین دلاؤں۔ دشمن سے غافل رہنا اور قابو پاکر قتل نہ کرنا بڑی نادانی ہے۔ شعر

قابو ہو تو کیجیے نہ غفلت　　عاجز ہو تو ہار بیٹھے نہ ہمت

غفلت کا انجام برا ہوتا ہے۔ اس سے ہر کام برا ہوتا ہے۔ وہ عیار زمانہ بھر کا مکار ہے۔ وزیروں سے چکنی چپڑی باتیں بنا کر اپنی نیک بختی کا یقین دلاتا ہے اور سفارشیں کراتا ہے۔ وہ کسی حیلہ سے چھوٹ جائے۔ تو آپ کے دشمنوں پر زور آفت لائے۔ آپ نے شائد اس بادشاہ کی حکایت نہیں سنی۔ کہ جس کے دشمن نے پانچ بار حملہ کیا۔ اور اس نے ہمیشہ غفلت سے کام لیا۔ آخر کار دشمن نے کام تمام کیا۔ وہ کہانی بیان کرتی ہوں۔ بغور سنئے +

ملکہ کی تیسری داستان

طوطی شکر فشاں ملکہ شیریں زبان اس طرح بیان کرنے لگی۔ کہ زمانہ قدیم میں ایک بادشاہ صبح عشرت کا ہوا خواہ تھا۔ دوسری مملکت کا شاہ اس عیش پسند کا بدخواہ تھا۔ اُس کی غفلت کی وجہ سے ملک میں عام طور پر بدامنی پھیل گئی تھی۔ مگر اس مدہوش بادشاہ کے کان پر مطلق جوں تک نہ چلی تھی۔ اس کے دشمن بادشاہ نے اس موقع کو غنیمت جانکر ایک بڑی جرار فوج سے چڑھائی کی۔ جب کہ نصف ملک میں اُس کی فوج آپہنچی تب اُس بیہوش شاہ کو خبر ہوئی۔ اول اپنی فوج آراستہ کرکے مقابلہ کیلئے روانہ کی۔ بعد کو خود بھی مجبوراً کچھ فوج لیکر غنیم سے لڑنے کو گیا۔ غنیم نے یہ حال دیکھکر چاہا۔ کہ صلح ہو جائے۔ اور بلا جنگ وجدال کے خراج دینے پر شاہ راضی ہو جائے۔ اُس نے اِس کے نام اس مضمون کا نامہ لکھا کہ اے شاہ صلح بہتر ہے۔ تمہیں چاہئے۔ کہ ہمارے مطیع ہو جاؤ۔ ناحق بندگان خدا کا خون نہ کراؤ۔ اگر یہ بات منظور ہو۔ تو فوراً چلے آؤ۔ اس واسطے کہ دو مسلمانوں کا آپس میں لڑنا بہت بُرا ہے۔ یہاں تو ہزاروں کے کشت و خون ہو جائینگے۔ میں تو صلح پر راضی ہوں۔ یہ سب تمہارے نامۂ اعمال میں لکھے جائینگے۔ آگے تم جانو اور تمہارا کام۔ چاہئے تم کو سوچ لو انجام۔ یہ نامہ قاصد لیکر روانہ ہوا۔ بادشاہ کے حضور پہنچایا۔ اُس نے نامہ کو دیکھا اور پھاڑ کر پھینک دیا۔ جواب میں یہ شعر لکھکر روانہ کیا۔ ؎

مطلقاً ڈرتے نہیں ہیں شر سے ہم
سر عدو کا توڑ دیں پتھر سے ہم

قاصد نے آکر کام کا ماجرا بیان کیا۔ جواب کہہ سنایا۔ یہ سنتے ہی بادشاہ کی

آگ لگ گئی۔ فوراً فوج کو بگل دیا گیا۔ چشم زدن میں تمام فوج مثل دریائے موج امنڈ آئی۔ بہادروں کا جوش وخروش لحظہ بہ لحظہ ترقی پر تھا۔ افسران فوج نے صف بندی کی۔ سوار پریٹ جماکر کھڑے ہو گئے۔ اب حکم کے منتظر تھے۔ سپہ سالار جنگ نے سامنے آکر اپنی مؤثر تقریر سے بہادروں کو جوش دلایا۔ کہ آج بہادری کے جوہر عیاں ہونگے۔ کون شہسوار میدان کارزار میں نیک نامی کا جھنڈا بلند کرے گا۔ اور حق نمک حلالی ادا کرے گا۔ یہ سنتے ہی فوج میں بے انتہا بہادری وجوانمردی کا جوش بڑھ گیا۔ ہر ایک سوار شیر غرّان کی طرح صف سے آگے بڑھتا تھا۔ اور دانت پیس پیس کر رہجاتا۔ کیونکہ ابھی دھاوے کا حکم نہیں ملا تھا۔ مگر مقابل کی فوج نہائت لاپرواہی سے اپنے اپنے خیموں میں بیٹھی ہوئی تماشہ دیکھ رہی تھی۔ اس غافل بادشاہ نے وزیروں کو بلاکر کہا۔ غنیم لڑنے پر آمادہ ہے۔ وہ دیکھو فوج صف بہ صف کھڑی ہے۔ تمہاری کیا رائے ہے لڑائی کرنی چاہئے یا نہیں۔ وزیر داناؤں نے عرض کیا۔ حضور غنیم کی فوج نہائت کثیر ہے۔ یوں مقابلہ کرنا تو ٹھیک معلوم نہیں ہوتا۔ اس وقت فرمان بھیجدیجئے۔ کہ آج لڑائی ملتوی۔ کل صبح ہم ضرور آئینگے۔ اور شب کو دشمن کو سوتا پاکر آپ ایکدم اُن پر حملہ آور ہوں۔ غنیم کو دم لینے کی مہلت نہ ملے۔ اس طرح حملہ کرنے سے آپ ضرور فتحمند ہونگے۔ دشمن کا زور گھٹ جائیگا۔ وزیروں کی رائے پسند کی۔ اور کہلا بھیجا۔ کہ کل صبح تک کی مہلت دو۔ ہم سوچ لیں۔ بہادر سپاہیوں کو جس دم یہ بات معلوم ہوئی۔ کہ دشمن نے کل صبح کو مقابل ہونیکا پیام بھیجا ہے۔ دل بجھ گئے اور بڑی حسرت کے ساتھ میدان جنگ سے واپس ہوکر خیموں میں پہنچے۔ تمام فوج کاروبار ضروری سے فارغ ہوکر نہائت آرام کے ساتھ خوابگاہوں میں اس اطمینان پر کہ صبح سویرے

یا تو لڑائی ہو گی یا صلح ہو جائیگی۔ خیر جو کچھ ہوگا۔ دیکھ لیا جائیگا۔ وہ سو رہے اس طرف رات میں چھاپہ مارنے کا اعلان تمام فوج میں چپکے چپکے کرا دیا گیا۔ چونکہ عدو کی فوج بے خوف و خطر سو رہی تھی۔ قریب نصف شب کے یہ رات کو چھاپہ مارنے والی فوج آہستہ آہستہ دبے پاؤں بڑھی۔ اور اچانک لشکر غنیم پر ٹوٹ پڑی۔ یہاں تک کہ اٹھنے کا ہوش نہ لینے دیا جسے پایا قتل کیا۔ اس حملہ سے خفتہ بخت لشکر بہت کام آیا۔ ہزارہا سردار سپاہی دل میں حسرت لئے راہی ملک عدم ہوئے۔ لاکھوں بہادروں کے سر قلم ہوئے۔ باقیماندہ فوج بدحواس ہو کر جدھر تدھر بھاگ گئی۔ غنیم مع چند سواروں کے جان بچا کر بھاگ گیا۔ اپنے لشکر کی تباہی سے نہایت پریشان بے اوسان تھا۔ آخر کار یہ ہزیمت خوردہ بادشاہ کچھ تھوڑی سی فوج لیکر تخت گاہ کو واپس گیا۔ وہاں پہنچکر از سر نو جنگ کی تیاری میں مصروف ہوا۔ اور اس کا حریف بادشاہ اپنی فتح کا نقارہ بجاتا ہوا شہر میں داخل ہوا۔ اس حکمت عملی کے کارگر ہونے سے ہر دم شاداں و فرحاں رہتا تھا۔ وہی مثال ہے۔ دشمن سوئے نہ سونے دے۔ تھوڑی مدت بعد اس ہزیمت خوردہ بادشاہ نے پھر اس کے ملک پر یورش کا عزم بالجزم کیا۔ اور بڑی عجلت کے ساتھ دریاؤں کو عبور کرتا۔ اور پہاڑوں کی دشوار گذار گھاٹیوں کو طے کرتا ہوا اس کا لشکر حریف کے ملک میں داخل ہوا۔ اس طرف سے بھی جواب ترکی بہ ترکی دیا گیا۔ فوراً کچھ فوج غنیم کے روکنے کے واسطے روانہ ہوئی۔ اور دشمن کو آگے نہ بڑھنے دیا۔ پیچھے سے بادشاہ بھی لشکر عظیم سے دشمن کے مقابلہ کو پہنچ گیا۔ دونوں لشکر آمنے سامنے خیمہ زن ہوئے۔ اس وقت کی کیفیت دیکھنے کے قابل تھی۔ بلند پھریرے ہوا کے ساتھ جنگ میں مشغول تھے۔ اور اپنی اپنی بہادری دکھا رہے تھے۔ دن بہت کم رہ گیا تھا۔ لڑائی

کا وقت باقی نہ تھا۔ مگر دشمن کو آتش حسد نے پھونک کر خاک سیاہ کر دیا تھا۔ اُس نے وقت ناوقت کچھ دیکھا۔ اور فوج کو مسلح کرا کر میدان جنگ میں لا کھڑی کی۔ اُدھر سے بھی فوج مقابلے کو بڑھی۔ اور سرداران فوج نے بہادر سپاہیوں کو جوش لانیوالی تقریر پُر زور لفظوں میں سنائی۔ آفتاب غروب ہونے کو تھا۔ کہ لڑائی شروع ہوئی۔ اور بڑے زور شور سے دونوں لشکر سرگرم جنگ تھے۔ لحظہ بہ لحظہ جنگ ترقی پر تھی۔ دونوں فوجیں سینہ سپر کھڑی لڑ رہی تھیں کسی کا قدم پیچھے کو نہ ہٹتا تھا اور جوش بہادری بڑھتا جاتا تھا۔ جب اس عیش پسند بادشاہ نے دیکھا کہ دشمن کا زور ہر دم بڑھتا جاتا ہے۔ کچھ فوج خود لیکر اور کوہستانی سلسلہ کے برابر برابر بڑھتا ہوا پیچھے سے جا کر حملہ آور ہوا۔ عدو کی لڑنے والی فوج کو اس حملے نے بدحواس کر دیا تھا۔ وہ فوج کہ پہاڑ کی طرح اڑی کھڑی تھی۔ تتر بتر ہو گئی۔ صف بندی ٹوٹ گئی۔ تعاقب کرنے والی فوج اور سامنے سے لڑنے والی فوج نے ایک دم نعرہ بلند کر کے حملہ کیا۔ اس پر زور حملے نے اعدا کی فوج میں کھلبلی ڈالدی۔ بہادروں کے دل ٹوٹ گئے۔ سرداروں کے چھکے چھوٹ گئے۔ جان بچانی مشکل پڑ گئی۔ چشم زدن میں معاملہ درہم برہم ہو گیا۔ ہزارہا سپاہیوں نے اجل کے دامن میں پناہ لی۔ ابھی فتح شکست کا کچھ فیصلہ نہ ہوا تھا۔ لڑائی ختم ہو گئی۔ ہر دو لشکر اپنے اپنے خیموں میں واپس آئے۔ اس کمزور بادشاہ نے جس کو ہم عیش پسند سے مخاطب کرتے آئے ہیں۔ وزیروں کو بلا کر دریافت کیا۔ کہ اب تمہاری کیا رائے ہے۔ تیسرے وزیر نے عرض کیا کہ حضور ہم کو پھر اسی حکمت عملی سے کام لینا چاہئے۔ بادشاہ نے کہا۔ کونسی حکمت عمل میں لائی جائے۔ اب کی مرتبہ تو وہ بات کو بہت تاڑ ہوشیاری سے رہینگے۔ وزیر نے کہا۔ اب ان کی ہوشیاری کچھ کام نہ آئیگی۔ کیونکہ تمام فوج تھکی ماندی ہے

پاؤں پھیلا کر خوب سوئیگی۔ اگر بالفرض صبح تک جاگتے بھی رہیں۔ یا پہرے چوکی سے حفاظت رکھیں۔ تو ہم ایک نیا عمل کرینگے۔ بادشاہ نے کہا بھلا بتاؤ تو وہ کیا عمل ہے۔ وزیر نے کہا کہ ہم دو ہزار جنگ آور اور بہادر سپاہیوں کو راتوں رات لیجا کر ایک کمین گاہ میں چھپا رکھینگے۔ صبح نمودار ہوتے ہی آپ یہاں فوج آراستہ کرا کر طبل جنگ بجوا دیجے۔ یقین ہے کہ دشمن کی فوج ضرور مقابلہ کو آئیگی۔ آپ بلاتردد اُس پر حملہ آور ہوں۔ جب خوب لڑائی زور شور سے ہونے لگے۔ تو آپ اپنی فوج کو پیچھے ہٹا کر قلعہ کا رخ کیجیے۔ دشمن جب سمجھیگا یہ فوج شکست کھا کر بھاگی۔ تو ضرور تعاقب کریگا۔ جب آپ کمین گاہ کے قریب آجائیں۔ فوراً مڑ کر پھر لڑائی شروع کردیں۔ اس وقت ہم کمین گاہ سے نکلکر دشمن کی فوج کا محاصرہ کر لینگے۔ کسی کو نہ نکلنے دینگے۔ دشمن کی فوج کے ہتھیار چھین کر قید کر دینگے۔ اس تدبیر سے دشمن زبردست مغلوب ہوکر فرار ہوجائیگا۔ بادشاہ نے وزیر کی اس تجویز کو معقول سمجھکر پسند کیا۔ اور ایسا ہی کیا۔ بفضل خدا سے دشمن کو تہ تیغ بیدریغ کیا۔ دوبارہ فتحیاب ہوکر بادشاہ اپنے ملک میں واپس آیا۔ دوسرا بادشاہ شکست کھا کر جب اپنے قلعہ میں پہنچا تمام فوج اور سرداران فوج کو جمع کرکے بڑا سخت سست کہا۔ اور کہا کیا اسی دن کے واسطے تم کو نمک نہیں کھلایا تھا۔ تم کیوں حق نمک حلالی ادا نہیں کرتے اسکی کیا وجہ ہے۔ کہ قلیل التعداد فوج ہمیشہ تم پر غالب رہتی ہے۔ اور تم کو شکست دیتی ہے۔ تمہیں شرم نہیں آتی۔ کہ جب تم دشمن سے پٹکر بھاگتے ہو۔ اگر غیرت دار ہوتے۔ تو وہیں جان دیتے۔ ہم کو منہ نہ دکھاتے۔ ان سبھوں نے عہد کیا۔ کہ اب ہم نہ ہٹینگے۔ اور بیڑا اٹھایا۔ کہ جب تک دشمن کو ہلاک ذکر لینگے تلوار ہاتھ سے نہ رکھیں گے پھر تیسری بار لشکر بیشمار فراہم کرکے اس بادشاہ نے کمزور بادشاہ کی طرف کوچ کیا۔ اور دو منزلوں کو ایک منزل کرتا ہوا آناً فاناً میں اس ملک میں آپہنچا۔ جہاں سے کہ دو مرتبہ شکست کھا کر گیا تھا

ں کے بادشاہ کو اطلاع ہوئی۔ کہ دشمن نے پھر ملک آگھیرا ناچار مقابلہ
ا۔ جہاں کہ دشمن کا لشکر خیمہ زن تھا۔ وہیں جاکر اس نے بھی مقابل میں
کا پڑاؤ ڈالدیا۔ آمنے سامنے دونو لشکر ٹھہرے۔ پھر اسی کمزور بادشاہ نے
وں سے مشورہ کیا۔ کہ اب کس پہلو پر جنگ کرنی چاہئے۔ تیسرے
ر نے سامنے آکر عرض کیا۔ اے بادشاہ دشمن بے تعداد فوج سے لڑنے
واسطے آیا ہے۔ اور آپ کیلئے مقابل ہوکر لڑنا خالی از اندیشہ نہ ہوگا۔
لہ اُس نے دو بار شکست کھاکر سخت خفت اٹھائی ہے۔ اب کے جی توڑ
ڑیگا۔ اب ہم کو کوئی ایسا فریب کرنا چاہئے کہ جو ہمیشہ کیلئے اس سے
ی حاصل ہو۔ بادشاہ نے کہا وہ کونسا فریب ہے جس کو ہم عمل میں لانے
ہمیشہ کو دشمن سے نجات حاصل کرسکتے ہیں۔ وزیر نے جواب دیا۔ کہ اے
شاہ مناسب ہے کہ ایک جلاد کو اس بادشاہ کے پاس بطور قاصد کے بھیجا
ئے۔ کہ جو پیام سنانے کے بہانہ قریب جاکر اُسے قتل کردے۔ بن سری
ج پھر نہیں لڑسکتی۔ وہ سب بھاگ جائیگی۔ اس تدبیر سے ہماری فوج
نے سے بچ جائیگی۔ بادشاہ نے اس تدبیر کو پسند کیا اور جلاد کو خنجر دیکر
ں کے مارنے کے واسطے قاصد بناکر بھیجا۔ یہ قاصد دشمن کے خیمہ گاہ پہ گیا۔
شاہ کے خادموں نے اطلاع کی کہ حضور ایک قاصد آیا ہے۔ اور کچھ پیام
یا ہے۔ بادشاہ نے حضور میں طلب کیا۔ اس نے جاکر سلام کیا۔ بادشاہ
ے پوچھا کیا خبر لایا ہے۔ اُس نے آگے جاکر ایسی پھرتی اور چالاکی سے
ست کی۔ اور ایک ہاتھ خنجر کا بادشاہ کے رسید کیا۔ خنجر کا ہاتھ پڑا کاری
ا۔ بادشاہ کرسی سے نیچے گر پڑا۔ فوراً سپاہیوں نے اُسے پکڑکر ٹکڑے ٹکڑے
ر ڈالا۔ تمام فوج میں تہلکہ مچ گیا۔ کہ دشمن کا قاصد آکر بادشاہ کو قتل کر
یا۔ چاروں طرف سے فوج کے لوگ دیکھنے کو دوڑ پڑے۔ جب دیکھا۔
بادشاہ قریب المرگ ہے۔ اور زخم کاری لگا ہے۔ تو اُنہوں نے

سوچا کہ اب ہم کیا لڑ سکتے ہیں۔ اور یہاں بادشاہ کا علاج کیا کر سکتے ہیں تمام فوج زخمی بادشاہ کو لیکر ملک کو واپس ہوئی۔ یہاں پہنچتے ہی بادشاہ کا بڑی کوشش کے ساتھ علاج کیا گیا۔ چند روز بعد زخم اچھا ہو گیا۔ بادشاہ نے تندرست ہو کر پھر جنگ کی تیاری کی۔ اس کی جنگجو طبیعت نے اسے آرام سے بیٹھنے نہ دیا۔ اور ابھار ابھار کر بدلہ لینے پر آمادہ کیا۔ پھر اُس نے اپنی سپاہ کو جمع کر کے مخالف پر فوج کشی کی۔ یہ کمزور بادشاہ بھی اُس کی چڑھائی کی خبر سنکر قہر درویش بر جان درویش مقابلہ کو آیا۔ اور وزیروں کو بلا کر مشورہ طلب کیا۔ کہ اب کس تدبیر سے دشمن کو ہلاک کریں۔ تیسرے وزیر نے پھر کہا کہ ہمارا کام پھر بھی فریب دہی سے ہی نکلیگا۔ بادشاہ نے دریافت کیا۔ اب کیا فریب باقی رہ گیا ہے۔ وزیر نے جواب دیا۔ اس طرف سے ایک ایلچی اور کچھ زر و جواہر و بڑی خوبصورت لونڈیاں اس کے پاس نذر بھیجی جائیں تاکہ وہ سمجھے کہ یہ مطیع اور تابع فرمان ہو گئے۔ اور لونڈیوں میں کسی ایک کو سنکھیا دیدیا جائے۔ اور اُس سے کہہ دیا جائے۔ کہ کسی حکمت سے اُسے کھلا دے۔ زہر کھا کر خود مر جائیگا۔ اس کے علاوہ کوئی فریب پیش نہ جائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ لونڈی کے ذریعہ سے اس بادشاہ کو زہر دیا گیا۔ ہنوز زہر اثر نہ کرنے پایا تھا۔ کہ یہ ایلچی اور لونڈیاں موقعہ پا کر وہاں سے نکل آئیں۔ کھانا کھانے کے بعد اس بادشاہ نے فوج کی تیاری کا حکم دیا۔ اور زرہ زیب تن کرنے لگا۔ اتنے میں فوج سب لیس کھڑی ہو گئی یہ بھی گھوڑی پر سوار ہو کر معہ فوج میدان جنگ میں پہنچا۔ کمزور بادشاہ کی فوج پہلے سے کھڑی تھی۔ جاتے ہی لڑائی شروع ہو گئی۔ ابھی لڑائی کو شروع ہوئے تھوڑی ہی دیر گذری ہو گی۔ کہ زہر خوردہ بادشاہ کی حالت بگڑنے لگی۔ سرداران فوج نے بادشاہ کی یہ حالت دیکھکر کہ قریب المرگ ہے۔ میدان چھوڑ دیا۔ اور بادشاہ کو اٹھا کر لے آئے۔ اطباء

بلا سے گئے۔ نبض دیکھکر حکیموں نے زہر پہچان لیا۔ فوراً زہر مہرہ اور چند ادویات کھلائیں۔ جس سے کچھ افاقہ ہوا۔ اب کی مرتبہ بھی فوج شکست فاش کھا کر بھاگی جب بادشاہ کو قطعی آرام ہوگیا۔ اس کی غیرت نے پھر تقاضا کرنا شروع کیا۔ کہ دشمن سے بدلہ نہ لینا نامردوں کا کام ہے۔ ہر چند ارکان سلطنت نے سمجھایا۔ مگر اس نے ایک نہ سنی۔ اپنے ہمراہ فوج کثیر لیکر لڑنے کے ارادہ سے آیا۔ جب کہ بادشاہ کو معلوم ہوا۔ کہ مخالف زہر سے بھی بچ گیا۔ اور اسی طرح ہمارے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑا ہے۔ وزیروں کو بلا کر دریافت کرنے لگا کہ اب کیا کیا جائے۔ دشمن نے ناک میں دم کر رکھا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ اب کے اس نے بڑا انتظام کیا ہے۔ یہاں تک ظلم پر کمر باندھی ہے۔ کہ اس ملک میں جس شخص کو پاتا ہے۔ مار ڈالتا ہے۔ ہر راستہ کے سرے پر آدمی تعینات کئے ہیں۔ کہ جو شخص آوے اس کو پکڑ لاؤ۔ اور ہمارے سامنے قتل کرو۔ اور غیر آدمی کی نگہبانی رکھنا۔ کہ ہمارے لشکر میں جانے نہ پائے۔ وزیر نے عرض کیا۔ اگر یہ بات ہے۔ تو ایک تدبیر کرتا ہوں۔ اگر چل گئی تو بہت ہی مفید ثابت ہوگی۔ ایک خط اس ملک کے وزیروں اور جاگیرداروں کو اس مضمون کا لکھیں۔ کہ جس میں بادشاہ کو ان کی سازش معلوم ہو۔ مضمون خط یہ ہے۔

ہمارے خیرخواہ فلاں فلاں سلامت

بعد ہدیہ سلام کے معلوم ہو۔ کہ تمہارا خط آیا۔ حال مندرجہ معلوم ہوا۔ نہایت خوشی حاصل ہوئی۔ اللہ تعالے تم کو صفحہ دنیا پر ہمیشہ تندرست و تنومند قائم رکھے۔ ہم کو یقین ہے۔ کہ تم اس موقع پر اپنی مردانگی و شجاعت کے جوہر دکھاؤ گے۔ اور اپنے بادشاہ کو بہت جلد گرفتار کرکے ہمارے پاس لے آؤ گے۔ ہم اپنے وعدہ کے موافق تم کو وہ ملک بلکہ اور کچھ زیادہ بخش دینگے حسب مرضی تم لوگوں کی عہدے اور جاگیریں بلکہ ضرور تم کو خوش کریں گے

اس کو سچ مانو ۔ ہم کو اپنا مشتاق جانو ۔ اس کام کو بہت جلد انجام دیکر انعام خاطر خواہ لو ۔

خصوصاً جو شخص بادشاہ کو زندہ گرفتار کر لائے ۔ وہی اس ملک کا تاج و تخت پائے ۔ وہ ملک بھی تمہارا ہی ہو جائیگا ۔ ہم کچھ دست اندازی نہ کرینگے ۔ فلاں فلاں آدمی کو فلاں فلاں رتبہ دیا جائیگا ۔ اس خط کو لفافہ میں رکھکر نہایت احتیاط سے مہر شاہی لگا دیں ۔ پھر کسی معتبر آدمی کو دیکر اس طرف روانہ کریں ۔ راستہ میں سپاہی پکڑ کر بادشاہ کے حضور میں لیجائینگے ۔ یہ شخص بیان کرے ۔ کہ میں ایک خط ضروری ایک ملک کو لئے جاتا ہوں ۔ بادشاہ ضرور اس خط کو چھین لیگا ۔ اور اس کو قتل کرا دیگا خط پڑھکر اپنے وزیروں کی سازش معلوم کریگا ۔ اور نہایت برگشتہ ہو جائیگا ۔ بادشاہ کو یہ تدبیر پسند آئی ایسا ہی لیا گیا ۔ خط ایک آدمی کو دیکر وہاں بھیجا راستہ میں سپاہیوں نے اس آدمی کو پکڑ لیا اور بادشاہ کے حضور لے گئے ۔ اس نے بیان کر دیا ۔ کہ میں خط لئے جاتا ہوں ۔ وہ خط بادشاہ نے لے لیا اور اس کو مروا ڈالا ۔ جونہی خط کا مضمون دیکھا ۔ یقین کر لیا کہ ضرور امیر وزیر مجھ سے باغی ہو کر دشمن سے مل گئے ۔ تعجب نہیں کہ مجھے دھوکے سے پکڑ کر دشمن کے حوالہ کر دیں ۔ اس سے پہلے ان کا ہی فیصلہ کر دوں ۔ دشمن کو پھر سمجھ لونگا ۔ آگ بگولا ہو کر اپنے ملک کو مراجعت کی ۔ وہاں پہنچتے ہی بلا تفتیش امرا وزرا کو سخت سزائیں دینی شروع کیں ۔ تمام اس کے ظلم سے تنگ آکر باغی ہونے لگا ۔ جب یہ حال دیکھا بڑے بڑے جاگیرداروں نے سرکشی اختیار کی ۔ بعض بعض مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو گئے ۔ ملک میں سخت بد امنی پھیل گئی ۔ کچھ فوج پہلے ہی لڑائیوں میں کام آ چکی تھی ۔ بہی سہی اس ظالمانہ برتاؤ سے درہم برہم ہو گئی ۔ اس طرف سے ایک چھوٹے سے ملک والے بادشاہ نے حملہ کیا ۔ چند دن میں ملک چھین کر تخت و تاج اپنے قبضہ میں لے لیا ۔

اور بادشاہ کو قید کر کے مار ڈالا۔ ایک ذرا سی نادانی و غفلت سے کیا کیا بُرے نتیجے نکلے۔ ملک گیا۔ مال گیا۔ جان گئی۔ اے سلطان یہ داستان میں نے اس لئے بیان کی۔ کہ آپ آگاہ ہو جائیں۔ ہوشیار ہو کر غافل۔ باخبر ہو کر بے خبر نہ رہیں۔ ملکہ نے یہ داستان اس طرز سے بیان کی۔ کہ بادشاہ کے تن بدن میں شاہزادے کی طرف سے آگ لگ اُٹھی۔ بہت غصہ ہو کر کہا کل نابکار کو ضرور قتل کراوٗنگا۔ اور خیال باطل کی پوری پوری سزا دونگا۔ یہ کہکر بستر استراحت پر آرام کیا۔ تمام رات سویا۔ صبح سویرے جس وقت کہ آفتاب عالمتاب نے مشرقی حصہ سے اپنا جگمگاتا ہوا چہرہ دکھا کر کل دنیا کو اپنے نور کی روشنی سے منور کیا۔ اور چرند و پرند اپنے اپنے آشیانوں سے نکل کر قدرت خدا کے نظارہ میں مصروف ہوئے۔ ہر ایک شخص اپنے اپنے کام میں لگا بادشاہ بھی حسب معمول دیوان خاص میں آ کر تخت سلطنت پر جلوہ فگن ہوا۔ داروغہ قید خانہ کو حکم دیا۔ کہ شاہزادے کو پیش کرے۔ اُسی وقت زندان سے لا کر شاہزادہ پیش کیا گیا۔ بادشاہ نے دیکھتے ہی جلاد کو حکم دیا۔ کہ شہزادے کا سر اڑا دے۔ یہ حکم سنکر چوتھا وزیر آگے بڑھا۔ آداب شاہی بجا لا کر عرض کرنے لگا۔ اے سلطان ہر کام میں جلدی کرنا بادشاہوں کی شان کے شایاں نہیں۔ علاوہ ازیں بے انصافی سے کسی کا خون بہانا عقلمندوں کے نزدیک نہایت معیوب سمجھا گیا ہے۔ داناؤں کا قول عقلمند بادشاہوں کی شناخت میں یہ ہے۔ کہ جس کے مزاج میں یہ چار باتیں نہ پائی جائیں۔ اول ہر کام میں عجلت کرنا۔ دوم یہ کہ ہر ایک بات پر جلد یقین کرنا۔ سوم۔ کام کے انجام کی طرف غور نہ کرنا چہارم غفلت میں عمر بسر نہ کرنا تو البتہ عقلمند ہے۔ ورنہ اُس کو نادان تصور کرنا چاہیئے۔ نہ اس کا ملک سرسبز ہو گا۔ نہ وہ خود آرام پائیگا۔ کیونکہ جن لوگوں کے مزاج میں عجلت ہوتی ہے۔ وہ کبھی دل جما کر کام نہیں کر سکتے

کام کے شروع کرنے سے پہلے یہ چاہتے ہیں۔ کہ پورا ہو جائے۔ ہر کام کا قاعدہ ہے۔ کہ رفتہ رفتہ انجام کو پہنچتا ہے۔ بس یہ مایوس ہو کر چھوڑ دیتے ہیں۔ محنت کو ناامیدی کا خیال جما کر وقت ضائع کر دیتے ہیں۔ اس قسم کے انسان نہ خود منفعت حاصل کر سکتے ہیں۔ نہ دوسرے کو مدد دے سکتے ہیں۔ ہر بات پہ یقین کر لینے کے بھی بعض اوقات بُرے نتیجہ پیدا ہوتے ہیں۔ خواہ مخواہ کے لڑائی جھگڑے بدگمانیاں اس کی بدولت پیدا ہوتی ہیں۔ اور کام کے انجام پہ غور نہ کرنا تو بہت ہی بُرا فعل ہے اس سے ہمیشہ ندامت کا سامنا رہتا ہے۔ جو کام بلا سمجھے سوچے کر بیٹھتے ہیں۔ بعد کو سوائے افسوس کے اور کچھ فائدہ نہیں اٹھاتے۔ نہ اس کام کی تلافی کر سکتے ہیں۔ نہ اس کو بدل سکتے ہیں۔

غفلت بُری شے ہے۔ اکثر غافل انسان عورتوں کے صلاح و مشورے سے ایسے کام کر گذرتے ہیں۔ جو کرنے کے لائق نہیں ہوتے۔ عقلمند کبھی ان کی بات پہ یقین نہیں کرتے۔ اس لئے وہ ان کے مکر و فریب میں نہیں آتے۔ جانتے ہیں کہ عورتیں بالعموم ناقص العقل ہوتی ہیں ہمیشہ یہ لوگ ان کی بات کے خلاف کام کرتے ہیں۔ چنانچہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ اگر عورتوں سے مشورہ لو۔ تو جو اُن کی رائے ہو اُس کے خلاف عمل میں لاؤ۔ کیونکہ یہ فرقہ کوتاہ بین ہوتا ہے۔ بہت سے تجربوں سے معلوم ہوا ہے۔ کہ ان کی رائے پر عمل کرنے سے بہت سے آدمیوں کو ندامت اٹھانی پڑی۔ اگرچہ نیک بخت عورت ایمان کی ٹٹی ہے۔ مگر بیوقوف ایمان کو ضائع کرنیوالی ہے۔ بعض حکایتوں سے معلوم ہوا ہے۔ کہ بہت شخصوں پر اسی کی وجہ سے خدا کا غضب نازل ہوا۔ اور قہر الٰہی میں گرفتار ہوئے۔ بلعم بن عور کی ایک عجیب کہانی اس قول کی مؤید ہے۔ اگر شاہ عالیجاہ اجازت دیں۔ تو بیان کروں۔ بادشاہ نے کہا

اور بادشاہ کو قید کر کے مار ڈالا۔ ایک ذرا سی نادانی و غفلت سے کیا کیا برے نتیجے نکلے۔ ملک گیا۔ مال گیا۔ جان گئی۔ اے سلطان یہ داستان میں نے اس لئے بیان کی۔ کہ آپ آگاہ ہو جائیں۔ ہوشیار ہو کر غافل۔ باخبر ہو کر بےخبر نہ رہیں۔ ملکہ نے یہ داستان اس طرز سے بیان کی۔ کہ بادشاہ کے تن بدن میں شاہزادے کی طرف سے آگ لگ اٹھی۔ بہت غصہ ہو کر کہا کل نابکار کو ضرور قتل کرا دونگا۔ اور خیال باطل کی پوری پوری سزا دونگا۔ یہ کہکر بستر استراحت پر آرام کیا۔ تمام رات سویا۔ صبح سویرے جس وقت کہ آفتاب عالمتاب نے مشرقی حصہ سے اپنا جگمگاتا ہوا چہرہ دکھا کر کل دنیا کو اپنے نور کی روشنی سے منور کیا۔ اور چرند و پرند اپنے اپنے آشیانوں سے نکل کر قدرت خدا کے نظارہ میں مصروف ہوئے۔ ہر ایک شخص اپنے اپنے کام میں لگا بادشاہ بھی حسب معمول دیوان خاص میں آ کر تخت سلطنت پر جلوہ فگن ہوا اور داروغہ قید خانہ کو حکم دیا۔ کہ شاہزادے کو پیش کرے۔ اسی وقت زندان سے لا کر شاہزادہ پیش کیا گیا۔ بادشاہ نے دیکھتے ہی جلاد کو حکم دیا۔ کہ شہزادے کا سر اڑا دے۔ یہ حکم سنکر چوتھا وزیر آگے بڑھا۔ آداب شاہی بجا لا کر عرض کرنے لگا۔ اے سلطان ہر کام میں جلدی کرنا بادشاہوں کی شان کے شایاں نہیں۔ علاوہ ازیں بے انصافی سے کسی کا خون بہانا عقلمندوں کے نزدیک نہایت معیوب سمجھا گیا ہے ۱۲ داناؤں کا قول عقلمند بادشاہوں کی شناخت میں یہ ہے۔ کہ جس کے مزاج میں یہ چار باتیں نہ پائی جائیں۔ اول ہر کام میں عجلت کرنا۔ دوم یہ کہ ہر ایک بات پر جلد یقین کرنا۔ سوم کام کے انجام کی طرف غور نہ کرنا۔ چہارم غفلت میں عمر بسر نہ کرنا تو البتہ عقلمند ہے۔ ورنہ اس کو نادان تصور کرنا چاہیئے۔ نہ اس کا ملک سرسبز ہوگا۔ نہ وہ خود آرام پائیگا۔ کیونکہ جن لوگوں کے مزاج میں عجلت ہوتی ہے۔ وہ کبھی دل جما کر کام نہیں کر سکتے

کام کے شروع کرنے سے پہلے یہ چاہتے ہیں۔ کہ پورا ہو جائے۔ ہر کام کا قاعدہ ہے۔ کہ رفتہ رفتہ انجام کو پہنچتا ہے۔ بس یہ مایوس ہو کر چھوڑ دیتے ہیں۔ محنت کو نا امیدی کا خیال جاکر وقت ضائع کر دیتے ہیں۔ اس قسم کے انسان نہ خود منفعت حاصل کر سکتے ہیں۔ نہ دوسرے کو مدد دے سکتے ہیں۔ ہر بات پر یقین کر لینے کے بھی بعض اوقات بُرے نتیجہ پیدا ہوتے ہیں۔ خواہ مخواہ کے لڑائی جھگڑے بدگمانیاں اس کی بدولت پیدا ہوتی ہیں۔ اور کام کے انجام پر غور نہ کرنا تو بہت ہی بُرا فعل ہے اس سے ہمیشہ ندامت کا سامنا رہتا ہے۔ جو کام بلا سمجھے سوچے کر بیٹھتے ہیں۔ بعد کو سوائے افسوس کے اور کچھ فائدہ نہیں اٹھاتے۔ نہ اس کام کی تلافی کر سکتے ہیں۔ نہ اس کو بدل سکتے ہیں۔

غفلت بُری شے ہے۔ اکثر غافل انسان عورتوں کے صلاح و مشورے سے لیے کام کر گذرتے ہیں۔ جو کرنے کے لائق نہیں ہوتے۔ عقلمند کبھی ان کی بات پر یقین نہیں کرتے۔ اس لئے وہ ان کے مکر و فریب میں نہیں آتے۔ جانتے ہیں کہ عورتیں بالعموم ناقص العقل ہوتی ہیں ہمیشہ یہ لوگ ان کی بات کے خلاف کام کرتے ہیں۔ چنانچہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ اگر عورتوں سے مشورہ لو۔ تو جو اُن کی رائے ہو اُس کے خلاف عمل میں لاؤ۔ کیونکہ یہ فرقہ کوتاہ بین ہوتا ہے۔ بہت سے تجربوں سے معلوم ہوا ہے۔ کہ ان کی رائے پر عمل کرنے سے بہت سے آدمیوں کو ندامت اٹھانی پڑی۔ اگرچہ نیک بخت عورت ایمان کی ٹٹی ہے۔ مگر بیوقوف ایمان کو ضائع کرنیوالی ہے۔ بعض حکایتوں سے معلوم ہوا ہے۔ کہ بہت شخصوں پر اسی کی وجہ سے خدا کا غضب نازل ہوا۔ اور قہر الٰہی میں گرفتار ہوئے۔ بلعم بن عور کی ایک عجیب کہانی اس قول کی موید ہے۔ اگر شاہ عالیجاہ اجازت دیں۔ تو بیان کروں۔ بادشاہ نے وزیر

کو اجازت دی۔ وزیر نے اس طرح بیان کی +

چوتھے وزیر کی داستان

نقل ہے کہ ایک مرتبہ موسٰے علیہ السلام ایک مخالف قبیلے کی طرف گئے۔ اور وہ قبیلہ قوم عاد میں سے تھا۔ اس قبیلہ کا سردار عوج بن عنق نامی شخص تھا۔ آپ نے ان لوگوں کو ایمان کی ہدایت کی۔ بعد ارشاد فرمایا۔ کہ اے قوم پرستش کے قابل وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ کہ جس کے قبضۂ قدرت میں تمام عالم کی جان ہے۔ اسی کو بندگی لائق ہے۔ ہرچند آپ نے وعظ فرمایا۔ مگر کوئی کافر ایمان نہ لایا۔ آپ جتنا سمجھاتے تھے بد دین اتنے ہی جھٹلاتے تھے۔ ناچار موسٰے علیہ السلام نے تنگ آ کر جہاد کرنے کا ارادہ مصمم کر لیا تھا۔ کہ جب تک یہ کافر معہ سردار کے ایمان نہ لائیں۔ تب تک صلح نہ کی جائے۔ پس حضرت موسٰے علیہ السلام واپس آئے۔ اور چار سو اسّی ہزار آدمی جہاد کے واسطے جمع کر کے قوم عاد کی طرف تشریف لے گئے۔ جب کہ موسٰے علیہ السلام کا لشکر شہر کے قریب پہنچ گیا۔ تب آپ نے بارہ جوان لشکر میں منتخب کر کے اُس قوم کی طرف روانہ کئے۔ تاکہ ان کو معلوم ہو جائے۔ کہ اگر ہم ایمان نہ لائینگے۔ تو پھر موسٰے ضرور جہاد کرینگے +

اس وقت عوج بن عنق سیر کرتا پھرتا تھا۔ ان نئے آدمیوں کو دیکھکر اپنے پاس بلایا۔ اور ان سے دریافت کیا۔ کہ تم کہاں سے آئے اور کیوں آئے ہو۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہم موسٰے علیہ السلام کی امت کے آدمی ہیں۔ تم کو ہدایت کرنے کے لئے آئے ہیں۔ اگر ایمان لاؤ تو خیر۔

ورنہ ہم جہاد کرینگے۔ ہمارا لشکر شہر کے قریب تھوڑی دور پڑا ہے۔ یہ کلام سنکر اس سردار نے سب کو ایک تھیلی میں بھر کر کاندھے پر اٹھا لیا۔ اور اپنی قوم کے پاس لاکر اُن کو چھوڑ کے کہنے لگا۔ کہ یہ موسےٰ پیغمبرؑ کی قوم کے آدمی ہیں۔ ہم سے لڑنے آئے ہیں۔ جب اس کی قوم نے دیکھا کہ یہ ذرا ذرا سے آدمی ہیں۔ تو ہنسے اور کہا۔ کہ یہ کیا ہم سے لڑ سکتے ہیں۔ ہمارے دس آدمی ان کے تمام لشکر کو کافی ہونگے۔ قوم عاد کے آدمی بڑے قدآور تھے۔ ان آدمیوں سے ان کے دو چند قد لمبے تھے۔ عوج بن عنق نے کہا کہ جاؤ۔ اپنے پیغمبر موسےٰؑ سے کہدو۔ کہ ہم لڑنے سے نہیں ڈرتے۔ یہ لوگ واپس آئے اور موسےٰ علیہ السلام سے تمام حقیقت لمبے بالے اور سردار کے اس طرح کہنے اور ان کے قدوں کی کہی۔ حضرت موسےٰؑ کی امت کسی قدر خائف ہوگئی۔ موسےٰ علیہ السلام جوش میں آگئے۔ اور عصا لیکر عوج بن عنق کی طرف بعزم جنگ تشریف لیگئے۔ جب حضرت موسےٰؑ کو اُس نے آتے دیکھا۔ ایک سنگ گراں ہیبت نشان اس غرض سے اٹھا کر مارنے کا ارادہ کیا۔ کہ تمام موسےٰ علیہ السلام کی امت دبکر مر جائے دنیا میں موسےٰ اور موسےٰؑ کی قوم کا نشان کبھی نہ رہنے پائے۔ جونہی اس پہاڑ سے پتھر کو اُن کے اوپر پھینکا۔ اللہ جل شانہٗ نے ایک فرشتہ کو حکم دیا کہ وہ پرندکی شکل میں وہاں جائے۔ اور اس پتھر کو چونچ مارکر توڑ دے۔ چنانچہ حسب الحکم جناب باری تعالےٰ اس ناچیز پرندے نے اس عظیم الشان پتھر کی چٹان کو چونچ مارکر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ پتھر اوپر سے ریزہ ریزہ ہوکر اسی ملعون کے سر پر گرا۔ حضرت موسےٰؑ نے بڑے زور سے اچھل کر عوج بن عنق کے اپنا عصا مارا۔ اس کے لگتے ہی کمبخت گر پڑا۔ اور تڑپ کر بڑی نامردی سے جان دی۔ کہتے ہیں کہ حضرت موسےٰؑ کا قد [illegible] چالیس گز کا تھا۔ اور عصا مبارک بھی اتنا ہی بلند تھا۔ اور اسوقت آپ

زمین سے چالیس ہی گز اچھلے تھے۔ جب عوج بن عنق کے پیر کے ٹخنے پہ زخم لگا تھا۔ پھر اس کے قد کا اندازہ کر لیجیے۔ کہ کتنا ہوگا۔ مگر خدا کی قدرت سے ایک ہی وار میں فنا فی النار ہوا۔ حضرت موسےٰ اپنی قوم کی طرف گئے۔ اور اس کو عوج کے قتل کی خبر دی۔ قوم یہ سنکر نہایت خوش ہوئی۔ وہاں سے حضرت موسےٰ ملک شیخ بلعم بن باعور کی طرف گئے۔ یہ شیخ اس زمانہ میں نہایت عابد زاہد شخص تھے۔ موسےٰ علیہ السلام کے آنے کی خبر لوگوں نے ان سے آکر بیان کی۔ اور کہا موسےٰ اس ملک پہ فوج لاتے ہیں۔ ہمیں تباہ کر ڈالینگے۔ وہ فوج ہمیں گرفتار کر لیگی۔ ہمارے بچوں کو تکلیف پہنچائیگی۔ ملک سے نکال دیگی۔ مال و متاع سب چھین لے گی۔ اے شیخ خدا سے بددعا کر۔ کہ موسےٰ یہاں نہ آئے۔ راستہ فراموش ہو جائے۔ شیخ نے جواب دیا۔ گنہگار قوم میں برگزیدہ پیغمبر کی شان میں کیسے بددعا کروں۔ وہ سچے نبی ہیں۔ خدا کے پیارے ہیں۔ ہر چند قوم نے بددعا کے لئے کہا۔ مگر شیخ نے پسند نہ کیا۔ تمام فوج برگشتہ ہو ہو گئی۔ جب انکی بیوی کو یہ خبر پہنچی۔ کہ قوم کے سب لوگ نافرمان ہو گئے۔ یہ بڑی مکار ہوشیار عورت تھی۔ تمام قوم اس کے پاس فریادی آئی۔ کہ شیخ سے موسےٰ کے واسطے بددعا کرائے۔ اس نے کہا میں ضرور بددعا کراؤنگی۔ تم خاطر جمع رکھو۔ جب شیخ گھر میں آئے۔ اس نے بڑی خوشامد سے کہا۔ کہ خدا کے واسطے موسےٰ کے لئے بددعا کرو۔ ورنہ قوم ان کے ہاتھوں سے ہلاک ہو کر نیست و نابود ہو جائیگی۔ حفاظت جان و مال کے لئے دعا مانگنا کچھ گناہ نہیں ہے۔ اس واسطے تمہیں بددعا کرنا ضروری ہے۔ تاکہ ہمارا ملک تباہی سے محفوظ رہے۔

شیخ نے کہا۔ کہ میں انکے واسطے کیسے بددعا کر سکتا ہوں۔ مگر عورت نے کچھ نہ مانا۔ اور اپنی بات پہ بہت اصرار کیا۔ یہاں تک کہ شیخ نے مجبور

بد دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ اور بد دعا کی۔ اس عابد خدا پرست کی بد دعا درگاہ حق میں مقبول ہو گئی۔ حضرت موسٰے ابھی اس ملک سے چودہ فرسنگ تھے۔ شیخ کی دعا سے چالیس برس تک جنگل بیابان میں حیران و سرگردان پھرتے رہے۔ مگر نہ شہر ملا۔ نہ راہ کا پتہ چلا۔ موسٰے علیہ السلام نے درگاہ حق میں نہایت عاجزی سے دعا مانگی۔ کہ اے میرے خدا جو شخص میری آوارگی کا باعث ہوا ہے۔ تو اس کو اس جہان سے بے ایمان اٹھائیو۔ خداوند تعالٰے کی جناب میں یہ دعا مقبول ہوئی۔ اور بلعم بن باعور اس جہان فانی سے بے ایمان اٹھایا گیا۔ مرتے وقت کتے کی شکل ہو گئی۔ چونکہ عورت کے کہنے سے اس نے بد دعا کی تھی۔ خدا نے اس کو ایسا گرفتار عذاب کیا۔ کہ ہمیشہ جہنم میں رہیگا۔ اے قبلۂ عالمیان جب عورت کی وجہ سے ایسے ایسے مقدس آدمی دربار الٰہی میں معتوب ہوئے۔ اور گرفتار بلا۔ اور ایمان سے بے بہرہ دنیا سے گئے ہیں۔ تو لازم ہے۔ کہ انسان اس کی بات پر بھول کر عمل نہ کرے۔ اپنی عقل و دانائی سے مکر کو پہچانکر درگذر کرنا مناسب ہے۔ آپ شاہزادے کی طرف سے بدگمانی دور کریں۔ اور اس عورت کے کہنے پر مطلق اعتبار نہ کریں۔ وزیر نے اتنا کہکر زمین خدمت کو بوسہ دیا۔ بادشاہ نے وزیر کی سفارش کے مطابق اس دن بھی شاہزادے کو زندان خانہ میں بھیجدیا خود برائے شکار بسمت مرغزار روانہ ہوا۔ تمام دن سیر و شکار میں مصروف رہکر شام کو واپس آیا۔ آتے ہی محل سرائے میں گیا۔ ملکہ منتظر بیٹھی تھی۔ یہ سیدھا ملکہ کے پاس جا بیٹھا۔ کھانا کھانے کے بعد ملکہ نے پھر شاہزادے کے بارہ میں گفتگو چھیڑی۔ کہنے لگی۔ اے مالک تاجدار خدا ہمیشہ آپ کو برقرار رکھے۔ آج تو اپنا ارادہ پورا کیا ہوگا۔ بادشاہ نے کہا آج بھی وزیر دوم نے مجھکو اس فعل سے باز رکھا

یہاں تک کہ میں قتل کا حکم دے چکا تھا۔ مگر وزیر نے سفارش کی۔ مجھے رحم آگیا۔ پھر اسے قید خانہ بھجوا دیا۔ کوئی دن کی اور زندگی تھی۔ بچ گیا۔ ورنہ آج ہی ہمکنار اجل ہوتا۔ یہ سنکر ملکہ بولی میں وزیروں کی سازشوں کو خوب پہچانتی ہوں۔ ہر ایک کا مدعا جانتی ہوں۔ وہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح شاہزادہ حرامزادہ نہ مارا جائے۔ اور تخت کا مالک بن کر ملک میں مالا مال کرے۔ ہر روز نہ ایک نیا حیلہ پیدا کر کے اس کو بچا لیتے ہیں۔ جھوٹی باتیں بنا کر مجھ کو تیری نظروں میں حقیر کرنا۔ اور لغو قصے بیان کر کے مجھے بے توقیر کرنا چاہتے ہیں۔ میں جانتی ہوں۔ اسی لئے کہتے ہیں۔ کہ عورتوں میں عقل نہیں ہوتی۔ وہ خارج از عقل ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے ان کی بات ماننا نادانی اور حماقت کی نشانی ہے۔ کبھی مکار بتاتے ہیں۔ کبھی عیار۔ حالانکہ یہ محض غلط اور قطعی باطل ہے۔ اور وہ اپنے اس خیال میں ہرگز راستبازی سے کام نہیں لیتے۔ چونکہ انہیں معلوم ہے کہ بادشاہ کو میرا اعتبار بہت بڑھا ہوا ہے۔ لہذا ہر طریقے سے میری برائیاں اور افترا پردازی سے یہ کارروائیاں کر کے مجھکو بادشاہ کے نزدیک مکار بنانا چاہتے ہیں۔ کیا تمہیں خدا نے عقل و ہوش نہیں عطا کئے۔ اور ان کی ضرر رساں تدبیروں کو نہیں پہچان سکتے۔ یہ نمک حرام قوم ہے۔ ان کا خاصہ ہے۔ کہ جہاں کسی نے لالچ دیا۔ اور ان کی رال ٹپکی۔ جہاں تک مجھ سے ہو سکیگا۔ میں اپنے بادشاہ کو ان کے لپیٹ سے بچانے کی کوشش کرونگی۔ اگر وہ میرے دشمن تو تمہارے بھی دشمن۔ اور اگر اے بادشاہ تیری یہ مرضی ہو۔ کہ میں کسی معاملہ میں کچھ نہ بولوں۔ بلکہ وزیر جو کچھ چاہیں۔ سیاہ و سفید اپنی مرضی کے موافق کریں۔ تو پھر میں نہ بولونگی۔ ہاں اتنا پھر کہتی ہوں۔ کہ مجھ کو سخت اندیشہ ہے وہ سب یکدل و متفق ہو کر کہیں تیرے ساتھ کچھ دغا بازی نہ کر بیٹھیں۔

جس کے سبب سے کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے۔ اور آخر کار پشیمان ہوکر سلطنت سے دست بردار ہو۔ اُس وقت پچھتانے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ دوسرے یہ بات کہ اپنی سلطنت میں بداندیش آدمیوں کو عہدہ وزارت دیکر اپنے تمام کاروبار اُن کے سپرد کر دیئے ہیں۔ اور ان کو دیانتدار خیال کرتا ہے۔ رذیل قوم کبھی دیانتدار ہوئی ہے۔ جواب ہوگی۔ میں دیکھتی ہوں کوئی تو باورچی اور کوئی نائی اور کوئی قصائی ہے۔ ان کو وزیر بنانا سلطنت کا کھونا ہے۔ ان کی مثال ویسی ہی ہے۔ جیسا کہ حضرت خواجہ خضرؑ نے ایک بادشاہ کو اس کے وزیروں کی اصل دکھائی تھی۔ شائد وہ داستان بادشاہ نے نہیں سنی۔ بادشاہ نے کہا وہ کس طرح ہے۔ ہم سننا چاہتے ہیں ملکہ بیان کرنے لگی ◆

ملکہ کی چوتھی داستان

کسی زمانہ میں ایک بادشاہ جو خضر علیہ السلام کے دیکھنے کا بڑا مشتاق رہتا تھا۔ ہمیشہ کہا کرتا جو کوئی مجھے حضرت خضرؑ کی زیارت کرلے۔ اسکو حسب خواہش انعام دونگا۔ اسی زمانہ میں ایک نہایت غریب آدمی اس کی دارالسلطنت میں رہتا تھا۔ بادشاہ کے اس شوق اور انعام دینے کو سنکر دل میں کہنے لگا۔ کہ کاش میں خضر علیہ السلام کو دکھا سکتا۔ تو خوب سا انعام لیتا۔ آخر کار وہ غریب سوچنے لگا کہ کس طرح سے انعام لوں ہر چند تدبیریں سوچیں مگر کوئی پیش نہ گئی۔ سوچتے سوچتے دل میں یہ بات ٹھیرائی کہ بادشاہ سے جاکر کہوں۔ کہ آپ اول مجھے تین سال تک عمدہ کھانا کھلائیں تو میں خضر علیہ السلام کی زیارت کرا دونگا۔ مطلب اس کا یہ تھا۔ کہ تین

سال کے درمیان شاید ہم دونوں میں سے کوئی مر جائے۔ یا بعد گذرنے تین سال کے بادشاہ کا شوق کم ہو جائے۔ یا ممکن ہے کہ اس خطا کو میں کسی صورت سے معاف کراؤں۔ مگر فی الحال یہ تدبیر مناسب ہے۔ اس صورت میں زندگی کے کچھ دن تو فراغت سے گذرینگے۔ یہ سوچ کر مفلس بیچارہ بادشاہ کے پاس گیا۔ اور کہا کہ جہاں پناہ خضر علیہ السلام کی زیارت میں کرا سکتا ہوں۔ مگر شرط یہ ہے۔ کہ تین سال کے بعد زیارت نصیب ہوگی۔ اتنی مدت تک آپ مجھے اپنے پاس رکھیں۔ اور جس سامان کی ضرورت ہو۔ مجھے عنایت کریں۔ بادشاہ نے کہا اگر تجھ سے نہ ہو سکا۔ تو کیا سزا دیجائے۔ کہنے لگا۔ حضور جان سے زیادہ دنیا میں کوئی چیز عزیز نہیں ہے۔ آپ مجھے شوق سے قتل کیجئے۔ غرضیکہ یہ شرط قبول کر کے بادشاہ نے جو کچھ بھی اس نے مانگا۔ دیدیا۔ قصہ کوتاہ اسی طور تین سال گذر گئے۔ ایک دن یہ بادشاہ کے خوف کے باعث نکل بھاگا۔ اور ایک جنگل بیابان میں جہاں سوائے چٹیل میدان کے درخت کا نام و نشان اور نہ دانہ پانی کا سامان تھا۔ حیران پریشان وہاں جا پہنچا۔ اس کو دیکھ کر اس کی آنکھیں پھٹیں۔ اوسان خطا ہوئے دل بھر آیا۔ خوب رویا۔ یہاں اس کا سوائے خدا کے اور کون تھا۔ ناچار بادل نار ایک جانب منہ اٹھا ناک کی سیدھ چلا گیا۔ چلتے چلتے ایک ٹیلہ نظر آیا۔ ہمت نے تسلی دیکر اسے وہاں پہنچایا۔ یہ دوڑ کر ٹیلہ پہ چڑھا اور ادھر ادھر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ کہ کوئی آدمی میرے تعاقب میں تو نہیں آتا ہے۔ جب دور تک کوئی آدمی نظر نہ آیا۔ یہ کسی قدر مطمئن ہو کر نیچے اتر آیا۔ اور بدحواس ہو کر پھر آگے بڑھا۔ کھائی کھوؤں میں ہوتا ہوا ایک ایسی جگہ جا چھپا۔ کہ جہاں انسان کا گذر نہ ہو سکتا تھا۔ اس پہ بھی خوف کے مارے کانپتا تھا۔ ابھی اس کے ہوش

حواس بجا نہ تھے۔ کہ اتنے میں ایک سفید ریش۔ سبز پوش۔ دمکتا ہوا چہرہ۔ ہاتھ میں عصا۔ اُس نے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا اس پر اور خوف طاری ہوا۔ سہم گیا کہ دیکھئے اب کیا ہوتا ہے۔ قریب آکر اس پیر روشن ضمیر نے اس کے چہرہ سے خوف کے آثار پہچان کر پہلے سلام کیا۔ اس نے کانپتی ہوئی آواز میں سلام کا جواب دیا۔ پھر اُس پیر مرد نے تسلی دیکر پوچھا کہ تو اس قدر مغموم کیوں ہے۔ اور اس صحرائے لق و دق میں تیرے آنے کا سبب کیا ہے۔ یہ گونگے کی طرح چپ کھڑا رہا۔ منہ سے کچھ جواب نہ دیا۔ پھر پیر مرد نے پوچھا۔ اور کہا کہ اے نیک بخت مرد خوف مت کر۔ واقعی حال اپنے ملال کا بیان کر۔ میں کوئی تدبیر کرونگا۔ حتی المقدور کوشش سے درگذر نہ کرونگا۔ تو مطمئن رہ اور کل حال بیان کر۔ جب اُس نے پیر مرد کو اتنا مہربان پایا۔ تو بادشاہ کو خضرؑ کی ملاقات کا شائق ہونا اور جو شخص ملاقات کرائے۔ اسے انعام واکرام دینے کا وعدہ کرنا۔ اور اپنا جانا۔ اور بادشاہ سے کہنا اور شرط کرنا اور تین برس کے گذرنے پر بھاگ آنا۔ تمام حال اول سے آخر تک کہہ سنایا۔ پیر مرد نے بڑی تشفی سے کہا۔ چل مجھے بادشاہ کے پاس لے چل۔ میں اُسے سمجھا کر تیری خطا معاف کرادونگا۔ اُس نے جو ہمدردی کی بو بزرگ کی باتوں میں پائی۔ فوراً ان کو ساتھ لیکر جانب شہر بادشاہ کے پاس روانہ ہوا۔ یہاں بادشاہ کے ہرکارے اسے جابجا تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ اسے دیکھتے ہی پہچان لیا۔ اور پکڑ کر بادشاہ کے حضور لیگئے۔ یہ پیر مرد بھی اس کے پیچھے پیچھے جاکر دربار میں ایک طرف کو کھڑے ہوگئے۔ بادشاہ نے بڑے غصہ سے اس کی طرف دیکھکر کہا کہ اے مکار اب تین برس سے بھی اوپر گذر چکے۔ حسب وعدہ لینے کے خضر علیہ السلام کی زیارت کرا۔ ورنہ اس عہد کو پورا کر جو کہ تو نے کہا تھا۔ اس غریب بیچارہ نے بڑی عاجزی سے عرض کیا۔ کہ اے بادشاہ مجھ پر

لطف و کرم فرما۔ میرا گناہ معاف کر۔ مجھ سے خطا ہوئی۔ میں نے صرف اپنا پیٹ پالنے کیلئے بادشاہ کے سامنے یہ جھوٹ بولا تھا۔ اب جو حضور کی مرضی ہو بندہ حاضر ہے۔ بادشاہ نے کہا ہرگز تیرا قصور معاف نہیں ہونیکا میں نے عہد کیا تھا اگر تو نہ دکھا سکیگا۔ تو اپنے اس جھوٹ کی سزا پائیگا۔ جب تک تجھے قتل نہ کرونگا۔ میرا دل ٹھنڈا نہ ہوگا۔ یہ کہکر بادشاہ نے وزیر کی طرف متوجہ ہوکر دیکھا۔ اور دریافت کیا۔ کہ اس بارہ میں کیا ہونا چاہیئے۔ وزیر نے کہا اس جھوٹ کی سزا اس کو یہ ملنی چاہیئے۔ کہ اس کا ہر ایک عضو کاٹ کاٹ کر جا بجا بازاروں میں لٹکا دیا جائے۔ تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔ اور پھر کوئی شاہوں کے سامنے جھوٹ بولنے کی جرأت نہ کرے۔ پیر مرد نے آگے آکر فرمایا۔ کہ وزیر نے سچ کہا صحیح ہے۔ کل شئی یرجع الی اصلہ۔ بادشاہ نے دوسرے وزیر کی طرف دیکھا۔ اور مشورہ طلب کیا۔ وزیر نے کہا اس شخص کو دیگچہ میں ڈالکر ابالا جائے۔ تاکہ تمام بدن اس کا حلوا ہو جائے۔ اور اپنے کیئے کی سزا پائے۔ پیر مرد نے پھر بھی کہا کہ اس وزیر نے بھی سچ کہا ہے۔ کیونکہ کل شئی یرجع الی اصلہ۔ پھر بادشاہ تیسرے وزیر سے مخاطب ہوکر بولا۔ کہ آپ کی اس معاملہ میں کیا رائے ہے۔ وزیر نے دست بستہ عرض کیا۔ جہاں پناہ کہ اول اس کو کاٹکر ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے۔ بعدہ دہکتے تنور میں ڈالکر مثل سوکھی لکڑی کے جلایا جائے پھر پیر مرد نے یہی کل شئی یرجع الی اصلہ کہکر خاموشی اختیار کی۔ پھر بادشاہ نے چوتھے وزیر سے دریافت کیا۔ کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ وزیر نے جوابدیا۔ اے بادشاہ جو سلوک آپ نے اس شخص کے ساتھ کیا ہے وہ خضر علیہ السلام کی ملاقات کی غرض سے کیا گیا۔ اس نے اس خیال سے جھوٹ بولا۔ کہ تین برس تک خضر علیہ السلام کی ملاقات کیلئے دعا کرتا ہے اور اللہ اپنے بندوں کی دعا قبول کرتا ہے۔ شائد اس بہانہ ہی سے خضر کی

ملاقات ہو جائے۔ اور اسے انعام ملجائے۔ خیر اس سے خطا ہوئی۔ معاف فرمائیے۔ یہ اپنی خطا پر نادم ہو کر معافی کا خواستگار رہے۔ امید کہ آپ اس کی خواہش پوری کریں۔ اللہ آپ کی آرزو برلائیگا۔ یہ سنکر بادشاہ خاموش تھے۔ پھر پیر مرد نے کہا سچ ہے۔ ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے۔ بادشاہ ان کی طرف دیکھکر کہنے لگا اے بزرگ میرے تمام وزیروں نے جدا جدا رائیں اور مختلف سزائیں تجویز کیں۔ مگر آپ نے ہر ایک کی رائے کی بابت یہی فرمایا۔ کُل شیٍ یرجع الیٰ اصلہ۔ اس کا مطلب سمجھائیے حقیقت حال بتلائیے۔ پیر مرد نے جوابدیا اے بادشاہ آپ کا پہلا وزیر قصاب کا بیٹا ہے۔ دوسرا باورچی کا۔ تیسرا طباخ کا۔ لہذا ہر ایک نے اپنی اصل کے لحاظ سے سزا تجویز کی۔ البتہ چوتھا وزیر شریف النسل ہے۔ بدیں وجہ اس نے اپنی رحم دلی اور شرافت کا اظہار کیا۔ اب آپ کو معلوم ہوا۔ اصل اس کی یہ ہے جیسا کہ میں نے کہا۔ بادشاہ نے اس کلام سے نہائت محظوظ ہو کر پیر مرد سے مصافحہ کیا۔ اور جو کچھ بادشاہ نے دریافت کیا۔ اس بزرگ نے مؤثر تقریر میں جوابدیا۔ تھوڑی دیر بعد یہ بزرگ اتنا کہکر غائب ہو گئے۔ کہ میرا ہی نام خضرؑ ہے۔ تو میری ہی ملاقات کا مشتاق تھا۔ سو مدعا پورا ہوا۔ جب شاہ نے سنا نہائیت خوش ہوا کہ میری امید پوری ہوئی۔ مگر افسوس کہ میں نے فیض نہ حاصل کیا۔ ان کی تلاش کے لئے جابجا سپاہی دوڑ لئے۔ تمام شہر چھان مارا۔ کہیں پتہ نہ چلا ناچار خاموش ہو گیا۔ حکم دیا کہ اُس غریب شخص کو جس کے وسیلہ سے خضر علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ بے انتہا انعام دو۔ زر و جواہر سے لاد دو ملکہ یہاں تک بیان کر کے کہنے لگی۔ کہ وزیروں کی اصل اب تو معلوم ہوئی ان سے نیک صلاح کی امید رکھنا گویا زہر سے تریاق کا اثر تلاش کرنا ہے بادشاہ وزیروں کی حکائت سنکر بدگمان ہوا۔ کہنے لگا۔ صبح ضرور شہزادہ کو

تو تیغ بے دریغ کر دونگا۔ چونکہ رات زیادہ گئی تھی۔ بادشاہ اپنی آرامگاہ میں چلاگیا۔ صبح جب کہ مرغ سحر نے اپنی بلند اور پیاری آواز میں حمد کہنی شروع کی۔ بادشاہ کی آنکھ کھلی۔ آفتاب کے منور ہونے تک ضروریات سے فارغ ہوکر تخت جلوس پر جلوہ افروز ہوا۔ اور آتے ہی حکم دیا کہ شاہزادے کو ہمارے سامنے پیش کیا جائے۔ حسب الحکم شاہزادے کو پیش کیا گیا۔ بادشاہ نے جلاد کو حکم دیا۔ کہ اس کا سر قلم کر دے۔ یہ سنکر پانچواں وزیر آگے بڑھا اور عرض کرنے لگا۔ اے جہاں پناہ شاہزادے کے قتل میں اس قدر عجلت کرنا قرین مصلحت نہیں۔ اور اپنے خیراندیش اور دیرینہ خادم سلطنت وزیروں کی بات کو عبث اور بے فائدہ مت خیال کرو۔ کیونکہ یہ لوگ اول ہی گوہر سخن کو میزان عقل میں تولکر زبان سے نکالتے ہیں۔ جس کا نتیجہ ہمیشہ عمدہ اور بہتر ظاہر ہوتا ہے۔ اس بارہ میں وزیروں کی رائے درست و افضل ہے۔ جس کی دلیل شرع شریف سے اس طرح ثابت ہے۔ کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ جو شخص اپنے آقا کو شرع کے برخلاف عمل کرتے دیکھے اور منع نہ کرے یا نفع و نقصان اور مسئلہ بیان کر کے آگاہ نہ کرے۔ تو گویا اس نے بھی شرع کے برخلاف کام کیا۔ اس واسطے دونو گنہگار ہوئے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم آپ کو نیک صلاح دیں۔ آپ کو لازم ہے۔ کہ اسے مانیں۔ جو کچھ بھی میں اس وقت کہہ رہا ہوں۔ نہایت صحیح اور بالکل ٹھیک ہے۔ جو شخص حضرت کی زیارت کرنا چاہے۔ اسے چاہئے کہ ایک عالم و فاضل دانا و کامل نیک چلن کی زیارت کرے۔ جب کہ عالم فاضل کا یہ درجہ ہے۔ تو خود ان کی بات بدرجہ اولیٰ ماننی چاہئے۔ حکیموں کی مدد مظلوموں پر رحم اور بیگناہوں کو بری کرنا واجب ہے کہ وہ کسی ناکردہ گناہ کی آفت میں پھنس گئے ہوں۔ ہمارے لئے ضروری امر ہے۔ لہذا درخواست ہے

کہ حضور شاہزادہ پُرنور کو قتل نہ فرمائیں۔ شاید جناب نے خضر اور وزیر کی کہانی نہیں سنی ہے۔ وہ بڑی عجیب و غریب ہے۔ بادشاہ نے کہا سناؤ وزیر نے اس طرح بیان کرنا شروع کیا۔

پانچویں وزیر کی داستان

کہتے ہیں زمانہ قدیم میں ایک بادشاہ کسی ملک کا فرمانروا تھا۔ اور وزیر اس مملکت کا نہایت عابد۔ زاہد۔ خداپرست۔ نیکدل۔ خاص بندگان خدا میں سے تھا۔ اسی وجہ سے خضر علیہ السلام ہر روز اس وزیر کے پاس تشریف لایا کرتے تھے۔ ان کا معمول تھا۔ کہ ہمیشہ صبح کے وقت آجایا کرتے ایک دن بیٹھے بیٹھے وزیر کو اس دار ناپائدار کی بے ثباتی کا خیال آیا۔ اور معاملات دنیا پر غور کرنے لگا۔ جہاں تک غور کیا ہیچ پایا۔ افسوس کرکے کہنے لگا۔ کہ دنیا کا جاہ وحشم مال و منال بعد انتقال کچھ بھی کام نہیں آتا۔ ہاں البتہ کام آنیوالی چیز عمل نیک ہے۔ اسی خیال نے وزیر کو ترک دنیا پر مجبور کیا۔ آخرکار اس بندہ خدا نے عہدۂ وزارت سے دست بردار ہو یاد الہٰی میں گوشہ نشینی اختیار کی۔ رات دن ذکر خیر میں مصروف رہنے لگا۔ اس کو یاد خدا کرتے کرتے عرصہ گذر گیا۔ مگر اس مدت دراز میں خضر علیہ السلام ایک دفعہ بھی تشریف نہ لائے۔ اس لئے وزیر بہت ملول ہوا اور اپنے دل میں کہنے لگا۔ کہ کیا وجہ کہ بہت عرصہ سے خضر علیہ السلام مجھ سے ملاقات کرنے تشریف نہیں لائے۔ ایسی کیا خطا مجھ سے سرزد ہوئی۔ جس کی یہ سزا ملی۔ یہ خیال اس کے دل میں آیا ہی تھا۔ کہ خضر علیہ السلام تشریف لائے۔ وزیر بہت خوش ہوا۔ اور عرض کرنے لگا۔

کہ حضرت جب میں عمدہ وزارت پر مامور تھا۔ اور تمام اس کام کو سرانجام دیتا تھا۔ تب تو آپ روزمرہ تشریف لاتے تھے۔ مگر جب سے میں دنیا سے کنارہ کش ہو کر گوشہ نشین ہو گیا ہوں۔ آپ میرے پاس نہیں آتے کیا یاد خدا دنیا کے کاموں سے افضل نہیں ہے۔ خضر علیہ السلام نے جواب دیا۔ کہ اے وزیر اس وقت ظاہرا تو دنیا کے انتظام اور اپنے عہدے کے فرائض کو ادا کیا کرتا تھا۔ مگر درحقیقت وہ تمام کام تیری عبادت الٰہی میں لکھے جاتے تھے۔ کیونکہ ہزارہا مخلوق کو تجھ سے فیض اور سینکڑوں کو نفع حاصل ہوتا تھا۔ دنیا میں رفاہ خلق سے بہتر کوئی دوسرا کام نہیں ہے۔ جہاں تو ہزاروں کو فائدہ پہنچاتا تھا۔ اب صرف اپنی ہی ذات خاص کیلئے نیکی اور وہ بھی جنت کے لالچ میں کرتا ہے۔ تو ہی انصاف سے کہہ کہ اس عمل کے برابر یہ کب ہو سکتا ہے۔ یہی باعث میرے نہ آنے کا ہے جب وزیر نے یہ سنا۔ اور اُسے معلوم ہوا کہ خلق اللہ کو فائدہ پہنچانا اور ان سے رحم اور انصاف کا برتاؤ کرنا عبادت بدنی سے افضل ہے۔ تو بادشاہ کے پاس گیا اور منصب وزارت کے واپس ملنے کی درخواست کی چونکہ یہ نہایت نیک اور رحمدل۔ تجربہ کار۔ اور خیر خواہ رعیت و بادشاہ تھا نہایت خوشی سے بادشاہ نے اس کی درخواست منظور کر کے وزیر بنالیا حسب دستور سابق خضر علیہ السلام اس وزیر کے پاس آنے جانے لگے۔ وزیر نے رحمدلی کے باعث بڑی شہرت حاصل کی۔ چنانچہ جس کا ذکر خیر اب تک بطور داستان کے ہوتا ہے۔ ظالم شخص کو کوئی بھی اچھا نہیں کہتا نادانی سے باز آکر شاہزادے کے قتل سے ہاتھ اٹھائیے۔ ورنہ خدا کے ہاں آپ کا نام بھی ظالموں کے دفتر میں لکھا جائیگا۔ اتنا بیان کر وزیر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ بادشاہ نے دربار برخاست کیا اور حسب معمول شکار کو چلا گیا۔ شاہزادہ پھر قید خانہ میں قید کر دیا گیا۔

بادشاہ تمام دن سیر و شکار میں مصروف رہکر قریب شام کے واپس آیا۔ اس روز معمول سے زیادہ شکار کھیلا تھا۔ اس لئے کسی قدر تکان زیادہ تھی آتے ہی اندرون محل داخل ہوا۔ ملکہ بادشاہ کے آنے کی منتظر بیٹھی تھی جونہی یہ اندر پہنچا۔ ملکہ نے تعظیم سے اٹھکر سلام کیا۔ دونوں ایک جگہ بیٹھ گئے بعد فراغت طعام شام ملکہ نے شاہزادے کو دریافت کیا۔ کہ آج بھی قتل ہوا ہے یا نہیں۔ بادشاہ نے شرمندہ ہوکر کہا کہ آج بھی ایک وزیر نے اُس کی سفارش کی۔ اور رہائی پہ اسرار کیا۔ ناچار اُس کی خاطر میں نے قید خانہ بھیجدیا۔ اور قتل نہ کیا۔ ملکہ نے یہ سنکر بُری صورت بنائی ناک بھوں چڑھائی۔ اور کہنے لگی ہاں آپ نمکحرام وزیر کا تو کہنا مانتے ہی گے۔ میں سچی بات ازراہِ خیرخواہی کہتی ہوں۔ تو سمجھ میں نہیں آتی چونکہ بادشاہ کو ملکہ سے کمال انس تھا۔ اور اس کی رنجیدگی کسی طرح پسند نہ کرتا تھا۔ کہنے لگا کہ تم ذراسی بات کا خیال کرتی ہو۔ کل ضرور تمہارا کہنا پورا کرونگا۔ ملکہ بولی یہ تمہیں اختیار ہے۔ مگر شاہزادے کی مثل اس سانپ کی سی ہے۔ جو پیدا ہوتے ہی اپنی ماں کو کاٹتا ہے۔ اور بڑا ہوکر باپ کو مار ڈالتا ہے۔ شاہزادہ آستین کا سانپ ہے۔ مثل مشہور ہے۔ سانپ کا پلنے والا اسی کے زہر سے مرتا ہے۔ اس کا قصہ یوں ہے۔ کہ کسی آدمی نے سانپ سے دوستی کی۔ یہ شخص کیا کام کرتا۔ کہ دونوں وقت کچھ دودھ لیجاتا۔ اور سانپ کے بل کے منہ پر رکھنے کے بعد اُسے آواز دیتا۔ یہ انسان کا جانی دشمن نکلکر اس شیر کو پی جایا کرتا۔ ہرچند لوگ منع کرتے۔ کہ دیکھ تو کسی نہ کسی دن خطا پائیگا۔ اس حرکت سے باز آ۔ یہ ایک نہ سنتا اور اپنی عادت کے موافق روز دودھ پلانے جایا کرتا۔ ایک دن کیا دیکھتا ہے۔ کہ سانپ سردی سے اکڑا ہوا۔ سوراخ کے باہر بشکل مردہ پڑا ہوا ہے۔ اُس نے مرا ہوا جان جھٹ اٹھاکر چھاتی سے (جیسے کوئی اپنے بچے کو

چمٹاتا ہے) لگا لیا اور کہنے لگا۔ اے میرے پیارے دوست تجھے کس بے رحم نے ستایا۔ اُسے کچھ خدا کا خوف نہ آیا۔ کہ تجھ سے بیزبان اور خوبصورت جانور کو مار ڈالا۔ یہ نادان اس گفتگو کے درمیان میں تھا۔ کہ سانپ چھاتی کی گرمی سے ہوشیار ہوا۔ اور اپنے آپ کو انسان کی قید میں مقید دیکھ جلدی سے سر اٹھا اس کے سینہ میں اس زور سے کاٹا کہ فوراً تمام بدن میں زہر اثر کر گیا۔ اور وہ ہم سے زمین پر گرا۔ زہر سے اس کا بدن پانی پانی ہو گیا۔ اگر یہ کمبخت پہلے ہی لوگوں کی بات مانتا تو کیوں حرام موت مرتا۔ بدوں کی ذات سے نیکی کی امید رکھنا سراسر خلاف عقل ہے۔ اسی واسطے عقلمندوں کا قول ہے۔ کہ بد آدمی سے بچ کر چلو۔ ورنہ بد بدی کئے بغیر نہیں رہتے۔ چنانچہ اس ہی ضمن میں مجھے ایک قصہ یاد آیا۔ اگر ناگوار خاطر نہ ہو۔ تو بیان کروں۔ بادشاہ نے ہنسکر کہا کہ نیکی اور پوچھ پوچھ کر ملکہ اس طرح بیان کرنے لگی +

ملکہ کی پانچویں داستان

اگلے زمانے کا مذکور ہے۔ کہ کسی بڑے شہر میں ایک شربت فروش رہتا تھا۔ اس کے ایک بیٹا تھا۔ نہایت حسین ماہ جبین۔ غیرت دہ ماہ کنعانی۔ یوسف ثانی۔ حسن میں بے مثال پری تمثال۔ یکتائے روزگار۔ غرضیکہ اپنی نظیر آپ تھا۔ جب کبھی اس کا باپ کسی ضروری کام کاج کو چلا جاتا۔ تو یہ پری پیکر شربت بیچنے دوکان پر بیٹھ جایا کرتا۔ حسن پرستوں کی بن آتی۔ شربت پینے کے بہانے دیدار بازی کیا کرتے۔ جس وقت یہ دوکان پر بیٹھتا بھیڑ لگ جاتی چاروں طرف سے روپیہ گرنے لگتا۔ یہاں تک کہ ہاتھ میں لینے تک کی عز صحت

نہ ملتی تھی۔ اکثر لوگ صرف اس شیریں دہن کے شربت دیدار ہی سے سیراب ہونے کے لئے دو دو گھنٹہ دوکان کے سامنے محو حیرت کھڑے رہتے اور اس کے ہاتھ کے ایک پیالہ شربت کی قیمت میں ایک روپیہ بھی دینا کم سمجھتے تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ اس کا باپ دوکان پہ نہ تھا۔ یہ بیٹھا ہوا نہایت آن بان کے ساتھ شربت بیچ رہا تھا۔ حسن اتفاق سے اس شہر میں ایک سیہ فام حبشی کہیں سے چلتا پھرتا آ نکلا۔ دوکانوں اور بازاروں کی سیر کرتا اور دیکھتا بھالتا آ رہا تھا۔ اس دوکان پہ جو زیادہ بھیڑ بھاڑ دیکھی۔ ٹھٹھک گیا۔ جونہی حبشی کی نظر اس رشک قمر پہ پڑی۔ دل بے تاب پہلو سے نکل رخ جاناں کی بلائیں لے صدقہ ہو گیا اور سینہ میں برچھی سی لگی۔ یہ بیچارا آفت کا مارا دونوں ہاتھوں سے کلیجہ تھام کے رہ گیا۔ نہ پیچھے ہٹا نہ آگے بڑھا۔ وہیں کا وہیں کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر تک تو یہ غریق بحر حیرت خاموش صورت زیبا کو تکتا ہکا بکا بنا رہا۔ جب اس سے نہ رہا گیا۔ تو آگے بڑھ کر شربت کے لئے ایک روپیہ حوالہ کیا۔ اور رعب حسن کے مارے کچھ منہ سے نہ بول سکا۔ اس ماہ نمک فریب نے جلد شربت بنا اپنے ہاتھ سے اسے پیالہ دیا۔ حبشی دلدادہ نے شربت حیات سمجھ منہ سے لگا جرعہ جرعہ پی لیا۔ اب تو اس کا معمول ہو گیا۔ ہر روز آتا اور شربت نوش کرتا۔ رفتہ رفتہ اس لڑکے کو اس حبشی کی نظر اور گفتگو سے معلوم ہوا۔ کہ یہ میرا عاشق صادق ہے۔ اس نے اپنے باپ سے کہا کہ آپ کو ایک نمک حلال اور محنتی نوکر کی ضرورت ہے۔ یہاں پہ ایک حبشی نو وارد ہے۔ مسافر ہے غریب ہے۔ اس سے کہئے کہ ہمارے ہاں کی نوکری کرے۔ یقین ہے کہ وہ انکار نہ کرے گا۔ چنانچہ اس حبشی سے اس لڑکے کے باپ نے کہا۔ کہ میاں مسافر تم کہاں ٹھہرے ہوئے ہو۔ اس نے کہا سرائے میں ٹھہرا ہوا ہوں۔ کہا سرائے میں تو تم کو بہت تکلیف ہوتی

ہوگی ۔ مکان موجود ہے ۔ آپ کا دل چاہے تو یہاں آن رہیئے ۔ اور اگر نوکری کرنا چاہو ۔ تو ہمارا کام کاج کر دیا کرو ۔ ہم ہر طرح خاطر کرتے رہیں گے ۔ جبشی نے اس موقعہ کو نعمت غیر مترقبہ سمجھا ۔ اور بخوشی اس بات کو منظور کر لیا ۔ غرضیکہ رہنے سہنے لگا ۔ ایک دن جبشی نے لڑکے سے کہا کہ اے غیرت ماہ میں تیرا ہر طرح ممنون ہوں ۔ مگر ایک آرزو دل میں ہے اگر وہ بر آئے تو دل بیقرار کو قرار آئے ۔ یہ کہکر اپنی جیب سے نہایت بیش قیمت ہیرا نکالکر دکھایا ۔ اور کہنے لگا ۔ اگر تو مجھکو ایک بوسہ دے تو میں یہ ہیرا تیری نظر کروں ۔ لڑکے نے بڑے اغماض کے ساتھ یہ بات منظور کی ۔ جبشی نے رخ بے نظیر کا بوسہ لے ہیرا حوالہ کیا ۔ اور نہایت محبت آمیز لہجہ میں کہنے لگا ۔ اے میری جان چونکہ میں تجھ کو جان عزیز سے زیادہ پیارا سمجھتا ہوں ۔ اس واسطے کہتا ہوں ۔ مجھے اک طلسم سے خزانہ معلوم ہوا ہے ۔ اگر تو کہے تو اُس کو تجھے ساتھ لیجا کر کھولوں ۔ اسقدر سونا ہاتھ آئے ۔ کہ مالا مال ہو جائے ۔ پھر تم کو کبھی افلاس کی صورت نہ دیکھنی پڑے ۔ لڑکے نے باپ سے ذکر کیا ۔ باپ نے اجازت دیدی ۔ کہ اگر وہ ٹھیک کہتا ہے تو ساتھ جاکے لے آ ۔ الغرض جبشی اور یہ نازنین لڑکا دونوں اس مقام کو چلدیئے ۔ جہاں سونے کا خزانہ تھا ۔ یہ جبشی اُس لڑکے کو شہر کے باہر لیجا ایک سمت کو چلدیا ۔ کتھوڑی دور پہنچکر وہاں جنگل میں ایک کنواں نظر آیا ۔ جس کے منہ تک پانی بھرا ہوا ہے ۔ اس جبشی نے وہاں ٹھیر کر ایک کاغذ کے ٹکڑے پر کچھ لکھکر کنوئیں کے دہانہ پر رکھدیا ۔ ایک آن کی آن میں اس موا منہ بھرے ہوئے کنوئیں کا پانی غایب ہو گیا جیسے کہ اس میں پانی تھا ہی نہیں ۔ یہ جبشی اس لڑکے کو کنوئیں کے نیچے لے گیا ۔ نیچے پہنچکر ایک مقفل دروازہ نظر آیا ۔ جبشی نے ایک تعویز لکھ اس قفل پہ باندھ دیا ۔ تعویز کے باندھتے ہی اُس کے اثر سے

قفل فوراً کھل گیا۔ یہ دونوں اندر داخل ہوئے۔ کہ ناگاہ سامنے سے ایک دیو۔ بلائی صورت۔ رنگ سیاہ بھونڈا۔ لمبے لمبے ہونٹ۔ بڑے بڑے دانت۔ جسے دیکھنے سے ڈر معلوم ہو۔ ہاتھ میں یک سوا سو من کا پتھر لیئے۔ لال پیلی آنکھیں کیئے ان کی طرف جھپٹا۔ دیو کو دیکھ کر اس حبشی نے کچھ افسوں پڑھکر پھونکا۔ دیو پیچھے ہٹا۔ اور پتھر زمین پر پھینک کر علیحدہ جا کھڑا ہوا۔ یہ دونوں آگے بڑھے۔ آگے بلور کا نہایت بلند گنبد دیکھا۔ جس کے دروازے پر دو اژدہا خونخوار مثل کوہسار منہ پھاڑے ایک دوسرے کے سامنے اڑے کھڑے ہیں۔ دونوں اژدہوں نے ایک ساتھ اس حبشی اور لڑکے پر حملہ کیا۔ حبشی نے ایک پتھر پر کچھ طلسم پڑھ کر زور سے مارا۔ پتھر کے پھینکتے ہی اژدہے غائب ہو گئے۔ گنبد کا دروازہ خود بخود کھل گیا۔ یہ اندر گئے۔ کیا دیکھتے ہیں۔ ایک کونے میں سونے کا انبار۔ دوسرے میں چاندی کا۔ تیسرے میں جواہر بیشمار۔ چوتھے کونے میں سیاہ مٹی پر ایک تخت جواہر نگار بچھا ہے۔ اس تخت پر ایک صندوق بشکل تابوت دھرا ہے۔ اس میں کسی بڑے عالیجاہ بادشاہ کی نعش شال دوشالوں سے کفنائی دھری ہے۔ اور اس نعش کے سینہ پر بڑی خوبصورت سونے کی تختی جسپر یہ عبارت کندہ تھی۔ رکھی ہے۔ کہ میں بہت بڑا بادشاہ تھا۔ کل روئے زمین پر میری حکومت تھی۔ ہزارہا ملک تلوار کے زور سے فتح کیئے۔ تمام شاہان عالم باجگذار اور امرائے جہان خدمت گذار تھے۔ لاکھوں جان نثار بہادر سپاہی و لشکر جرار بیشمار میرے پاس موجود۔ دولت سے خزانہ مالا مال۔ زر و جواہر کی کچھ حد نہ تھی۔ پھر بھی موت نے مجھکو نہ چھوڑا۔ اور بڑی حسرت اور ناکامی کے ساتھ اس دنیائے فانی سے گیا۔ اے شخص جو مجھکو اس حال میں دیکھ رہا ہے۔ اب بھی نصیحت مان یہ چند روزہ زندگی ہے۔ مال و متاع پر غرور نہ کر۔ عمل نیک میں عمر بسر کر۔ اگر

ہو سکے۔ تو میرے لئے بھی دعائے خیر کر۔ الغرض یہ دونوں جو کچھ بھی ان سے لیا گیا۔ لیکر گنبد سے باہر نکلے۔ دروازہ بدستور بند ہوگیا۔ حبشی نے پھر طلسم پڑھا۔ دونوں کنوئیں سے باہر آ گئے۔ اور کنواں پانی سے لبریز ہوگیا۔ اس طرح سے مال و دولت لے۔ عاشق و معشوق گھر واپس آ گئے شربت فروش بہت خوش ہوا اب تو حبشی کی بہت قدر ہونے لگی۔ چند روز بعد لڑکے نے کہا۔ اے میرے عاشق صادق وہ افسوں جو تو نے سونا لاتے وقت پڑھا تھا۔ مجھے بھی بتا۔ حبشی نے بخوشی تمام طلسم وغیرہ جتنے اُسے یاد تھے۔ لڑکے کو سکھائے۔ جب یہ سب طلسم سیکھ چکا۔ تو ایک دن باپ سے کہنے لگا۔ کہ میں نے اس حبشی سے کل طلسم معلوم کر لئے ہیں۔ اس لئے اب ہم کو اس حبشی کی کوئی ضرورت نہیں۔ مناسب ہے کہ اسے زہر دیکر مار ڈالیں۔ اس کا باپ اس بات پر راضی نہ ہوا۔ اور کہا کہ اگر یہی بات ہے۔ تو اس کو کسی بہانے سے نکال دینا چاہئے۔ جان سے مار ڈالنا بڑی بے انصافی ہے۔ لڑکے نے کہا۔ اسکا زندہ رہنا ہی نہایت بُرا ہے۔ مبادا طبیعت میں برائی سمائے اور ہمیں نقصان پہنچائے اس کے مرنے کے بعد اسقدر سونا اور چاندی اُس دفینے سے اٹھاؤنگا۔ جو ہماری ضرورت سے بیش اور خواہش سے کہیں زیادہ ہوگا۔ حبشی کو بھی کسی صورت سے اس کی بدنیتی معلوم ہوگئی وہ اس خوبصورت لڑکے کو کم ظرف و بد سیرت خیال کر کے وہاں سے غائب ہوگیا۔ اے بادشاہ اب معلوم ہوا۔ کہ بدسرشت آدمی ایسا ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس لڑکے نے بجائے اس حبشی کا احسان ماننے کے جان کا خواہاں ہوکر اُسے نکال دیا۔ سچ ہے بدوں کے ساتھ نیکی کرنی ایسی ہے۔ جیسے نیکوں کے ساتھ بدی۔ جب بادشاہ نے یہ کہانی ملکہ کی زبانی سنی۔ تو اُسے سخت غصہ آیا۔ اور کہا کہ کل ضرور میں اسکو قتل کراؤنگا۔ یہ کہکر اپنے آرام گاہ میں

جا لیٹا۔ صبح ہوتے ہی بادشاہ بدستور تخت پر آ بیٹھا۔ اور شاہزادے کو بُلا جلاد کو قتل کا حکم دیا۔ چھٹا وزیر آگے آیا۔ اور عرض کرنے لگا۔ اے روئے زمین کے سلطان تاوقتیکہ اس بیگناہ پر جرم ثابت نہ ہو جائے۔ قتل کا حکم دینا انصاف کا خون کرنا ہے۔ قیامت قریب ہے۔ عورت مکارہ کے دھوکے میں نہ آ۔ یہ عورت بھی ایک درزی کی عورت کی مانند ہے اگر اجازت پاؤں تو اس کا قصہ سناؤں۔ بادشاہ نے اجازت دی۔ وزیر یہ کہنے لگا۔

چھٹے وزیر کی داستان

اے بادشاہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک نوجوان درزی جس کی منکوحہ۔ ایک نہایت خوبصورت اور حسین عورت تھی۔ ان دونوں میں کمال درجہ کی محبت اور اعلےٰ درجہ کا اتحاد تھا۔ ایک دن اُن دونوں نے آپسمیں عہد کیا۔ کہ اگر عورت پہلے مرجائے تو اُس کا شوہر بعد میں کسی اور عورت سے نکاح نہ کرے۔ اور عمر بھر اُسکی قبر سے ہم آغوش ہو کر روتا رہے۔ اور اگر نوجوان خاوند پہلے مرجائے۔ تو عورت اُس کے بعد ایسا ہی عمل کرے۔ بقضائے الہی اس معاہدہ کے بعد عورت مرگئی۔ درزی اس پر بہت رویا۔ اور اتنا غم والم کیا۔ کہ بیان سے باہر ہے۔ اس کو دفن کرکے اپنے عہد کے موافق عورت کی قبر سے لپٹ کر صبح و شام رویا کرتا۔ نہ کہیں آتا نہ جاتا۔ رات دن یہیں پڑا رہتا۔ حسن اتفاق سے ایک روز عیسیٰ علیہ السلام کا اس قبر کی طرف گذر ہوا۔ انہوں نے اس جوان کو گریہ وزاری قبر سے لپٹا لپٹ کر کرتے ہوئے دیکھا۔ عیسیٰ ؑ

اس کے پاس تشریف لائے۔ اور پوچھنے لگے۔ کہ اے مرد تو کیوں اسقدر روتا ہے۔ درزی نے ساری سرگذشت سنائی۔ اور جو عہد کیا تھا۔ اُس کو بیان کیا۔ عیسٰی علیہ السلام نے خدا سے دعا کی کہ اس کی بیوی زندہ ہو جائے دعا مقبول ہوئی اور وہ عورت زندہ ہو کر کفن پہنے قبر سے باہر نکل آئی۔ عیسٰی علیہ السلام چلے گئے۔ اور درزی اپنی عورت کے خلاف اُمید زندہ ہو جانے کے بہت خوش ہوا۔ اور اپنی عورت سے کہا۔ کہ کفن پہنے ہوئے شہر میں چلنا مناسب نہیں ہے۔ تو ایک لحظہ یہاں ٹھہر میں گھر جا کر کپڑے لاتا ہوں۔ جبتک میں نہ آؤں۔ کہیں نہ جانا۔ یہ کہکر درزی دوڑا ہوا گھر گیا۔ اور عورت کو وہیں چھوڑ گیا۔ اتنے میں اس ملک کے بادشاہ کا بیٹا شکار کھیلتا ہوا وہاں آنکلا۔ دیکھا کہ ایک نوجوان عورت کفن پہنے کھڑی ہے۔ جونہی اس سے شہزادہ کی آنکھ دوچار ہوئی پہلی ہی نظر میں دل دے بیٹھا۔ اس پری کا مفتون ہو گیا۔ شہزادہ قریب آکر اس سے پوچھنے لگا۔ کہ تم کون ہو اور یہ کیا حال بنا رکھا ہے۔ عورت نے جواب دیا۔ میں ایک مسافر ہوں۔ یہاں سے جاتی تھی۔ راہزن نے میرا لباس چھین لیا۔ مجبور ننگی کیا کروں۔ اس قبر سے کفن نکال کر پہن لیا۔ شہزادے نے یہ سن کر اپنے چند ملازموں کو حکم دیا۔ کہ اس کو پالکی میں سوار کر کے محل میں لے جائیں۔ اور عمدہ لباس پہنائیں۔ شہزادہ شکار میں مصروف ہو گیا۔ یہ عورت محل شاہی میں پہنچ گئی۔ جب وہ درزی کپڑے لیکر گھر سے دوڑتا ہوا واپس آیا۔ تو اسنے اپنی عورت کو وہاں موجود نہ پایا۔ یہ حالت دیکھکر چلاّنے لگا۔ راہگیروں سے دریافت کیا۔ مگر کسی سے کچھ پتہ نہ چلا۔ ناگاہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے جہاں شہزادہ شکار کھیل رہا تھا۔ آنکلا۔ نوکروں سے دریافت کرنے لگا۔ کہ میری کفن پوش عورت تو تم نے نہیں دیکھی ہے۔ اگر دیکھی ہو۔ تو برائے خدا

بتا دو۔ نوکروں نے کہا۔ ہاں ایک کفن پوشش عورت تو ابھی تھوڑی دیر
ہوئی۔ شاہزادے نے اپنے محل میں بھیجی ہے۔ معلوم نہیں۔ کہ تمہاری
بیوی تھی۔ یا کوئی اور۔ درزی دوڑا ہوا شاہزادے کے پاس گیا۔ اور
عرض کیا۔ کہ شاہزادہ عالمیان حضور نے مجھ غریب کی بیوی کو اپنے محل
میں بھیجدیا ہے۔ شاہزادے نے کہا۔ ہمیں معلوم نہ تھا۔ اچھا ہم چلتے ہیں
تیری بیوی تجھے دیدینگے۔ شاہزادہ اسوقت قلعہ کو لوٹا۔ اور درزی کو ساتھ
لیا۔ محل میں پہنچکر اُس عورت سے پوچھا۔ کہ کیا تو اس درزی کی بیوی ہے۔ اُس نے
صاف انکار کیا۔ اور کہا کہ یہ وہی راہزن ہے۔ جس نے میرے کپڑے اتار
تھے۔ میرا مال لے اور مجھے ننگی کر۔ بھاگ گیا تھا۔ یہ تو قابل سزا
ہے۔ بڑا قزاق ہے۔ رستہ چلتوں کو لوٹتا ہے۔ اسکو تو قتل کر دینا
چاہیئے۔ شہزادے نے خدّاموں کو حکمدیا۔ کہ اس درزی کے ہاتھ
پس پشت باندھ کر کوڑے لگاؤ۔ نوکروں نے حکم پاتے ہی ہاتھ پیر خوب جکڑ
کے باندھ دیئے۔ اور باہر شارع عام پر لیجا کر کوڑے لگانے شروع کئے۔
درزی چیختا چلاتا تھا۔ مگر کوئی رحم نہ کھاتا تھا۔ اسی اثنا میں حضرت عیسیٰؑ تشریف
لے آئے۔ اور اُسکو چھڑا کر شہزادے کے پاس لے گئے۔ اُس عورت
کو اپنے روبرو بلا کر کہا۔ کہ واقعی یہ اس درزی کی بیوی ہے۔ مدت ہوئی
مر گئی تھی۔ مگر میری دعا سے زندہ ہوئی۔ یہ شخص سچا ہے۔ شہزادے
نے درزی کو رہا کیا۔ حضرت عیسےؑ نے بد دعا کی۔ اور یہ عورت پھر مر گئی۔
درزی یہ کہتا ہوا گھر کو چلا آیا۔ (جان بچی لاکھوں پائے)۔ اے بادشاہ یے
اس لئے سُنائی۔ کہ عورتوں کی بیوفائی اظہر من الشمس ہے۔ انکے پر
کرنا سراسر نادانی ہے۔ اتنا کہکر وزیر اپنی کرسی پر جا بیٹھا۔ بادشاہ دیکھکر
اُٹھ شاہزادے کو قید میں رہنے کا حکم دے شکار کو چلا گیا والدین
کو واپس آیا۔ اور محل کے اندر گیا۔ ملکہ نے مودب کھڑے ہو گئے ہیں کہ

دونوں نے ملکر کھانا کھایا۔ ملکہ نے شہزادے کو پوچھا۔ بادشاہ نے کہا آج فلاں وزیر نے سفارش کی اور قتل سے باز رکھا۔ ملکہ نے جھنجلا کر کہا کہ میں تو پہلے ہی جانتی تھی۔ بھونڈی سی صورت بنا۔ ناز نخرے جتا کہنے لگی۔ کل رات ایک عجیب خواب نظر آیا۔ کہ جس سے ابتک طبیعت پریشان دل حیران ہے۔ بادشاہ نے گھبرا کر کہا جلد بیان کرو وہ کیا خواب ہے کہنے لگی کیا دیکھتی ہوں کہ صبح کا وقت ہے۔ تم اور میں اور شہزادہ ایک جگہ بیٹھے ہیں۔ تمہارے ہاتھ میں ایک سنہری گیند نہایت خوبصورت و چمکدار ہے۔ تم اس سے کھیل رہے رہو۔ کبھی اوپر کو اوچھال کر لپکنے لگتے ہو۔ کبھی میرے اوپر پھینک دیتے ہو۔ جونہی وہ شاہزادے کیطرف گئی اُسنے اٹھا اور پتھر پر دے ماری پتھر پر لگتے ہی گیند ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی جس سے تم کو بہت رنج ہوا۔ میں اُٹھانے کو دوڑی۔ جھٹ آنکھ کھل گئی۔ میرے خیال میں اسکی تعبیر یوں آتی ہے۔ کہ وہ گیند سلطنت ہے۔ جسکو چھینکر شہزادہ برباد کردیگا۔ اور تمہیں ناخوش کرنا گویا مجھے بیوی بنانا ہے۔ چنانچہ اُس نے خود مجھ سے کہا تھا۔ کہ اب میں جوان ہوگیا ہوں۔ باپ کو قتل کرکے فوراً تخت لیلونگا۔ اور تجھے اپنی بیوی بناؤ نگا۔ اس صلاح میں کل رعایا میری مددگار اور وزیر طرفدار ہیں۔ تمہیں بھی لازم ہے۔ کہ میری بیوی بننا قبول کرلو۔ ورنہ جان سے مار ڈالونگا۔ اگر میں بھی جان کے خوف سے اسکی تابع ہو جاتی۔ تو ضرور تم کو قتل کردیتا
ے دوڑ کر گیند اٹھانیکا یہ مطلب ہے۔ کہ میں نے اسکی بات نہ
واسطے تم سے کہدیا۔ ہاں البتہ اتنا کہتا تو تم نے میرا مانا۔ کہ
کو گرفتار کرکے اپنے قابو میں کرلیا۔ مجھے خوف ہے۔ کہ
نں سے تمہیں قتل نہ کردے۔

اس کمبخت شاہزادے کی کہانی لعینہ اس شاہزادے

کی سی ہے۔ جو کہ دراصل رہزن کا نطفہ تھا۔ اور اسے بادشاہ نے اپنا بیٹا بنا کے پالا تھا۔ اور اُسنے بادشاہ کو قتل کیا۔

ملکہ کی چھٹی داستان

کسی بادشاہ کے ملک میں ایک راہزن ایسا تھا۔ کہ اُسکے ظلم سے خلقت تنگ تھی۔ راستے بند ہو گئے تھے۔ اُسکے ڈر کی وجہ سے کوئی ایک شہر سے دوسرے شہر کو نہ جا سکتا تھا۔ بادشاہ بھی عاجز آ گیا۔ مگر یہ راہزن کسی طرح قابو میں نہ آیا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک خواجہ اور اسکی بیوی کچھ نقد مال و متاع لئے ہوئے اس راہ سے گذرے۔ اس قزاق نے ان دونوں کو روک لیا اور جو کچھ تھا۔ چھین لیا۔ خواجہ کی عورت کسیقدر حسین تھی۔ قزاق کی نیت میں جو زیادہ فرق آیا۔ ان میاں بیوی دونوں کو گرفتار کر کے خواجہ کو تو ایک غار تاریک میں قید کر دیا۔ اور عورت کو اپنے پاس رکھا۔ چند روز بعد خواجہ کی بیوی کو حمل رہگیا۔ غضب یہ عورت راہزن سے حاملہ ہو گئی تو سات آٹھ مہینہ بعد راہزن نے اُس عورت اور خواجہ کو رہا کر دیا۔ یہ بیچارے شرم کے مارے وہاں سے نجات پا کسی طرف کو چلدیئے چلتے چلتے ایک شہر میں پہنچے وہاں کوئی مکان کرایہ پر لے کر رہنے لگے۔ جب عورت کے وضع حمل کا وقت معینہ آ پہنچا تو اسنے ایک پسر رشک قمر جنا۔ لیکن چونکہ باپ کے نطفہ سے نہ تھا۔ اس لئے اسکو رات میں جا کر شاہی مسجد کے دروازے پر ڈال دیا۔ جسوقت صبح کو بادشاہ نماز پڑھنے آیا۔ تو اس شیرخوار بچہ کو دیکھکر لوگوں سے دریافت کیا۔ کہ یہ کسکا بچہ ہے۔ لوگوں نے بیان کیا کہ اسکے والدین اسکی پرورش کی استطاعت نہیں رکھتے ہیں۔ اسلئے یہاں چھوڑ گئے ہیں۔ کہ

کوئی رحم کھا کر اسے لیجائے اور پرورش کرے۔ اس بادشاہ کے کوئی لڑکا نہ تھا۔ فوراً اس نوزائید بچہ کو اپنے ہمراہ لیگیا۔ اور محلوں میں بھیجا بادشاہ نے ارادہ کر لیا تھا۔ کہ اگر زندہ رہا تو اسی کو تخت پر بٹھاؤنگا۔ الغرض یہ بچہ دایہ کے سپرد کر دیا گیا۔ نہایت عمدہ طور سے پرورش پانے لگا۔ جب سات برس کا ہوا استاد کامل اتالیق لائق مقرر ہوئے چونکہ ذہن رسا تھا چند سال میں جملہ علوم و فنون حاصل کر لئے۔ ابھی بارہ برس کا نہ ہوا تھا۔ کہ سپاہگری کا شوق ہوا۔ روزانہ گھوڑے پر چڑھ کر چوگان بازی کھیلا کرتا۔ صورت تو پہلے ہی سے دلفریب تھی اب اچھا خاصہ طرحدار جوان معلوم ہوتا تھا۔ جوں جوں بڑھتا تھا۔ جوانمردی کے جوہر عیاں ہوتے جاتے تھے۔ اور اقبال بھی قدم بقدم ساتھ چلتا تھا۔ بادشاہ اسکی اس حالت سے بہت خوش و خرم ہوا۔ کہ واقعی شہزادہ ہوشیار ہے۔ بادشاہ کے صرف ایک دختر نیک اختر تھی حسن میں بے نظیر۔ صورت دلپذیر پندرہ چودہ کا سن و سال یہ لے پالک لڑکا اس پر عاشق ہو گیا۔ مگر اس بات کا ہمیشہ افسوس کیا کرتا۔ کہ کاش یہ میری بہن نہ ہوتی۔ تو دل کی امید بر آتی۔ اس شاہزادی کی نسبت بادشاہ نے دوسرے ملک کے شہزادے سے کر دی تھی جب شادی کی تاریخ قریب آگئی۔ تو اس نوجوان نے ایک فقیہ سے سوال کیا۔ کہ اگر کسی آدمی کا باغ ہو اور اس باغ کا ثمر پختہ ہو۔ تو کیا اس کے مالک کو خود کھانا چاہیئے۔ یا غیروں کو کھلانا۔ اس فقیہ نے جواب دیا۔ کہ پہلے خود کھائے۔ دوسروں کو کھلانا اپنی مرضی پر موقوف ہے۔ چاہیئے کھلائے یا نہ کھلائے۔ اس فقیہ کو یہ کیا معلوم تھا۔ کہ یہ شہزادی کو بیان کر رہا ہے۔ اس بیچارے نے سیدھی بات کا جواب دے دیا اسیوقت یہ شہوت پرست اپنی بہن کے محل میں گیا۔ اور شب کو موقعہ پاکے نکال کر لیگیا۔ صبح بادشاہ کو معلوم ہوا کہ رات سے شہزادی غائب ہے۔ پتہ نہیں کہاں چلی گئی۔ لونڈیوں سے پوچھا گیا۔ تو انھوں نے بیان کیا۔ کہ شام سے وہ جوان جسے بادشاہ

نے لڑکا کر کے پالا تھا۔ یہاں آن گھسا۔ اور راتوں رات کو اڑا لیگیا۔ اس خبر کو سنتے ہی بادشاہ نے سپاہی پیادے دوڑائے۔ کہ اس نابکار کو جسطرح ہو سکے پکڑ کر حضور میں لائیں۔ فوج نے ہر چند تلاش کیا۔ مگر کہیں پتہ نہ ملا۔ ناچار خود بادشاہ گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور اسکو ڈھونڈھنے گیا۔ وہ نوجوان اور شاہزادی پہاڑ کے دامن میں چھپے بیٹھے تھے۔ اتفاق سے دیکھتا دیکھتا بادشاہ یہاں آنکلا۔ اس نوجوان نے تنہا پاکر قتل کر ڈالا۔ اب بیخوف و ہراس شاہزادی کو جو کہ اس کی بہن ہوتی تھی۔ وہاں سے لے دوسرے ملک میں جاکر اور وہی اپنا آبائی پیشہ راہزنی کا اختیار کیا۔ اے بادشاہ اس سے کچھ بعید نہیں ہے کہ یہ شاہزادہ بھی اس کمینہ کی طرح آپ کو قتل کرے اور مجھے بیوی بنائے۔ بادشاہ نے اول سے آخر تک اس حکایت کو سن کر کہا کہ کل ضرور قتل کروں گا۔ اس میں ذرا تامل نہ ہوگا۔ پھر خوابگاہ میں جا لیٹا۔ صبح ہوتے ہی تخت جلوس پر آن شاہزادے کے قتل کا حکم دیدیا۔ حکم کے صادر ہوتے ہی ساتویں وزیر نے آگے بڑھکر عرض کیا۔ کہ حضور جان کی امان پاؤں۔ تو مدعا زبان پر لاؤں۔ بادشاہ نے جان بخشی کی۔ وزیر نے کہا۔ تا اختتام اظہار مدعا شہزادہ قتل نہ کیا جائے۔ آگے جو مرضی مبارک میں آئے۔ اس بات کو بادشاہ نے منظور کیا۔ اور جلاد سے کہا۔ کہ جبتک ہم دوبارہ حکم نہ دیں شاہزادے کو کوئی قتل نہ کرے۔ وزیر نے دست بستہ ہو کر کہا۔ کہ اگر حضور نے اس بادشاہ اور وزیر کی داستان سنی ہوتی۔ جس بادشاہ نے بیوقوف وزیر کی رائے پر عمل کرنے کے باعث سخت نقصان اٹھایا۔ تو آپ بھی ملکہ کی بیوقوف رائے کو مان کر شاہزادہ کے قتل کا حکم کبھی نہ دیتے۔ وزیر نے اس طرح داستان بیان کرنی شروع کی +

ساتویں وزیر کی داستان

ایک بادشاہ کے دو وزیر تھے۔ ایک بڑا ہوشیار و عاقل۔ دوسرا بیوقوف جاہل ایک دن بادشاہ نے سلطنت کے اخراجات اور انتظام ملکی کے بارے خزانہ کو وزیر سے مشورہ لیا۔ اس کوتاہ بین نے کہا۔ کہ واقعی خرچ سلطنت بہت بڑھ گیا ہے۔ اور زیادہ تر روپیہ فوجی آدمیوں میں صرف ہوتا ہے یہ مشٹنڈے بڑے بڑے خزانے خالی کئے دیتے ہیں۔ انکو رکھنا فضول اور ان پر صرف کرنا بے سود ہے۔ میری رائے میں نصف فوج یک قلم برخاست کیجائے۔ باقی کی تنخواہ میں تخفیف کر دیجائے اور جو سپاہی یا افسر تخفیف تنخواہ سے ناراض ہو اسے بھی برطرف کر دیا جائے۔ آپ جانتے ہیں۔ جہاں شہد ہوتا ہے وہاں مکھیاں اڑ کر ضرور آتی ہیں۔ اور کوئیں کے پاس پیاسا ضرور جاتا ہے خدا نخواستہ اگر کسی وجہ سے فوج کی ضرورت ہو۔ تو ایک دن میں ہزارہا سپاہی روپیہ کی بدولت آپکے جھنڈے کے تلے آ موجود ہونگے۔ جبکہ یہ روپیہ جسکو میں نے مکھیوں کے واسطے شہد اور پیاسے کے واسطے پانی سے تشبیہ دی ہے نہ ہوگا۔ تو کچھ بھی کام نہ آئیگا۔ اور کوئی آپ کی طرف منہ بھی نہ کریگا۔ یہ بات بادشاہ کو یہاں تک پسند آئی۔ کہ یک قلم تمام فوج برخاست کر دی۔ دوسرے وزیر نے ہر چند منع کیا۔ مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ بادشاہ نے ایک روز اس عقلمند وزیر سے کہا۔ کہ تم ایسے آدمی تلاش کرو۔ جو نوکری کریں۔ اور تنخواہ نہ لیں۔ وزیر دانا نے کہا۔ کہ بہت بہتر۔ میں ایسی فوج تلاش کرونگا۔ جو ہمیشہ نوکری کرے اور ایک پائی تنخواہ کی نہ لے۔ بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اور کہا کہ اسکے صلہ میں ہم تم کو بڑا انعام دینگے۔ وزیر نے کیا کام کیا کہ ایک مصور کو بلا قلعہ کے چاروں طرف

اندر باہر غرضیکہ ہر دیوار کے دونوں طرف سینکڑوں سوار اور لاکھوں پیادہ کی تصویریں جو کہ ہتھیار اور آلات حرب وغیرہ سے آراستہ تھیں بنوادیں۔ جو بہ فوج بستہ کی طرح کھڑی ہوئی معلوم دیتی تھی۔ جب یہ نقش بدیوار فوج سب طرح مکمل ہوگئی۔ تو وزیر نے بادشاہ کو اس موقعہ پر لاکر تمام مسلح تصویروں کا ملاحظہ کرایا۔ بادشاہ نے انکو دیکھکر کہا۔ کہ یہ کیسی تصویریں ہیں۔ اور کیوں قطار کھڑی ہیں۔ وزیر نے کہا۔ کہ حضور یہ بلا تنخواہ کی فوج آپ کی سلامی کے لئے کھڑی ہے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا تھا۔ کہ ہمیں اس قسم کے سپاہیوں کی ضرورت ہے۔ جو تنخواہ نہ لیں۔ اور دن رات نوکری بجا لائیں۔ سو حضور حاضر ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ تو بیجان ہیں۔ نوکری کسطرح کرسکتے ہیں وزیر نے ہاتھ باندھکر جوابدیا۔ کہ اگر بیجان تصویریں ملازمت کے قابل نہیں تو بے پیٹ کے آدمی بھی دنیا میں ناپید ہیں اسواسطے کہ جسکے جان ہو ضرور کھائیگا۔ پئیگا۔ پہنے گا۔ اوڑھے گا۔ اور تنخواہ کو تمام ضروریات زندگی میں صرف کریگا۔ بس اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ بے تنخواہ کی فوج کا ملنا محال ہے حضور بخیل اچھا نہیں بخل سے سب متنفر ہو جاتے ہیں اور فیاض کو سب تابعدار جیسا کہ اس نقل سے معلوم ہوتا ہے۔ ایک شخص کے ہاں ایک باورچی نوکر تھا۔ آقا نے نوکر سے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے۔ نوکر نے کہا۔ (دلول) کہتے ہیں۔ آقا بولا بھلا آدمیوں کے بھی ایسے نام ہوتے ہیں۔ صحیح نام ہے۔ نوکر نے کہا۔ اصلی نام تو معلوم نہیں مگر میں اسی لقب سے مشہور ہوں۔ آدمی کا لقب ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں اور اس پر نام ایک قسم کی دشنام) جبتک یہ نوکر اس آقا کے پاس رہا۔ آقا اسکو اسی نام سے پکارتا تھا۔ یہ بیچارہ اف نہ کرتا۔ جب نوکری سے جا اور کسی کے ہاں ملازم ہوگیا تو اتفاقیہ پہلا آقا اسکو ملا۔ اور اسی نام سے پکارنے لگا۔ نوکر نے سخت برا مانا۔ آقا نے بہت متعجب ہوکر دریافت کیا۔ تیرا تو یہی نام ہے۔ اب کیوں برا مانتا ہے۔ اسنے جواب دیا۔ کہ اسی نام

پکارنے کا استحقاق آپکو جب ہی حاصل تھا۔ جبکہ میں آپ کے پاس نوکر رہتا تھا
اب اگر ایسا لفظ زبان پر لاؤ گے۔ تو کتّے کی سزا پاؤ گے۔ اے بادشاہ ایسا
ہی حال آجکل کی فوج کا۔ جبتک کہ آپ کا نمک پانی کھاتی ہے۔ تبتک تو ہمدرد
ورنہ پھر دشمن۔ بادشاہ نے کہا سچ ہے۔ نصیحت کی غرض سے اس دانشمند وزیر
نے رات کے ہوتے وقت بادشاہ کے سامنے ایک رکابی میں شہد لاکر رکھا
چونکہ رات کا وقت تھا۔ اس لئے کوئی مکھی شہد کے قریب نہ آئی۔ قاعدہ کی
بات ہے۔ اندھیری رات میں چھوٹے جانور سب آرام کرنے لگتے ہیں
وزیر نے نصیحت کا مناسب موقعہ خیال کر کے کہا۔ کہ حضور لوگ کہتے ہیں
جہاں شہد ہوتا ہے۔ مکھی اُڑ کر پہنچتی ہے۔ آپ کے سامنے رکھا ہوا ہے
بتلائیے اس پر کتنی مکھیاں بیٹھی ہیں۔ روپیہ کی بھی ایسی ہی مثال ہے۔ جیسے
مکھیوں کیلئے اسوقت شہد کا ہونا۔ نہ اس وقت مکھیاں آسکتی ہیں نہ اسکو
کھا سکتی ہیں۔ ایسے ہی روپیہ اسوقت کچھ کام نہیں آسکتا۔ جبکہ دشمن سر پر آموجود
ہو۔ بادشاہ نے اس حکمت کو دل سے مان کر تحسین و آفریں کی۔ اور
اپنی بیوقوفی پر نادم ہو کر تمام فوج از سر نو واپس بلالی۔ بعد کو جو یہ دانشمند وزیر
ملا [illegible] وزیر نے کہا اسی حکایت پر محمول کر کے آپ ہماری بات
نہیں [illegible] آپ [illegible] کے صاف ستھرے لباس کو دیکھتے نہ لگے شاہزادہ
بے قصور ہے۔ بلاوجہ قتل کرنا صریح نادانی ہے۔ اسکے بعد بادشاہ حسب معمول
شکار کو چلا گیا۔ شاہزادہ قید خانہ میں بند ہوا۔ جب بادشاہ شکار کھیل کر
شام کے وقت محل میں۔ ملکہ کے پاس گیا۔ ملکہ نے باتوں باتوں
میں پوچھا۔ کہ شاہزادہ زندہ ہے۔ یا مارا گیا۔ بادشاہ نے کہا۔
ہنوز محبوس ہے۔ کیا کروں۔ ہر روز ارادہ کرتا ہوں۔ کہ مار ڈالوں
مگر کوئی نہ کوئی وزیر سفارش کر کے جان بخشی کرا لیتا ہے۔ ملکہ کہنے لگی
[illegible] صاحب عورت کی عزت مرد کے ہاتھ اور مرد کی عزت عورت کے ہاتھ ہو میاں

بیوی اصل میں ایک جان اور دو قالب ہوتے ہیں۔ افسوس کی بات ہے کہ آپ نے میری عزت کے برباد کرنیوالے کو اسطرح دنیا میں رہنے دیا۔ یہ تمہاری ہی غیرت ہے۔ ورنہ کوئی اور ہوتا۔ اب تک کا جہنم واصل کر چکا ہوتا۔ اگر آپ نے چڑے اور چڑیا کی حکایت سنی ہوتی۔ تو ایسی غلطی نہ کرتے بادشاہ نے کہا۔ وہ کسطرح ہے۔ ملکہ بیان کرنے لگی +

ملکہ کی ساتویں داستان

حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں ایک طائر خوش نوا رہا کرتا تھا۔ آپ اسکو بہت محبوب رکھتے تھے کسی وقت اسکی جدائی گوارا نہ تھی۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا۔ کہ وہ طایر کئی روز تک غیر حاضر رہا۔ اور حضرت کے پاس نہ آیا۔ آپ نے اسکو یاد کیا۔ جتنے جانور کہ دربار میں حاضر تھے یک زبان ہوکر بولے۔ کہ حضور وہ تو کئی روز سے دربار میں حاضر نہیں ہوتا ہے۔ حضرت نے ایک مرغ کو حکم دیا کہ اس کو جاکر بلا لائیے۔ اور ہماری طرف سے پیام دے۔ کہ حضرت سلیمانؑ نے تجھے یاد کیا ہے۔ اس طایر کے غائب ہونے کی وجہ یہ تھی۔ کہ ایک روز اسے اپنی پیاری بیوی یاد آئی اور بغیر دریافت کئے حضرت سلیمانؑ سے چلا گیا تھا۔ مدت میں جو میاں بیوی ملے تھے۔ اسوجہ سے جوڑا۔ اظہار محبت اور فراق کی راتوں کا شغل سے گذارنا بیان کرکے رشتۂ الفت کو استحکام دے رہا تھا۔ اور خدا کا شکر اس طرح ادا کرکے سے

ملایا ہے برسوں کے بچھڑے ہوؤں کو ۔ الٰہی تیرا شکر کیونکر ادا ہو

اللہ تعالٰے سے دعا مانگ رہا تھا۔ کہ الٰہی پھر جدائی کی گھڑی ہم پر نہ لائیو

اس نر طائر سے اسکی مادہ نے پوچھا۔ کہ اے بیوفا تو اتنی مدت مجھ سے جدا رہکر کہاں عیش و آرام کرتا رہا۔ نر نے جواب دیا کہ کیا کروں مجبور ہوں بادشاہِ جن و انس حضرت سلیمان کی خدمت میں رہا کرتا ہوں۔ وہ مجھسے محبت کرتے ہیں۔ ایک دم جدا ہونے کی اجازت نہیں دیتے۔ مادہ بولی تو اتنا خوف کیوں کھاتا ہے۔ نر نے کہا کہ خوف تو مجھے مطلق نہیں۔ مگر جان کا ڈر ہے۔ کہ کبھی بادشاہ ناراض ہوکر مار نہ دے۔ ورنہ بغیر تیرے اگر ایسی بادشاہتیں بھی مجھے ملیں۔ تو تیری جدائی گوارا نہ کروں۔ لات مار کر کھڑا ہو جاؤں۔ نر اور مادہ میں یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں۔ کہ مرغ قاصد نے آکر حضرت سلیمان کا پیام اور یاد آوری کے بعد طلبی کا حکم سُنایا۔ نر کو اپنی پیاری بیوی کے سامنے ایسا حکم آنا بُرا معلوم ہوا۔ مرغ کو غصہ سے جواب دیا کہ حضرت سے سلام کے بعد عرض کر دینا۔ کہ وہ ابھی نہیں آسکتا جب اسکی خوشی ہوگی آئیگا۔ اس جواب کے ملنے سے قاصد مرغ نے نہایت برہم ہوکر حضرت کی خدمت میں دست بستہ ہوکر طایر کی خوب دل کھولکر شکایت کی کہ حضور وہ مغرور ہو گیا ہے۔ آپکا حکم سنکر نہایت لاپرواہی سے جواب دیا۔ کہ اپنے بادشاہ سے جاکر کہدو۔ کہ مجھے فرصت نہیں۔ میری یہانتک بیعزتی کی۔ کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ بڑی ترش روئی سے کہنے لگا۔ کہ جس رستہ سے آیا ہے۔ سیدھا چلا جا۔ ورنہ تیری آنکھ پھوڑ دونگا۔ تو نہیں جانتا کہ ہماری حرم سرا میں بلا اجازت کسی کی مجال ہے۔ جو آجائے حضرت سلیمان نے جواب دیا۔ کہ گھر میں بیٹھ کر بادشاہ کو بُرا کہہ لیتے ہیں۔ مگر بیوی کے سامنے بے توقیری کی کوئی بات سُنا گوارا نہیں کرتے۔ دراصل اُسنے اپنی محبوبہ کو یقین اُلفت دلایا ہے کہ دیکھ میں بادشاہ کے حکم سے بھی تجھکو زیادہ محبوب رکھتا ہوں میں بھی اس بات کا بُرا نہیں مانتا۔ اور اس طائر کی اس خوشی کو غم سے بدلنا نہیں چاہتا کچھ دنوں بعد وہ طائر خوش خوش حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اوس

سخت جواب کا کچھ تعارض نہ کیا۔ ملکہ نے یہاں تک بیان کر کے کہا کہ غیرت کا مقام ہے۔ جانوروں کو اپنی جوڑی سے اتنی محبت ہو اور انسان کو جو محبت کا نام لیکر بدنام کرتے ہیں۔ اسکا شمہ بھی نہ ہو۔ حیوان اپنے معشوق کی دلشکنی روا نہیں رکھ سکتے۔ اور حضرت انسان پر ظلم روا رکھتے ہیں ؎

مارے اور رونے نہ دے وہی قتل کرتے ہو ظلم بھی کرتے ہو اور کہتے ہو فریاد نہ ہو

اگر یہی دستور ہے۔ اور یہی وزیر ہیں۔ تو ہر ایک شخص ہم بیچاریوں کی عزت کا خواہاں ہو جائیگا۔ اور آپ اُسے بے قصور جان کر چھوڑ دیا کریں گے۔ آج اس گفتگو میں رات زیادہ گئی تھی۔ بادشاہ اُٹھکر خوابگاہ میں چلا گیا۔ صبح سویرے تخت شاہی پر بیٹھ شاہزادے کو قتل کا حکم دیا۔ یہ سنتے ہی آٹھواں وزیر آگے آیا۔ اور مؤدب ہو کر عرض کرنے لگا۔ کہ جہاں پناہ تا گذارش اِس داستان کے یہ حکم ملتوی رکھا جاوے۔ بادشاہ کی اجازت سے وزیر نے اس طرح داستان بیان کی۔

آٹھویں وزیر کی داستان

اگلے زمانہ میں کسی سلطنت کا وزیر نہایت دور اندیش شخص تھا۔ ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ وزیر لب حوض غسل کر رہا تھا۔ کہ انگشتری انگلی میں سے نکل کر حوض میں گر پڑی۔ مگر ڈوبی نہیں۔ جیسے کہ کوئی ہلکی چیز پانی میں نہیں ڈوبتی ہے۔ ایسی ہی یہ بھی تیرتی رہی وزیر نے گھر آکر تمام مال و اسباب محفوظ مقام میں رکھدیا۔ اور تمام بیش قیمت چیزیں امانتاً لوگوں کے پاس رکھدیں۔ اس نئی بات کو دیکھکر لوگوں نے وزیر صاحب موصوف سے دریافت کیا کہ آپ پر کیا مصیبت پڑی جو آپ نے ایسا کیا۔ آپنے کہا کہ مجھکو عنقریب بادشا

گرفتار کرنے والا ہے۔ اُدھر وزیر اس گفتگو میں تھا۔ اِدھر بیٹھے بیٹھے بادشاہ کے دل میں جو کچھ سمائی۔ وزیر کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ فوراً لوگ دوڑے اور آن واحد میں وزیر کو گرفتار کر پابجولان بادشاہ کے آگے لیگئے۔ بادشاہ نے بلا میعاد قید کا حکم دے دیا۔

بموجب حکم بادشاہ وزیر قید خانہ بھیجدیا گیا۔ اُسکا گھر بھی ضبط کر لیا گیا۔ اب قریب ایک سال کے محبوس ہوئے گذرا ہوگا۔ کہ اس اثناء میں وزیر کا دل مربہ سیب کو بے انتہا چاہتا تھا۔ اور یہ اپنی خواہش ہر ایک سے ظاہر کر کے مربہ کا خواستگار رہوتا۔ مگر بادشاہ کے خوف کے باعث کوئی بھی اسکی بات نہ سنتا آخر کار ایک روز داروغہ جیل نے رحم کھا کر۔ پوشیدہ طور سے ایک نہایت عمدہ رکابی میں بہت سا مربہ بھر کے وزیر کو بھیجا۔ جونہیں یہ چاہتا تھا۔ کہ اپنی مرغوب شے کو کھائے۔ ناگاہ اوپر سے دو چوہے لڑتے لڑتے رکابی پر گرے جس سے مربہ بیکار ہوگیا۔ یہ اُس کے کھانے سے لاچار ہو گیا۔ چوہوں کے گرتے ہی اسکی زبان سے نکلا۔ کہ اب ایام برگشتہ رخصت ہوئے امید ہے کہ جلد خوشی حاصل ہوگی۔ سب قیدی اور تماشائی اس بات کو سُنکر متعجب ہوئے کہ ہیں یہ کیا بات ہے۔ ایک تو اُسکی مدت میں آرزو بر آئی تھی۔ سو وہ بھی چوہوں کی وجہ سے خاک میں مل گئی۔ اور یہ شکریہ ادا کرتا ہے۔ اس بات کو کچھ دیر نہ ہونے پائی تھی۔ کہ بادشاہ نے اُسکی رہائی کے واسطے حکم صادر کیا۔ فوراً قید خانے سے نکالکر وزیر کو بادشاہ نے اسی عہدے پر ممتاز کیا۔ ناظرین بادشاہ کا وزیر کو قید کرنا اس بنا پر تھا۔ کہ اُسکو قید کی مصیبت معلوم ہوجائے اور بیگناہوں کو خواہ مخواہ اس قسم کی سزا نہ دے۔ موقعہ مناسب پر رحم کیا کرے۔ گو یہ کام ایسا نہ تھا۔ جو بغیر قید کئے متنبہ نہ کیا جا سکتا۔ مگر تقدیر ایزدی کو کیا کرے۔

[illegible] عاقل وزیر [illegible] کیا کہ خاتم کے [illegible]

سے تم نے اپنی گرفتاری کا حال اور چوہوں کے کترنے سے اپنی تباہی کس طرح معلوم کرلی۔ اُسنے جواب دیا کہ پہلے واقعہ سے یعنی انگشتری کے نہ ڈوبنے سے مجھے معلوم ہؤا۔ کہ میری قسمت کا ستارہ کمال اوج پر ہے۔ اور ہر کمالے را زوال۔ اسی خیال سے میں نے اپنی تباہی کے ایام قریب آنے والے معلوم کرکے تمام سامان احتیاط سے رکھدیا۔ اور دوسرے واقعہ سے جوکہ ایک ادنیٰ سی چیز مربہ کی مراد ایک سال میں بمشکل برآئی تھی۔ سو چوہوں نے برباد کردی۔ جس سے میں محروم رہا۔ پس مجھکو معلوم ہوگیا۔ کہ میری بدقسمتی اب حد درجہ کو پہنچ گئی ہے۔ اب ضرور عروج ہوگا۔ یہی حال ہم وزیروں اور شہزادے صاحب کا ہو رہا ہے۔ خصوصاً شہزادہ عالی تبار کا ستارہ کسی برج منحوس میں ہے۔ جو اتنی صعوبتیں سہتی پڑتی ہیں۔ ابھی شکل رہائی نظر نہیں آتی۔

اے بادشاہ خودغرض عورت کی اشتعالک سے بیگناہ کا خون نہ کر۔ لخت جگر کے حلق پر ظلم کی کند چھُری مت دھر۔ اتنا بیان کر وزیر اپنی کرسی وزارت پر بیٹھ گیا۔ شہزادے کا قتل آج بھی ملتوی رہا۔ اسوقت بادشاہ شکارگاہ کو چلا گیا۔ اور جب رات کو ملکہ سے خلوت میں ملا۔ اور ملکہ کو معلوم ہؤا آج بھی شہزادہ قتل نہیں ہؤا۔ تو ملکہ کہنے لگی۔ واہ صاحب واہ۔ میری تو سمجھاتے سمجھاتے زبان گھس گئی۔ مگر آپ کے نزدیک ہنوز روز اول کا مضمون درپیش ہے۔ جیسے کوئی طبیب بدپرہیز مریض کا علاج کرتا ہے۔ ایسے ہی آپ کو سمجھاتا ہے۔ نہ آپ بدپرہیزی کو ترک کرینگے نہ یہ آزار جائیگا۔ میں آپ سے کہتی ہوں۔ اس ملعون کے قتل میں کیا تامل ہے۔ یا میری ضد ہے۔

یہ قصہ مشہور ہے۔ کہ کسی شخص کا ایک دفعہ ہاتھ کٹ گیا تو یہ اپنے ہاتھ کٹنے پر مطلق نہ رویا۔ اور جبکہ دوسرے شخص کا ناخن اسی طرح کٹا۔ تو اس

نیک مرد نے بے اختیار رونا شروع کیا۔ اس بات کو دیکھکر لوگوں نے سخت تعجب کر کے پوچھا۔ کہ اے بندۂ خدا جب تیرا ہاتھ کٹا۔ تو ذرا نہ رویا۔ اب دوسرے کا ہاتھ کٹتے ہوئے دیکھکر کیوں روتا ہے۔ اُسنے جواب دیا۔ کہ میں اس رونے کے عوض اب روتا ہوں۔ کیونکہ جب مجھ سا کوئی دوسرا مصیبت زدہ نہ تھا۔ تم لوگ صرف ظاہری حالت پر تاسف کرنے والے تھے۔ مگر دلی دردمندی کسی کو نہ تھی۔ اب میرا درد شریک ملا ہے۔ جو کہ میرا ہی سا زخمی دل رکھتا ہے۔ بمصداق ؎

قیس جنگل میں اکیلا ہے مجھے جانے دو
خوب گذریگی جو مل بیٹھینگے دیوانے دو

چونکہ یہ دست بریدہ بھی اس دکھ کا مزا چکھے ہوئے ہے۔ میرا شریک درد ہو کر خوب روئیگا۔ مگر آپ اصلا میرے درد دل سے واقف نہیں ہوتے کیونکہ ؎

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

میں آپ سے ایک قاضی کی داستان بیان کرتی ہوں۔ جو سنکر آپکی طبیعت سرد ہوگی۔

ملکہ کی آٹھویں داستان

ایک بادشاہ نے اپنے تینوں بیٹوں کو نزع کی حالت میں اپنے پاس بلا کر کہا۔ کہ محل کے فلاں کونے میں جواہرات کثیر مدفون ہیں۔ اگر میں مر جاؤں تو تم سب بھائی اُنہیں نکالکر برابر تقسیم کر لینا۔ اس وصیت کے بعد

بادشاہ تین روز تک زندہ رہکر چوتھے روز مر گیا۔ جب شاہزادوں نے باپ کی تجہیز و تکفین سے فراغت پائی۔ تو سب ہمراہ ہوکر جواہرات نکالنے کو گئے مگر وہاں ایک بھی جواہر نہ پایا۔ ہر ایک نے دوسرے کو الزام لگایا۔ کہ تو لیگیا ہوگا اس جھگڑے نے یہاں تک طول پکڑا۔ کہ عدالت قاضی تک نوبت پہنچی۔ عجیب مقدمہ تھا۔ کہ وہی تینوں مدعی اور وہی تینوں مدعا علیہ۔ قاضی صاحب نے اس پیچیدہ مقدمے کے فیصل کرنے سے قبل یہ حکایت ان شاہزادوں کو مخاطب کر کے بیان کی کہ میں ایک نقل تمثیلاً تمہارے روبرو بیان کرتا ہوں۔ بعد ختم ہونے کے تم سب رائے دینا۔ کہ کون جوانمردی و دلیری اور فیاضانہ برتاؤ میں بڑھ رہا۔ قاضی مسند عدل پر بیٹھکر کہنے لگا۔ کہ کسی زمانے میں ایک نوجوان مرد کسی نوعمر پاکباز کنواری لڑکی پر عاشق تھا۔ ان عاشق و معشوق میں جانبین سے بے انتہا محبت تھی۔ بمصداق اس شعر کے ؎

الفت کا جب مزا ہے کیوں ہوں وہ بھی بیقرار
دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

رسم دنیا کے مطابق جب اُس لڑکی کی نسبت کسی دوسرے شخص سے ہوئی اور تاریخ شادی مقرر ہوگئی۔ تو اسکے عاشق زار نے ایک دفعہ خلوت میں بلا کر کہا۔ کہ اے میری پیاری اب عنقریب ہم تم میں جدائی ہونیوالی ہے۔ اس واسطے کہ جب تمہاری شادی ہو جائیگی۔ تم تو شوہر کے پہلو میں ہوگی۔ ہم تنہا بستر فراق پر تڑپتے ہونگے۔ اچھا ہے۔ کہ ہمارا تمہارا وصل ہو جائے۔ تو دل کی حسرت نکل جائے۔ یہ سنکر با عصمت لڑکی نے اپنے عاشق کی تسلی کی۔ اور کہا کہ میں شادی ہونے پر بھی تیری فرمانبردار رہونگی اور میں عہد کرتی ہوں۔ اس بات کا کہ پہلی شب تیرے ہی پاس سوؤنگی۔ جب ان عاشق و معشوق میں عہد استوار ہوگیا۔ اسکے چند روز بعد لڑکی کی شادی ہو

گئی- دُلہا دُلہن کو بیاہکر گھر لے گیا- دونوں نے تمام دن دعا مانگی- کہ الہٰی جلد شام ہو جو وصل کا سرانجام ہو- ادھر خدا خدا کرکے آفتاب عالمتاب نے اپنے نورانی چہرہ کو شب عیش کی چادر میں چھپایا- اُدھر دولہا نے دولہن کی چارپائی جاگیری- خواہش کی اضطرار دیکھ بیتابانہ دولہن کو گلے سے لپٹالیا- لڑکی نے تڑپ کر کہا- کہ کیا بے صبرا پن ہے ذرا ٹھہرئے دم لینے دیجئے- جلدی کیا ہے پہلے میری ایک بات سن لو- دولہا نے بڑے پیار سے کہا- ایک نہیں بلکہ دو- میری جان خفا نہ ہو- جواب ملا- بشرطیکہ مان بھی لو- دولہا نے کہا زبان سے کہو- میں دل و جان سے مان لونگا- جو کہو گی- وہ کرونگا اُسنے کہا پہلے قسم کھالو- جب کہونگی- دولہا نے قسم کھائی- کہ میں ضرور مان جاؤنگا- اُس نے کہا کہ بچپن سے ایک شخص میرا عاشق ہے- اُس میں اور مجھمیں اس بات کا قول و قرار ہوگیا- کہ اوّل شب نکاح ہوتے ہی میں اُسکے پاس جاؤں- میں آپ سے اجازت چاہتی ہوں- کہ مجھے وعدہ پورا کرنیکی رخصت ملے- دولہا نے زبان کا پاس کیا- اور اجازت دی- کہ جا اپنا وعدہ وفا کر آ- یہ بھی لڑکی اجازت لیکر عاشق کے پاس جارہی تھی کہ راستہ میں ایک چور ملا- اُسنے جوان عورت کو زیور سے لدی ہوئی دیکھکر روکنا چاہا- اُسنے کہا کہ اے جوانمرد بہادر مجھے وعدہ پورا کر آنے دے- اُسکے بعد تجھے اختیار ہے- چور کو صداقت آمیز کلمہ پر رحم آیا اور کہا کہ کیسا وعدہ ہے- مجھے بھی آگاہ کر- اسنے تمام حال اپنے عاشق اور شادی و دولہا سے اجازت لینے کا بیان کیا- چور نے سنکر کہا اللہ اکبر ایسی دلیرانہ فیاضی تیرے شوہر سے ظہور میں آئی- میری طرف سے بھی ایسی ہی دلیری ظاہر ہوگی- چنانچہ اس چور نے اُسکو اُس کے عاشق کے پاس پہنچادی- اور اسکی عصمت کو چھوا تک نہیں- جب یہ عاشق صادق کے پاس پہنچی- تو کہا- کہ میں حسب وعدہ تیرے ملنے کو آئی

ہوں۔ عاشق نے اسکو دیکھتے ہی گلے لگا لیا اور کہا اے وعدہ کی پکی سچ سچ بتا۔ تو کس طور سے آج کی شب تک پہنچی۔ جب اسنے مو بمو تمام حقیقت اجازت چاہنے اور چور کے ملنے اور یہاں تک پہنچانے کی سنائی۔ بے اختیار عاشق کی زبان سے یہی نکلا۔ کہ آفریں اس چور پر جس نے ایسا کیا۔ اور مرحبا تیرے شوہر پر کہ جس نے اجازت دی کہ تو اپنا عہد ناجائز پورا کرے۔ میری بھی غیرت تقاضا کرتی ہے۔ کہ میں بھی ایسا ہی عمل کرونگا۔ یہ کہکر قدموں پر گر پڑا۔ کہ آج سے تو میری دینی بہن ہے۔ اور میں تیرا بھائی۔ جا اپنے خاوند کے ساتھ سو۔ یہ اپنا وعدہ پورا کر کے واپس ہوئی۔ تو چور کو دروازہ پر کھڑا پایا۔ پھر اس چور نے حسین لڑکی کے ساتھ وہی سلوک کیا۔ جو پہلے ایک مرتبہ کر چکا تھا۔ یعنی کمال احتیاط سے اسے اسکے شوہر کے گھر پہنچا گیا۔ اس پاکباز عورت نے شوہر کے پاس آکر تمام سرگذشت کہہ سنائی۔ اور تمام رات عیش عشرت میں مشغول رہی۔ اب تم نے معلوم کیا۔ کہ سچ کی بدولت کیونکر عصمت بچی اور خوشی نصیب ہوئی۔ قاضی نے کہا۔ اب تم تینوں بتاؤ۔ کہ ان تینوں یعنی عاشق۔ چور۔ شوہر میں سے کس نے زیادہ مردانگی کی۔ بڑے شاہزادے نے کہا۔ کہ نوشہ نے۔ قاضی نے پوچھا کیسے۔ شہزادے نے کہا۔ کیونکہ اُسنے بہت سا روپیہ خرچ کر کے اسکو حاصل کیا تھا۔ اور پھر اُسنے غیر کی خواہش کو مقدم سمجھکر جانیکی اجازت دی۔ کمال درجہ کی جوانمردی ہے۔ منجھلے نے کہا۔ نہیں بلکہ عاشق کا نمبر اول ہے۔ اسوجہ سے کہ باوجود معشوقہ پہلو میں ہونے کے ضبط کیا اور ہاتھ نہ لگایا۔ بھلا اس سے بڑھکر اور کیا دلیری اور فیاضی ہو سکتی ہے۔ چھوٹا بولا یہ بات نہیں۔ بلکہ قابل تعریف اگر ہے تو چور کی ہمت اور مردانگی آمیز فیاضی ہے اسلئے کہ جو شخص اپنے فائدے کے لیئے انسان کو جان سے مار دیتا ہے۔ اور کبھی انپر رحم نہیں کرتا

اور اُس سے اپنے بے کھٹکے اور فرصت کے موقعہ میں اس بات کا ظہور ہونا سبب سے افضل ماننا چاہیئے۔ صبر اسکا نام ہے۔ ہمت اس کو کہتے ہیں۔ نیاضی ایسی ہوتی ہے۔ چھوٹے شاہزادے کو قاضی نے ملزم ٹھہرا کر کہا۔ کہ بس معلوم ہوا۔ وہ جواہر آپ کے پاس ہیں۔ کیونکہ عاشق نے عاشق کی تعریف کی اور اعتبار نے اعتبار کی۔ اور چور نے چور کی تحقیقات سے ثابت ہوا۔ کہ واقعی چھوٹے شاہزادے نے چرائے تھے۔ قاضی نے تمام جواہر طلب کر کے برابر تقسیم کر دیئے۔

ملکہ نے کہا۔ اب آپکو معلوم ہوا کہ سچا سچے کی طرفداری۔ جھوٹا جھوٹے کی اور دغاباز دغے باز کی کیا کرتا ہے۔ چونکہ میں سچی بادشاہ کی ہمدرد ہوں۔ اسلیئے کہتی ہوں۔ اور وزیر دغاباز ہیں۔ وہ کمبخت شاہزادے کے طرفدار ہیں۔ ملکہ کا داستان ختم ہونے کے بعد بادشاہ آرامگاہ میں چلا گیا۔ صبح ہوتے ہی تخت پر آ کر شاہزادے کے قتل کا حکم دیا۔ فوراً نواں وزیر سامنے آ عرض کرنے لگا۔ جہاں پناہ ذرا ٹھہریئے۔ مجھے عرض کر لینے دیجئے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ الکاظمین الغیظ والعافین عن الناس۔ واللہ یحب المحسنین۔ آپ اس سے کیوں چشم پوشی دیدہ دانستہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو شخص کہ اپنے غصہ کو روکے اسوقت کہ قادر ہو انتقام لینے پر تو اللہ تعالےٰ اس شخص کو بلائیگا۔ دن قیامت کے سب کے روبرو اور فرمائیگا۔ کہ اے میری رضا کے چاہنے والے نیک بندے۔ چاہے جس دروازہ سے بہشت میں داخل ہو۔ یہ بدلہ ہے اسکا کہ کیا تو نے دنیا میں لوگوں پر رحم کیا شاہان سابق میں سے ایک ہارون رشید بڑا عادل گذرا ہے۔ اگر بادشاہ اُسکے قصہ کو سنیں۔ تو ایک عمدہ نصیحت کا سبق حاصل ہو۔ بادشاہ نے وزیر سے اشارہ کیا۔ کہ وہ قصہ کیونکر ہے۔ وزیر بیان کرنے لگا۔

نوبِ زبیرہ کی داستان

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ خلیفہ ہارون رشید نے کسی بات سے ناراض ہوکر بہت سے امیروں کو قید کر دیا اور آپ اندرون محل چلا گیا۔ یہانتک کہ تین دن تک باہر نہ آیا۔ نہ دربار کیا۔ اس بات سے تمام اہل دربار حیران تھے کہ کیا بات بادشاہ نے خلاف پائی۔ جو ایسی سزا تجویز فرمائی۔ خدا کی شان تیسرے روز جو حسب معمول خلیفہ کھانا کھانے بیٹھا تھا۔ کنیزیں کھانا کھلا رہی تھیں اتفاق سے ایک کنیز کے ہاتھ سے سالن کی رکابی چھوٹکر خلیفہ کے اوپر گری۔ اور تمام کپڑے خراب ہو گئے۔ اس حرکت سے کنیز پر خلیفہ بہت ہی ناراض ہوا۔ اور حکم دیا کہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیجائے۔ اور خود بھی اٹھکر مارنا چاہا۔ کنیز نے نہایت عاجزی سے کہا۔ الکاظمین الغیظ اسیوقت خلیفہ کا غصہ فرو ہو گیا۔ کنیز کی جان بخشی کی۔ پھر اس کنیز نے کہا۔ العافین عن الناس۔ خلیفہ نے اسیوقت امیروں کی رہائی کا حکم بھیجدیا۔ پھر اس کنیز نے کہا۔ واللہ یحب المحسنین۔ خلیفہ نے قسم کھا کر کہا کہ خدا میرا گواہ ہے۔ میں نے تجھے آزاد کیا۔ اور تمام اپنی کنیزوں کو آزاد کر دیا۔ اور تمام محبوسین خانوں کے پھاٹک کھولدیئے۔ کہ جہاں جسکا جی چاہے۔ چلا جائے۔ اسیوقت دربار کیا۔ اور تمام امراؤں کو خلعت عنایت کیا۔ اسکا یہ نتیجہ ہے۔ کہ ابتک اسکا نام نیکی سے لیا جاتا ہے۔ اور جو اسکی حکایت کو سنتا ہے۔ اسکے حق میں دعا کرتا ہے۔ یہ کہکر وزیر نے پھر آداب بجا لایا۔ دربار برخاست ہوا۔ بادشاہ حسب معمول شکار کھیلنے چلا گیا۔ تمام دن سیر و شکار میں گذار دیا۔ شام کو خلوت سرائے ملکہ میں داخل ہوا۔ بعد خورد و نوش طعام خوشگوار ملکہ نے

پوچھا مجھے میری بات پر عمل کیا۔ بادشاہ نے واقعی حال وزیر کی سفارش پر شہزادہ کا قتل نہ کرنا بیان کردیا۔ ملکہ کہنے لگی غضب کرتے ہو۔ جلد کام تمام کردینا چاہیئے۔ مجھے ایک بادشاہ کا قصہ یاد آیا۔ بگوش ہوش سُنیئے۔ ملکہ اسطرح بیان کرنے لگی۔

ملکہ کی نویں داستان

ایک بادشاہ کے تین بیٹے تھے۔ مرتے وقت بادشاہ نے تینوں کو بلا کر جُدا جُدا وصیت کی۔ بڑے کو کہا کہ تو ہر شہر میں اپنا ایک ایک مکان بنائیو۔ منجھلے سے کہا کہ تو ہر روز نئی شادی کریو۔ اور خوب عیش و عشرت سے زندگی بسر کریو۔ چھوٹے سے کہا کہ تو ہمیشہ شہد و مکھن کے ساتھ کھانا کھائیو۔ چنانچہ تینوں نے ایسا ہی کیا۔ بڑے شہزادے نے ہر ایک شہر میں ایک مکان بنوا ڈالا۔ منجھلا بھی روز نئی دلہن لاتا اور روز چھوڑ دیتا۔ چھوٹا بھی دونوں وقت شہد و مکھن سے روٹی کھاتا۔ اتفاق سے ایک روز یہ سب یکجا بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ایک درویش نے آکر پوچھا کہ اے خداوند آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ جو سب لوگ آپکو بیوقوف بتاتے ہیں۔ ان تینوں شاہزادوں نے کہا۔ کہ ہمارے پدر بزرگوار نے قبل از وفات ہم لوگوں کو یہی نصیحت کی تھی فقیر بولا بھلا بتائیو تو کیا نصیحت کی تھی۔ بڑا بولا۔ مجھکو ہر شہر میں مکان بنانے کے واسطے کہا تھا۔ منجھلا بولا۔ مجھے ہر روز نئی شادی کے لئے اور چھوٹے بھائی کو شہد و مکھن سے کھانا کھانے کو۔ فقیر بولا۔ تمہارا باپ بڑا عقلمند آدمی تھا۔ واقعی ٹھیک کہا۔ مگر تم نے سمجھنے میں غلطی کی۔ اسپر مجھے ایک حکایت یاد آئی۔ سنیئے۔ کسی بادشاہ کی سلطنت میں شہنشہ سی رعایا کافر تھی۔ بادشاہ

چونکہ مسلمان تھا۔ تمام کافر رعایا سے جزیا لیا کرتا تھا۔ ایک روز سب رعایا نے متفق ہو کر یہ مشورہ کیا۔ کہ کسی طرح جزیہ کا وبال سر سے ٹالنا چاہیئے۔ اس خیال کی تکمیل کی غرض سے فوراً ایک بڑا اجاری جلسہ کیا۔ اور جلسہ میں یہ رائے درپیش ہوئی۔ کہ جان توڑ کر اس بات کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ ہمیں بادشاہ کو جزیہ دینا نہ پڑے۔ یہ سنتے ہی ایک شخص بھری مجلس میں کھڑا ہو کر بولا۔ اے صاحبو میرے خیال میں جزیہ سے بچنے کی اس سے زیادہ مناسب اور کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی۔ کہ ہمارے اور اُن کے علماء آپس میں مباحثہ کریں۔ اور پہلے یہ شرط کر لیجائے۔ کہ اگر علمائے اہل اسلام ہار جائینگے تو ہم آیندہ جزیہ نہ دینگے۔ اور اگر خدانخواستہ پنڈت لوگ ہار جائیں۔ تو دیتے رہینگے۔ تمام جلسے نے یہ بات مان لی اور چاروں طرف سے واہ واہ کے نعرے بلند ہوئے۔ اس رائے کے پاس ہوتے ہی بادشاہ کو اطلاع کی گئی بادشاہ نے بھی اس کو منظور کیا۔ اور مباحثہ کا تصفیہ اس طرح ہوا کہ صرف ایک ایک شخص دونو فریق کا آپس میں گفتگو کرے۔ کسی دوسرے کو درمیان میں مجاز نہ ہو۔ اب ذرا پنڈت کا منتخب ہونا مشکل امر تھا۔ پھر ایک جلسہ کیا گیا۔ اس میں سب کی رائے لی گئی۔ کہ کون مخالف سے گفتگو کرنے کے قابل ہے۔ ابھی جلسہ پر خاموشی چھائی ہوئی تھی کہ وہی شخص جسنے پہلے اپنی رائے ظاہر کی تھی کھڑا ہو کر کہنے لگا۔ اس مشکل کام کو میں اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ آپ صاحب فکر نہ کریں۔ سب متفق اللفظ [illegible] بیشک آپ اسکے قابل ہیں۔ جب وقت مقررہ پر اہل ہنود کا [illegible] پنڈت دربار شاہی میں حاضر ہو کر مقابل کا منتظر ہوا۔ بادشاہ کے [illegible] اسوقت بڑے بڑے علماء۔ فضلاء حاضر تھے۔ ان میں سے ایک [illegible] کی اجازت سے آگے بڑھکر پنڈت کے سامنے بیٹھ گیا۔

[illegible] پنڈت صاحب آپ اپنا سوال بیان کریئے۔ [illegible]

ہاتھ کی انگلیاں کشادہ کر ہتھیلی کو مولوی صاحب کے سامنے کر دیا۔ اب مولوی صاحب چپ چاپ کیا جواب دیں۔ تمام اہل دربار حیران تھے۔ یہ کیا سوال ہے۔ جھٹ ایک فقیر بادشاہ کے سامنے آکر گویا ہوا۔ جہاں پناہ مجھے اجازت دیجئے۔ میں مباحثہ کرونگا۔ بادشاہ نے فوراً حکم دیا۔ کہ بجائے مولوی صاحب کے یہ درویش گفتگو کرینگے۔ فقیر سامنے آ پنڈت کے مقابل بیٹھکر پوچھنے لگا۔ اب کہئے آپکا کیا سوال ہے۔ پنڈت اُسی طرح ہاتھ سامنے کر دیا۔ درویش نے اُسکے جواب میں اپنی مٹھی کو بند کر پنڈت کی طرف اشارہ کیا۔ پھر اُس پنڈت نے پانچوں انگلیوں کا رخ زمین کیطرف کرکے زور سے نیچے کو دبایا۔ فقیر نے اپنی مٹھی کھول آسمان کیطرف ہاتھ بڑھایا۔ جب پنڈت نے یہ جواب پائے۔ کہنے لگا واقعی ٹھیک ہے میں ہارا اور تم جیتے۔ تمام اہل ہنود کی ماں مر گئی۔ سب متعجب تھے کہ یہ کیا گفتگو ہوئی۔ بادشاہ نے فقیر کو تخلیہ میں بلاکر دریافت کیا۔ سچ سچ بتاؤ تم دونوں میں کیا بحث تھی۔ ان تلے اوپر اونچے نیچے ہاتھوں کے اٹھانے سے کیا مطلب تھا۔ درویش نے جواب دیا۔ جب اُسنے مجھے ہاتھ دکھایا۔ اُسکا مطلب میں سمجھا۔ کہ وہ کہتا ہے۔ کہ میں تیرے منہ تھپڑ مارونگا۔ میں نے جواب میں مُکا دکھایا۔ جسکا مطلب یہ تھا۔ کہ اگر تو میرے منہ پر تھپڑ ماریگا۔ تو میں تیرے منہ پر گھونسا مارونگا۔ اُس کی نیچے انگلیاں کرنے کی حرکت کو میں نے سمجھا کہ وہ کہتا ہے۔ کہ تیرا گلا گھونٹ کر زمین میں دبادونگا۔ سو میں نے بھی اُسے جواب دیا۔ تجھے مسل کر خاک کردونگا۔ بس یہ جنگ و جدل ان اشاروں میں ہوئی۔ جو میں نے بیان کی۔ اسکو سُنکر بادشاہ بہت ہنسا۔ اور اس پنڈت کو بلا کر دریافت کیا۔ کہ ہم تم دونوں کی گفتگو مطلق نہ سمجھے تم نے کیا کہا اور اُسنے کیا جواب دیا۔ پنڈت نے کہا۔ پہلے اشارے سے مینے یہ دریافت کیا تھا۔ کہ تم پانچ وقت کی نماز پڑھتے ہو۔ کیا یہ صحیح ہے فقیر نے جواب دیا تھا۔ کہ بیشک ہم اسکے پابند ہیں۔ جیسے کہ انگلیاں مٹھی میں۔

دوسری مرتبہ جو میں نے سوال کیا تھا۔ اس کا یہ مطلب تھا۔ کہ بارش زمین سے ہوتی ہے۔ زمین ہی کے بخارات اڑ کر آسمان پر پہنچتے ہیں۔ جو مینہ کی شکل میں زمین پر آتے ہیں۔ فقیر نے جواب دیا تھا۔ کہ نہیں بلکہ آسمان کے اوپر جو بادشاہ اور ہمارا پیدا کرنے والا ہے۔ اُسکے حکم سے مینہ برستا ہے۔

یہاں تک حکایت بیان کر کے درویش نے شہزادوں سے کہا ؎

بک گیا ہوں جنوں میں کیا کیا ۔۔ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

یہی تمہارا قصہ ہے۔ بادشاہ نے کہا کچھ اور تم سمجھے کچھ اور۔ شہزادوں نے کہا پھر آپ بتائیے اگر آپ سمجھے ہیں۔ درویش نے کہا بڑے شہزادے کو اس امر کی نصیحت کی ہے۔ کہ ہر شہر میں ایک سچا دوست بنائے منجھلے کو یہ کہ دنیا کی سب لذت فانی ہے۔ چھوٹے کی وصیت کا یہ مطلب ہے۔ کہ ہمیشہ اخلاق و مروت سے ہر آدمی سے ساتھ پیش آئے۔ جیسے کہ شہد میٹھا ہے۔ اسی طرح خلق کا مزہ شیریں ہے جیسے کہ مکھن جسم کو قوت بخشتا ہے۔ اسیطور مروت کرنے والے آدمی کو سب لوگ بُرے وقت میں مدد پہنچاتے ہیں۔ ملکہ اس داستان کو ختم کر کے بولی۔ اسکے ضمن مجھے ایک اور دلچسپ حکایت یاد آئی۔ جس سے نہایت عمدہ نصیحت نکلتی ہے۔ ذکر ہے کہ ایکمرتبہ بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کسیطرف تشریف لیئے جا رہے تھے۔ راہ میں ایک خارش سے سڑا ہوا کتا ملا۔ آپکو دیکھکر رحم آیا اور اسے اُٹھا لائے۔ گھر لا کر علاج کیا چندروز میں کتا اچھا ہو گیا۔ کسی روز باہر جاتے تھے۔ کہ ناگاہ اسی کتے نے ٹانگ میں اس زور سے کاٹا۔ کہ تمام پاؤں لہولہان ہو گیا۔ آپنے کہا اے احسان فراموش کتے کیا میرے سلوک کا یہی بدلہ ہے۔ اسیوقت اللہ جل شانہ نے کتے کو زبان عطا کی وہ بولا۔ کہ آپ نے سعدی علیہ الرحمۃ کا مقولہ نہیں سنا ؎

عاقبت گرگ زادہ گرگ شود گرچہ با آدمی بزرگ شود

یہ خصلت تو میری خلقی ہے۔ مٹ نہیں سکتی۔

درحقیقت یہ بات صحیح ہے۔ جسکی اصل بد ہوتی ہے۔ اسکی طبیعت کبھی اصلاح پذیر نہیں ہو سکتی۔ اسکا ثبوت مجھے اسطرح ہوتا ہے۔ اگر شاہزادے کی اصل میں فرق نہ ہوتا۔ تو کبھی نگاہ بد سے مجھے دیکھتا لیے شخص کا قتل کرنا واجب ہے۔ بلکہ یہ سزا بھی کم ہے۔ اسکے بعد ملکہ اور بادشاہ سو گئے۔ صبح سویرے اٹھکر بادشاہ نے تخت پر جلوس کیا۔ شاہزادے کو طلب کر جلاد کو حکم دیا۔ کہ اس ملعون کا سر قلم کر دے۔

دسواں وزیر دست بستہ آگے آیا اور کہنے لگا۔ جہاں پناہ ذرا توقف فرمائیے۔ سنئے ؎

ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں۔ ناؤ کاغذ کی کبھی چلتی نہیں

شاہزادے بدنصیب کے حال زار پر رحم کھائیے قتل سے ہاتھ اٹھائیے

جفا و جور نہ کر اپنے بندوں پر ظالم۔

یہ مصرعہ آپ سے ہی لوگوں پر چسپاں ہوتا ہے۔ کیوں خون سر پر لیتے ہو۔ قیامت کے دن داور محشر کو کیا جواب دو گے۔

رحم نہایت عمدہ چیز ہے بڑے غضب کی بات ہے۔ کہ انسان انسان کے اوپر رحم نہ کرے پہلے بادشاہوں نے حیوان تک پر رحم کھایا ہے چنانچہ نوشیروان کی حکایت ہے۔

یہ بادشاہ شکار کھیلتا پھرتا تھا۔ ایک گدھا بار سے لدا ملا۔ بوجھ کے مارے گدھے کی کمر ٹوٹی جاتی تھی پیٹ زمین سے لگا جاتا تھا۔ کمر خونا خون ہو گئی تھی۔ بری حالت تھی۔ اگر دو چار قدم اور چلتا۔ تو یقین تھا۔ کہ چکرا کر گر پڑتا۔ مگر اس پر بھی بےرحم مالک ڈنڈوں سے خبر لئے جا رہا تھا۔ یہ حالت دیکھکر اس رحمدل بادشاہ نے گدھے کے مالک کو پاس بلا حکم دیا۔ کہ اسیوقت اپنا اسباب گدھے کی پشت سے اتار لے۔ اور گدھے کو آزاد

کردے مالک نے حکم کے بموجب چھوڑ دیا۔ بادشاہ نے مالک کو اسکی قیمت دیدی۔ یہ نحیف گدھا خوش ہوتا ہوا جنگل میں پھرنے لگا۔ اور اسکا مالک شاد شاد گھر چلا گیا۔

ایسے ہی اس مصیبت زدہ شہزادے کی حالت پر رحم کھائیے۔ خدا کے لئے آزاد فرمائیے۔

شاید آپ نے مصر کے شہزادے اور مکارہ عورت کی حیرت انگیز داستان نہیں سُنی۔ بادشاہ ہمہ تن شایق ہو کر کہنے لگا۔ برائے خدا جلد سُنا۔ وزیر بیان کرنے لگا۔

دسویں وزیر کی داستان

بادشاہ شہر قاہرہ کے دو بیٹے تھے۔ چھوٹے بیٹے کو بادشاہ نے درزی کا ہنر اس غرض سے سکھا دیا تھا۔ کہ مصیبت کے وقت ہنر بڑا کام آتا ہے جب بادشاہ مرگیا۔ تو بڑا شاہزادہ تخت نشین ہوا۔ چھوٹا شاہزادہ بخوف جان کعبہ شریف چلا گیا۔ اثنائے حج میں طواف کرنے کے وقت اسکے
چیز لگی۔ جھک کر دیکھا تو ایک تھیلی تھی۔ جس میں بُ
ہوئے ہیں۔ اُسے اُٹھا کر کمر سے باندھ لی۔ ا
گیا۔ جو وقت طواف سے فارغ ہوا کیا دیکھتا
پتھر رکھے بڑے زور سے چیخ مار کر رو رہا ہے۔ ہا
ہائے ہائے تمام عمر کی کمائی لٹ گئی۔ میں تو
میری تھیلی لی ہو۔ خدا کے لئے دیدو۔ مجھ غریب
پھوٹ پھوٹ کے نکلیگی۔ خدا جانتا ہے۔ جس م

ارے ساری نہیں دیتے تو آدھی ہی دیدو۔ میں قسم کھاتا ہوں۔ جو پتہ بتاوے یا جسے ملی ہو۔ آدھا مال وہ لے لے اور آدھا مجھے دے۔ شاہزادہ نے اسکی آہ و زاری سُنکر اقرار کیا کہ اے خواجہ وہ تھیلی مجھے ملی۔ یہ سنکر خواجہ کی جان میں جان آئی اس تھیلی کو اور شاہزادے کو ساتھ ساتھ لے خوشی خرم اپنے مکان پر پہنچا۔ وہاں ایک حجرہ میں بیٹھکر تھیلی کھولی اسمیں بیش بہا لعل و جواہر بھرے ہوئے تھے۔ تمام کو نکال تین حصے کیئے اور شہزادے سے کہنے لگا۔ اے نوجوان ان میں سے ایک حصہ تو میری مرضی سے قبول کر دوسرے حصہ میں تیری خوشی ہے۔ لے یا نہ لے شہزادے نے ایک حصہ اُٹھا لیا خواجہ نے پھر باقی ماندہ جواہرات کے تین برابر حصے کئے اور شاہزادے سے کہا۔ کہ ایک ڈھیری انہیں سے پسند کرلے۔ یہ بھی میری خوشی ہے۔ خواجہ کے کہنے سے ایک ڈھیری اور لے لی۔ خواجہ بولا اے نوجوان اگر تیرا ارادہ ہے۔ تو ان سب کو جو میرے پاس ہیں لیلے۔ شہزادے نے کہا [illegible] یہ بات شہزادے کی خواجہ کو نہایت پسند آئی اور کہنے لگا۔ میں ان جواہرات سے بھی زیادہ بیش قیمت سے تیرے واسطے اللہ تعالیٰ سے طلب کرتا ہوں وہ کیا!! وہ دعا ہے!! خواجہ

... دعا بلند کئے شاہزادہ آمین کہتا گیا۔ دعا ختم کرنے کے بعد

واسطے بہشت دعا مانگی۔ اللہ تعالے قبول کرے۔ جا

لے گا۔ شاہزادے نے کہا اب میں آپ کی خدمت

جہاں آپ رہیں میں۔ الغرض یہ دونوں بغداد

رہنے سہنے لگے۔ یہ خواجہ نہایت متمول آدمی

برابر کوئی مال نہ رکھتا تھا۔ کسی بات سے

بین بیوی کو طلاق دیدی تھی۔ مگر اس حرکت

پھر بیوی لوٹا لے۔ اپنی بیوی کا نکاح

شاہزادے سے اس شرط پر کردیا۔ کہ صبح کو اُسے طلاق دیدے۔ پھر میں اس سے نکاح کرلونگا۔ نکاح ہونے کے بعد شہزادہ اور خواجہ کی بیوی رات بھر ایک جگہ سوئے۔ چونکہ شہزادہ نہایت خوبصورت تھا۔ یہ عورت عاشق ہوگئی تھی۔ اور شاہزادے کی طبیعت اس پر مائل ہوگئی۔ دونوں نے رات ہی میں صلاح کرلی تھی۔ کہ ہم تم جدا نہیں ہونگے عورت نے کہا نہ تو مجھے طلاق دیجو۔ نہ میں اُس سے راضی ہونگی۔ جو کچھ مال دولت ہے۔ سب تیرا ہے۔ مجھے اپنی لونڈی سمجھ۔ جب صبح ہوئی خواجہ نے شاہزادے سے کہا۔ اب طلاق دیجے۔ شاہزادے نے صاف انکار کردیا۔ کہ ہمارے ملک میں بلا قصور طلاق دینا نہایت معیوب ہے تمہاری عقل جاتی رہی۔ بلاخطا بغیر قصور میں کیونکر طلاق دیدوں خواجہ نے جب دونوں کو راضی پایا۔ ناچار خاموش ہوگیا "میاں بیوی راضی تو کیا کریگا قاضی۔ وہی مثل ہوگئی۔ خواجہ ہاتھ ملتا رہگیا۔

اے بادشاہ آپکو معلوم ہوگا۔ کہ عورت کی ذات بیوفا ہوتی ہے۔ اسکی بعینہ ایسی مثال ہے "جسکی لاٹھی اُسکی بھینس" دیکھئے خواجہ کی بیوی نے برسوں کی محبت ایک رات کی صحبت میں بھلادی نہ پاس عزت کیا۔ نہ کنبہ کی شرم نہ خاوند کی حیا۔ پھر انکی ذات سے کیا امید ہوسکتی ہے خدا ان کے مکر کے جال سے سب کو بچائے۔ انکا پھندا غضب کا ہوتا ہے ان سے رغبت خراب۔ انکی محبت بُری وزیر اتنا کہکر آداب بجالایا۔ بادشاہ شکار کو چلے گئے۔ ادھر قید خانہ بھی جو شاہزادہ کے جانے سے بے رونق ہوگیا تھا۔ اپنی حالت پر افسوس کرکے بدرگاہ رب العلی یوں دعا کررہا تھا۔ کہ الٰہی میری رونق میری زیبائش۔ میری آرائشگی۔ میرا دل۔ میری جان۔ میری روح رواں یعنی شاہزادہ عالمیاں کی مجھے صورت دکھا۔ الٰہی جلد ملا دے

مکین سے ہر مکاں کی زینت ہے گو قید خانہ ہو   نصیبا کھلگیا تھا حضرت یوسف سے زنداں کا

درگاہ قاضی الحاجات میں اسکی دعا قبول ہوئی۔ اور شہزادہ پھر دوسرے روز تک اسمیں قید کردیا گیا۔ رات کے وقت بادشاہ شکار سے لوٹا۔ ملکہ کے پاس گیا۔ کھانا وغیرہ کھا کر دونوں ایک جگہ بیٹھ گئے۔ ملکہ نے شہزادہ کا ذکر چھیڑا۔ کہنے لگی آج بھی قتل ہوا یا زندہ بچا۔ بادشاہ ہمکلام ہوا۔ کیا کہوں روز جھوٹا پڑتا ہوں۔ کمبخت ابھی زندہ ہے۔ عجیب مخمصہ میں جان پھنسی ہے اگر وزیروں کی بات پذیرا نہ کروں۔ تو وہ برا مانتے ہیں اور جو مانتا ہوں تو ادھر تمہاری دل شکنی کیا کروں اور کیا نہ کروں گویم مشکل نہ گویم مشکل ملکہ بولی۔ یہ تو آپکی روز کی واعدہ خلافی ہے۔ ادھر مجھ سے اقرار ادھر وزیروں سے پھر کون صورت جو یہ معاملہ طے ہو یا تو آپ میری ہی بات پر عمل کریں۔ یا وزیروں کی رائے پر چلیں۔ جو پسند خاطر ہو مجھے ایک داستان سوداگر کی یاد آئی بادشاہ نے کہا۔ سناؤ کس طرح ہے۔ ملکہ کہنے لگی۔

ملکہ کی دسویں داستان

زمانہ قدیم میں ایک سوداگر کے دو بیٹے تھے۔ جب سوداگر کا آخری وقت قریب آیا۔ اسنے بیٹوں کو بلا بہت سے آدمی محلہ کے جمع کئے۔ سبکو مخاطب کرکے کہنے لگا۔ چونکہ میرا ضعیفی کا عالم ہے اور بوڑھاپے کے دن اور آخری وقت ہے میرے مرنے کے بعد مال واسباب کے مالک یہ ہی میرے بیٹے ہونگے۔ چونکہ ابھی کم سن ہیں۔ دولت بہت کچھ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ میرے بعد برباد کردیں اسواسطے آپ لوگوں کو سرپرست خیال کرکے ہیں انکو آپکے سپرد کرتا ہوں۔ جہانتک ہو انکی خبرگیری کرنا۔ بری صحبت۔ فضول خرچی۔ تماش بینی۔ شراب خوری وغیرہ سے

ہمیشہ روتے رہنا۔ اس وصیت کے بعد سوداگر راہی ملک عدم ہوا۔ چند روز تو بیٹوں نے باپ کے کہنے پر عمل کیا۔ آخر کار رفتہ رفتہ پر پرزے نکالنے شروع کئے۔ دولت کا نشہ انسان کو اندھا اور باؤلا بنا دیتا ہے۔ دنیا کا قاعدہ ہے۔ کہ لوگ جسکے پاس مال دیکھتے ہیں۔ اسی کے غلام ہو جاتے ہیں۔ غرضیکہ دو چار مفت خور یار شہر کے چھٹے ہوئے آن دوست بنے ہر وقت ان دونوں کی دم کے پیچھے کتے سے رہنے لگے۔ اوّل اوّل تو دوستانہ طور پہ سمجھاتے۔ اور نشیب و فراز بتاتے۔ مگر جب مزاج شناس ہو گئے تو خود یہی جو خیر خواہ دوست بنے تھے۔ شیطان کی طرح بہکانے لگے۔ صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے۔ قاعدہ کی بات ہے۔ خربزہ کو دیکھکر خربزہ رنگ پکڑتا ہے۔ یاراں جلسہ میں شراب کباب کا ذکر ہونے لگا۔ یہاں کیا تھا مال مفت دل بیرحم۔ دوستوں کی فرمائش اور پوری نہ ہو۔ جب دختر زر کے قدم اس انجمن میں آنے لگے۔ تو اسکے والہ و شیدا کب چوکنے والے تھے۔ وہ بھی دید کی خاطر تشریف لانے لگے۔ بزم رنداں نے دن دونی رات چوگنی ترقی کی۔ چند ہی روز میں ارباب نشاط کی سینکڑوں پر تعداد پہونچی۔ اگر فہرست بنا رکھی جائے۔ تو یقین ہے کہ ایک پورا رسالہ بن جائے۔ مرحوم سوداگر کا مکان آوارہ مزاجوں کا سٹیشن جیسا سوداگر کے بیٹوں نے بھی وہ دریا دلی برتی۔ کہ ہر وقت دور شراب مثل دریائے چناب جاری رہتا۔ اس پر بھی اگر دل میں موج آئی۔ تو دو چار رنڈیاں بلوا رقص و سرود کی ٹھہرائی۔ مگر اس سے بے خبر تھے۔ ؎

درین ورطہ کشتی فرو شد ہزار کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار

آپ جانتے ہیں یہ وہ خندق ہے۔ کہ قارون کے خزانہ کا پتہ نہ لگے ابھی اسکے روبرو کیا حقیقت اور انکا مال کس گنتی میں۔ سال دو سال ہی یہ نقشہ رہا۔ ہرچند باپ کے رفیقوں نے برائی بھلائی سمجھائی۔ اور

صحبت سے پرہیز کرنے کو کہا۔ مگر یہ دونوں پہلے ہی چکنے گھڑے بن چکے تھے۔ بھلا ان پر کیا اثر ہونا تھا۔ ابتدا ہی سے دوستوں کی بات پتھر کی لکیر تھی۔ ٹلتی بھی نہ تھی۔ سچ ہے مصیبت کے دن کہکر نہیں آتے جو کچھ باپ کی جمع پونجی تھی۔ سب برباد کر چکے۔ افلاس دامنگیر ہوا۔ اب یہ حالت پہنچ گئی۔ کہ نان شبینہ سے محتاج ہوئے۔ ادھر تو یہ حال تھا۔ ادھر آوارہ گردی کی شکائتیں ہر روز شہر کوتوال کو سنتے سنتے یارائے ضبط نہ رہا۔ اور فوراً اسیر کر بادشاہ کی حضور بھیجدیا۔ بادشاہ بھی انکی آوارگی کا حال پہلے سُن چکے تھے۔ معاً جلاد کو حکم دیا۔ کہ ان بدکاروں کا سر اوڑا دے۔ انہوں نے اس حکم کے سنتے ہی ہاتھ جوڑ کر عرض کیا۔ کہ خداوند عالم ہم بے گناہ ہیں۔ ہم قصوروار نہیں۔ بادشاہ اس بات کو سنکر ہنسا۔ اور کہنے لگا۔ کہ اے ہٹ دھرمو بیان کرو۔ کیونکر بے خطا ہو۔ انکی زبان سے نکلا۔ کہ ہم بد نصیبوں کی تباہی کا باعث ہمارا باپ ہوا۔ اسواسطے کہ مرتے وقت اسنے ہمیں خدا کے سپرد نہ کیا۔ بلکہ روپیہ کے گھمنڈ پر محلہ کے لوگوں کے سپرد کیا۔ اور جو بچہ مال و دولت کے بھروسہ پر سوائے خدا کے کسی غیر آدمی کے سپرد کیا جاوے۔ تو اس کا انجام یہی ہوتا ہے۔ کچھ زندگی اور باقی تھی۔ خدا کی شان بادشاہ کو یہ بات پسند آئی۔ اور ان سے کہنے لگا۔ کہ خدا کی قسم اگر تم یہ بات نہ کہتے۔ تو میں تم کو اسیوقت قتل کرا دیتا۔ جاؤ۔ ہم آئندہ کوئی شکایت نہ سنیں۔ ورنہ یاد رکھنا۔ جان کی خیر نہ ہوگی۔ پھر بادشاہ نے خوش ہو کر ایک گاؤں جاگیر میں بخشا۔ ملکہ یہانتک بیان کر کے کہنے لگی۔ یہی حال اس شاہزادے بدخصال کا ہوگا۔ بادشاہ یہ داستان سنکر نہایت متاثر ہوا۔ اور کہنے لگا۔ رات کی نیت ہے۔ کل صبح ضرور قتل کرا دونگا۔ یہ کہکر بادشاہ نے استراحت فرمائی۔ جب صبح

ہوئی۔ اور تاریکی شب آفتاب کے طلوع ہونے پر چشم دنیا سے نیند کی طرح غائب ہوئی۔ بادشاہ نے تخت پر جلوہ افروز ہوکر شہزادہ کو طلب کرکے قتل کا حکم سنایا گیا۔ گیارھواں وزیر آگے بڑھا۔ اور عرض کرنے لگا۔ اس بیکس پر رحم کرنا واجب ہے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیامت کے آثار میں یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ قریب قیامت میں علم اٹھ جائیگا۔ دنیا میں جہالت پھیل جائیگی۔ عدالتوں میں انصاف نہ ہوگا۔ بادشاہ ناحق خون بہائینگے۔ حق و ناحق میں تمیز نہ ہوگی۔ اے بادشاہ شریعت سے باہر قدم نہ دہر۔ شاہزادہ بیگناہ کو قتل نہ کر۔ بھلا یہ تو خیال کر جب تو نے ہی ظلم پر کمر باندھ لی۔ تو کیا ٹھکانا رہا۔ شاید بادشاہ نے ایک وزیر کی داستان نہیں سنی۔ بادشاہ نے کہا بیان کر۔ وزیر نے داستان سنانی شروع کی۔

گیارہویں وزیر کی داستان

زمانہ قدیم میں ایک بادشاہ کا وزیر نہایت عقیل فہیم صاحب علم و ہنر شخص تھا۔ اس وزیر کا ایک لخت جگر رشک قمر غیرت ماہ پری چہرہ نازک اندام خوش خرام تھا۔ جسکے حسن عالم افروز کے سامنے آفتاب خجل مہتاب شرمندہ۔ اسکی صورت زیبا کو دیکھکر قدرت کے کرشمہ آنکھوں میں سما جاتے۔ بے اختیار زبان سے یہ شعر نکلتا ؎

جلوۂ حسن بتاں کی ہے نمائش کیسی ہوگا اس باغ کا یارب چمن آرا کیسا

جب نام خدا لڑکا چودہ برس کا ہوا۔ بادشاہ کے دربار میں جانے آنے لگا۔ بادشاہ کو اس سے ایسی محبت ہوگئی۔ کہ ایک لحظہ کی جدائی شاق معلوم دیتی۔ اسیواسطے اسکے لیے حکم تھا۔ کہ ہر وقت حاضر رہے۔ لیکن

ماں کو مہینوں ہو جاتے۔ صورت نظر نہ آتی مگر مجبور تھی۔ جب بہت بیقرار ہوتی ہے۔ لحظہ کے لحظہ کو کسی بہانہ سے بلا بھیجتی اگر بادشاہ نے اجازت دیدی تو خیر ورنہ کچھ ہوا کرو۔ ایک روز نہ کیا اتفاق ہوا کہ بادشاہ شراب کے نشہ میں مخمور محل میں جا رہا تھا۔ اس لڑکے کو کسی غلام سے مذاق کرتے دیکھ پایا آخر عاشق تو تھا ہی جل گیا۔ غصہ میں آ جلاد کو بلا حالت نشہ میں حکم دیدیا کہ اس لڑکے کا سر کاٹ کر ہماری خدمت میں لا۔ جلاد فوراً اسکو گرفتار کر قتل کرنے کے لئے مقتل میں لایا۔ اس بات کی خبر وزیر کو بھی ہوئی۔ کہ بادشاہ نے ناراض ہو کر تمہارے لڑکے کو مارنیکا حکم دیا ہے۔ یہ ننگے سر ننگے پاؤں روتا پیٹتا بھاگا آیا۔ جلاد ابھی قتل نہ کرنے پایا تھا۔ کہ وزیر نے پہنچکر اُسے سمجھایا۔ کہ بیوقوف ایسا کام نہ کرنا بادشاہ نے نشہ کی حالت میں یہ حکم دیا ہے۔ اگر تو نے اسے قتل کر دیا۔ تو کل کو تجھے مروا ڈالیگا۔ جلاد نے کہا۔ بادشاہ نے مجھے حکم دیا ہے۔ کہ اس کا سر جدا کر کے ابھی ہمارے پاس لاؤ۔ وزیر نے جواب دیا کہ قید خانہ میں جا کر جو مجرم قتل کے قابل ہو۔ اسکا سر قلم کر کے پیش کر دے۔ چونکہ اسوقت بادشاہ بیہوش ہے۔ اسلئے اُنکو تمیز نہیں ہونیکی۔ کہ یہ وہی سر ہے۔ جسکو مینے حکم دیا تھا۔ یا دوسرا اگر ایسا کرے۔ تو میں تجھے انعام بخشونگا۔ وزیر کے کہنے سے لڑکے کو چھوڑ ایک چور کا سر کاٹ بادشاہ کے روبرو جا دھرا۔ بادشاہ نے انعام دیا۔ وزیر اپنے بیٹے کو گھر لے گیا۔ اور پوشیدہ کر دیا تا کہ کسی کو معلوم نہ ہو۔ کہ ابھی زندہ ہے۔ جب شراب کا نشہ فرو ہوا۔ بادشاہ کو وزیرزادہ یاد آیا جلاد کو بلا کر دریافت کیا۔ کہ تو نے وزیرزادہ کو قتل کیا یا نہیں اُسنے جواب دیا۔ کہ حضور میں نے اسیوقت حکم کی تعمیل کی۔ اسکا سر کاٹ آپکے حضور پہنچا یا تھا۔ اس خبر وحشت اثر کے سنتے ہی غش کھا کر گر پڑا۔ مرغ بسمل کیطرح تڑپ تڑپ کر دل کی بھڑاس نکالی۔ شاہ نے وزیرزادے کا انتہائی تک رنج کیا۔ کہ تخت و

تاج چھوڑ کر گوشہ تنہائی اختیار کیا۔ اس میں بھی شب بیداری اختر شماری کیا کرتا۔ دن رات درگاہ قاضی الحاجات میں دعا کیا کرتا۔ ؎

ملا میرے دلبر کو مجھ سے خدا   نہیں تو میرا جی ٹھکانے لگا۔

وزیر نے دیکھا۔ کہ حالت بہت بری ہوتی جاتی ہے۔ تعجب نہیں ہے کہ اس غم میں بادشاہ جان بحق تسلیم ہو جائے اور اسکا خون میرے نامۂ اعمال میں درج کیا جائے۔ یہ خیال کر بیٹے کو نہلا۔ اچھے کپڑے پہنا بادشاہ کے پاس لیگیا۔ جب وزیر در دولت پر پہنچا۔ تو لڑکے کو باہر چھوڑ گیا۔ اور خود تن تنہا اندر گیا۔ دیکھا کہ بادشاہ سجدے میں سر رکھے نہایت عجز و انکسار کے ساتھ خدا سے دعا مانگ رہا ہے۔ کہ اے پروردگار عالم اب میری زیست بیکار ہے۔ ایک گھڑی جینا دشوار معلوم ہوتا ہے۔ میرے حال پر نظر رحمت کر کے اپنی خدمت میں بلوا لے اب میں دنیا سے سیر ہو چکا۔ بس یہی تمنا ہے۔ کہ موت آ لے اور میں دنیا سے اٹھ جاؤں۔ اس دعا کے بعد نہایت درد آمیز دلخراش لہجہ میں چلا کر یہ شعر پڑھا۔ ؎

بھلا کیا خاک سوئے چین سے وہ زیر مرقد میں
رہا ہو جس کے سر کا تکیہ دوش نازنین برسوں

وزیر تمام ماجرا کھڑا دیکھتا اور سنتا رہا۔ جب اُسنے حد سے زیادہ بیقراری پائی۔ تو بادشاہ کے قریب جا آہستہ سے عرض کرنے لگا۔ اے جہان پناہ یہ آہ و زاری کس کام کی ہے۔ خدا نخواستہ دشمنوں کی طبیعت علیل ہو جائیگی اتنا غم نہ کھائیے۔ صبر کیجئے۔ خدا کی مرضی پہ شاکر رہیے۔ آپ کی شکستہ دلی سے تمام عالم میں ماتم ہو رہا ہے۔ ادنے و اعلےٰ رو رہا ہے۔ مردانگی کام میں لا کر ضبط کیجئے یہ فسانہ زبان زد خاص و عام ہے۔ عاشق مزاجوں کے دفتر میں آپکا بھی نام ہے۔ عشق کا انجام سوائے رسوائی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ بادشاہ نے کہا۔ ؎

ناصحا مت کر نصیحت دل میرا گھبرائے ہے

یہ تمہاری باتیں میرے ایک بھی مفید مطلب نہیں۔ جاؤ اپنا کام کرو۔ مجھے اسی حال پر رہنے دو۔ بیٹے غمخوار بنکر آئے ہو معذور ہو۔ وزیر نے کہا اگر میں آپ کو اُسے زندہ ملا دوں۔ تو کیا انعام پاؤں۔ بادشاہ خوش ہوکر کہنے لگا کہ اگر کوئی شخص ایک مرتبہ صورت بھی دکھاوے۔ تو سلطنت بخشدوں۔ مال و دولت اتنا دوں کہ روئے زمین پر کسیکے پاس نہ ہو۔ وزیر نے اپنے بیٹے کو اشارے سے بلایا۔ اشارہ پاتے ہی لڑکا اندر آیا۔ جونہی بادشاہ نے لڑکے کو دیکھا شادی مرگ ہوگئی۔ دیکھتے ہی بیہوش ہو گیا۔ خودفراموش ہوگیا۔ وزیر نے جلد گلاب چھڑکا جب ذرا بادشاہ کو ہوش آیا۔ وزیر چلا گیا۔ وزیرزادے نے اُٹھکر سلام کیا۔ اور ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ اسوقت جو خوشی کا عالم تھا۔ بیان میں نہیں آسکتا۔ دلمیں کہتا تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے میری دعا قبول کر لی۔ جو اسے دوبارہ زندہ کر دیا۔ جب دوسرے روز صبح کو وزیر دربار میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے کہا۔ چونکہ تو نے ہماری طبیعت کو بے انتہا مسرور کیا۔ لہذا جو کچھ کہ ہمارے خزانہ میں زر و جواہر ہے سب بخشدیا۔ تیرا جو جی چاہے کر۔ وزیر نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ حضور یہ غلام اور غلام زادہ آپکا نمک خوار تابعدار ہے۔ خداوند کریم آپکو عمر نوحؑ عطا فرماوے اور ہمیشہ راحت و خوشی نصیب کرے بادشاہ وزیر کی بات سنکر نہایت خوش ہوا۔ اور وزیرزادے تخت و تاج بخشدیا۔ اور آپ عبادت الٰہی میں مصروف ہوگیا۔ اے بادشاہ یہ داستان اس واسطے سنائی۔ کہ عجلت کرنے کی برائی معلوم ہو جاوے۔ ایسا نہ ہو کہ اس بادشاہ کیطرح بلاسوچے سمجھے قتل کا دیدے۔ اور عمر بھر کف افسوس ملتا رہے۔ ملکہ کے بہکانے سے اس امر کی جرات نہ کرے۔ یہ کہکر زمین خدمت چومی اور شاہزادے کو ایک روز کی مہلت دلا کر قید خانہ بھیجدیا۔ بادشاہ حسب معمول شکار کو چلا گیا۔

جب شام ہوئی۔ بادشاہ محل میں آیا۔ ملکہ نے دیکھتے ہی کھڑے ہو کر آداب بجالایا۔ دونوں نے ہمراہ بیٹھ کر ایک جا کھانا کھایا۔ ملکہ نے شہزادے کی بات چھیڑ کر پوچھا کہ آج کیا کیا۔ بادشاہ نے کہا آج فلاں کے کہنے سننے سے قید خانہ بھیج دیا ہے۔ ملکہ نے کہا بیوقوفی کی تین علامتیں ہیں۔ اول یہ کہ آج کا کام کل پر چھوڑنا۔ دوسرے یہ کہ نادانی سے نصیحت پر عمل نہ کرنا تیسرے یہ کہ دشمنوں کی بات کا اعتبار کرنا۔ افسوس جا بے جا میں فرق نہیں معلوم ہوتا۔ میں سچ کہتی ہوں کہ وزیروں کو شیطان بہکا رہا ہے۔ ضرور مال و دولت کے لالچ میں ایمان کھو کر تمہیں قتل کرینگے۔ شاید آپ نے بارسینہ کا حال نہیں سنا ہے۔ بادشاہ نے کہا سُنا۔ ملکہ بیان کرنے لگی:۔

ملکہ کی گیارہویں داستان

زمانہ قدیم میں بارسیصہ نام ایک زاہد تھا۔ اس نے ایک غار میں تنہا رہکر سو برس تک عبادت کی۔ اسکا معمول تھا دن کو روزہ رکھتا اور تمام رات عبادت کرتا۔ اس زمانہ کے بہت آدمی معتقد تھے ہزارہا مرید ہر وقت جان دینے کو حاضر رہتے۔ اللہ تعالےٰ نے اسکی دعا میں وہ تاثیر بخشی تھی۔ جسکے واسطے دعا کرتا یا جس بیمار پر کرتا۔ فوراً اچھا ہو جاتا۔ اسکے علاوہ اور بھی بہت سی کرامتیں ظہور میں آچکی تھیں۔ ایکمرتبہ اس ملک کے بادشاہ کی لڑکی سخت بیمار ہوئی۔ ہرچند علاج کیا مگر تندرست نہ ہوئی آخر کار بادشاہ نے حکم دیا کہ اسکو بارسینہ کی خدمت میں لے جاؤ اور اسکے واسطے دعا کراؤ۔ پس خواجہ سرا اس لڑکی کو بارسیصہ کے پاس لے گئے۔ بارسینہ کے اس نوعمر نوجوان لڑکی کو دیکھکر منہ میں پانی بھر آیا اور خیال بد دل میں گذرا۔ شیطان

جو ایسے موقعوں کی تاک میں رہتا ہے۔ فوراً آکر مشیر بنا۔ کہنے لگا۔ اے شیخ یہ معشوق بے نظیر ہے۔ اور موقع بہت اچھا ہے وقت کو غنیمت جان ہوس دل نکال۔ کون دنیا میں رہا ہے اور کون رہجائیگا۔ آخر کچھ تو لطیف زندگی۔ اور اس لذت کا مزہ چکھ۔ ؎

مے پی تو سہی توبہ بھی ہو جائیگی زاہد
کنبخت قیامت ابھی آئی نہیں جاتی

یہ تو خدا سے چاہتا تھا۔ کہ ایسا ہو۔ شیطان سے کہنے لگا۔ کہ یار بات تو ٹھیک ہے۔ مگر کیا ترکیب کرنی چاہیئے کہ جس سے دلی خواہش پوری کرنیکی اچھی صورت نکل آئے۔

شیطان نے کہا کون بڑی بات ہے۔ ایک کام کرو۔ خواجہ سراؤں سے کہدو اسے یہیں چھوڑ جائیں۔ اور بادشاہ سے جا کر کہدیں۔ کہ فقیر نے کہا ہے۔ کہ کل صبح دعا کرونگا۔ اتنے عرصہ تک شہزادی کو اسیجگہ رہنے دو صبح آن کر لیجانا۔ انشاءاللہ آرام ہو جائیگا۔ جب بادشاہ اس بات کو منظور کرلے تو لطف اٹھانا عیش منانا۔ غرضیکہ بارسیصہ نے خواجہ سراؤں سے بادشاہ کی خدمت میں یہی کہلا بھیجا۔ بادشاہ نے کہا۔ کیا مضائقہ ہے۔ وہیں رہنے دو۔ کل لے آنا۔ شیطان نے کہا اس بات سے اطمینان خاطر رکھو اول تو یہ جا کر گھر کہنے کی نہیں۔ کہ فقیر نے کیا کیا۔ اور اگر کہے بھی تو کوئی یقین نہیں کرنے کا۔ اتنے میں رات ہو گئی شیطان نے اور زیادہ ورغلانہ شروع کیا۔ کہنے لگا۔ اب تو تیری مرضی کے موافق ہو گیا۔ کیوں خاموش بیٹھا ہے ایسی خوبصورت نازنین عورت تو کبھی خواب میں بھی نظر نہیں آئیگی۔ کیا غضب کر رہا ہے۔ جو فرصت کے وقت کو یوں رائیگاں کرتا ہے۔ اٹھ اور شربت وصل پی۔ دیکھ اتنا کہدیتا ہوں۔ کوئی حسرت باقی نہ رہے۔ خوب جی کھولکر ارمان نکال۔ یہ سنکر اول تو زاہد بد باطن کا بدن کانپنے لگا۔ اور ہاتھ پاؤں میں رعشہ سا ہو گیا۔ اور تمام بدن بید کیطرح تھرانے لگا۔ مگر یہ حالت تھوڑی سی

تھوڑی دیر کے بعد نہ رہی۔ زاہد جرأت کرکے اٹھا اور بے اختیار ہو کر لڑکی سے لپٹ گیا۔ اور اپنی خواہش پوری کرکے منہ کالا کیا۔ پھر شیطان نے کہا اے شیخ زندان جب بادشاہ اپنی لڑکی کو اس پژمردہ حالت میں دیکھیگا۔ تو ضرور دریافت ہونے پر تجھے قتل کرا دیگا۔ شیخ بولا۔ پھر اب کیا ہو سکتا ہے۔ تو ہی کوئی تدبیر بتا۔ جس سے جان بچے۔ شیطان نے اُسے صلاح دی۔ کہ لڑکی کو مار کر کسی پوشیدہ جگہ گاڑ دے۔ جسوقت صبح بادشاہ شہزادی کے لینے کے واسطے آدمی بھیجے۔ تو کہدینا۔ کہ میں نے دعا کی۔ شہزادی میری دعا سے تندرست ہو کر بہت دیر ہوئی یہاں سے چلی گئی۔ مجھے نہیں معلوم کہاں گئی۔ اور کیوں کر گئی۔ تیری بات کا ضرور یقین کرینگے۔ تجھ پر کسی قسم کا شبہ نہ ہوگا۔ پس یہی تدبیر بچنے کی ہے۔ زاہد نادان نے شیطان کے بہکانے سے شہزادی کو قتل کر کے حجرہ کے کونے میں دفن کر دیا۔ اور باطمینان بیٹھ گیا۔ جب صبح ہوئی شہزادی کے لینے کے واسطے خواجہ سرا آئے۔ اور شیخ بارسینہ سے دریافت کرنے لگے۔ کیا شہزادی صاحبہ کو آرام ہو گیا۔ اور وہ ہیں یہاں نہیں ہم لینے آئے ہیں۔ اسنے کہا کہ شہزادی کے حق میں دعا کی تھی خدا کے فضل سے اچھی خاصی ہو کر صبح سویرے ہی یہاں سے چلی گئی اور ابتک واپس نہیں آئی۔ خواجہ سراؤں نے شہر کا کونہ کونہ تلاش کر لیا لیکن شہزادی کو کہیں نہ پایا۔ شیطان آدمی کی صورت بنکر خواجہ سراؤں کے پاس آیا اور اُنسے دریافت کیا۔ کہ تم کس کی تلاش کر رہے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ بیمار شہزادی شیخ بارسیسہ کے پاس کل چھوڑ آئے آج وہ انکی دعا سے تندرست ہو کر کہیں چلی گئی۔ خدا معلوم کہاں غائب ہے۔ صبح سے ڈھونڈتے بے وقت ہوا۔ مگر کچھ پتہ نہ لگا۔ شیطان نے اُنکے تمام حالات اور شیخ کی بدکاری اور قتل کا قصہ اول سے

آخر تک سنا کر کہا۔ کہ اگر یقین نہ ہو۔ تو اسکی کوٹھری کے فلاں کونے میں جاکر دیکھ لو۔ یہ گئے اور جاکر جس کونے میں شیطان نے بتایا تھا۔ کھودا تو واقعی شہزادی مدفون تھی۔ بارسیصہ کو گرفتار کر اور نعش کو اُٹھا بادشاہ کے پاس لے گئے۔ بادشاہ نے اس سانحہ جانگداز سے مطلع ہو کر۔ زاہد کے قتل کا حکم دیا۔ پھر کہا تیغ سے سر اُڑانا نہیں اسے سہولت ہے۔ بلکہ پھانسی پر چڑھا دو۔ جب شیخ کو جلادوں نے پھانسی پر چڑھایا۔ تو شیطان آیا اور کہنے لگا۔ اے شیخ اگر میں تیری جان بچاؤں تو کیا تو میری عبادت کریگا۔ شیخ نے کہا ہاں ضرور کرونگا۔ شیطان نے کہا۔ مجھے یقین کیونکر ہو۔ اچھا بھوں اور آنکھ کے اشارے سے مجھے سجدہ کر تو تیری جان چھڑاؤں۔ اسنے ویسا ہی کیا۔ اسی حالت میں پھانسی کے پھندے نے روح اور تن کو جدا جدا کرایا اور اسے تو یہ بھی نصیب نہ ہوئی۔ شیطان اسکو راندۂ درگاہ کرا کے بہت خوش ہوا۔ اے بادشاہ میں نے یہ داستان اسلئے سنائی کہ شیطان کا حال معلوم ہو۔ کہ اسکے فریب میں بڑے بڑے سنا ہو گئے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ شیطان نے شہزادہ کے ساتھ وزیروں کو بھی بہکا دیا ہے۔ یہ سب ملکر تمہارے ساتھ ضرور کوئی بُرائی کرینگے۔ شیطان انسان کے ہر نیک کام میں مارج ہوتا ہے۔ اور کہتے ہیں۔ کہ خصوصاً ان تین کاموں میں تو ضرور انسان کو جہاں تک ہو سکے بہکا کر باز رکھتا ہے۔ اول تو جو کوئی غربا کی پرورش کیواسطے مکان بنوانا چاہے تو سینکڑوں وسوسے دل میں پیدا کر کے روک دیتا ہے کہ تو کیوں اپنی محنت کی کمائی ضایع کرتا ہے۔ تو کھا پہن۔ بعد تیرے تیری اولاد کے کام آیگا۔ یتیم خانہ۔ دھرمسالے یا کنواں بنا کر کیا پائیگا۔ غرضیکہ خدا کی راہ میں ایک کوڑی خرچ نہیں کرنے دیتا۔ دوسرے اولاد کو علم دین سکھانے سے۔ کہ اسمیں کیا رکھا ہے۔ اسکے پڑھنے سے انسان محتاج ہو جاتا ہے

تیرے عبادت الہٰی میں ریاکار بنانے کی کوشش کرتا۔ تاکہ اسکی کل نیکیاں سب ریاکاری میں شامل ہوکر برباد ہو جائیں۔ الغرض یہ انسان کا دشمن جس پہلو پاتا ہے۔ اپنا کام کئے بغیر نہیں چوکتا۔ اے بادشاہ میں ازراہ دوراندیشی کہتی ہوں۔ یہ وزیر بدبخت شیطان کے پھندے میں ہیں۔ خدا جانے کیا کرکے مانینگے۔ تجھے چاہیے کہ شاہزادے کے بارہ میں کسی قسم کی سفارش نہ سنے۔ جب بادشاہ نے ملکہ کی غمخواری کی باتیں سنیں۔ تو وعدہ کیا۔ کہ کل ضرور قتل کرونگا۔ کسیکی سفارش نہ مانونگا یہ کہکر بادشاہ نے اپنے بستر استراحت پر آرام کیا۔ جب صبح ہوئی اور شہنشاہ خاور کرنوں کا تاج سر پر رکھے تخت آسمان پر جلوہ افروز ہوا تو بادشاہ بھی حسب معمول تخت پر آکر بیٹھا۔ اور شہزادے کو بلواکر جلاد کو قتل کا حکم دیا۔ اسیر پانچواں وزیر آگے آیا اور ادب سے کہنے لگا۔ اے شہنشاہ مشرقین یہ نصیحت ہے۔ کہ عورتوں کو اپنے راز مت بتلاؤ۔ نہ اپنے کام انکی سپرد کرو۔ حرص بہت بڑی شے ہے۔ پیغمبرؑ نے فرمایا ہے۔ کہ حریص آدمی جنت میں نہیں جائیگا خواہ وہ کیسا ہی عابد کیوں نہ ہو۔ عورتوں میں دوراندیشی اور دیانتداری کا مادہ بالکل نہیں ہوتا۔ بادشاہوں کے شایاں نہیں کہ وہ اپنی آزاد مرضی اور بے لوث ارادہ کو عورتوں کے کہنے سے بدل دے اور ناحق قتل پر آمادہ ہو جائے۔ اپنے خیرخواہ وزیروں کی بات مان۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ دشمن دانا بہ از دوست نادان۔ نادان کی دوستی جی کا زیان ہے یہ جو بات کریگا۔ بیوقوفی پر مشتمل ہوگی۔ اور عقلمند کی دشمنی کو اسواسطے اچھا کہا ہے۔ کہ وہ بلا سوچے سمجھے کسی بات کا ارادہ نہیں کریگا۔ جبتک انجام پر خوب غور نہ کرے۔ وہ کام شروع نہیں کریگا۔ ایک دانشمند بزرگ کا قول ہے کہ دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز۔ اور پیغمبر خدا نے

فرمایا ہے۔ کہ جو آدمی دو آدمیوں میں جھوٹ بھی بول کر صلح کراتا ہے۔ تو یہ اس سچ سے بہتر ہے جسمیں ناچاقی پیدا ہو۔ اس بات کی صداقت پر مجھے ایک قصہ یاد آیا ہے۔ اگر بادشاہ اجازت دیں۔ تو عرض کروں۔ بادشاہ نے کہنے کا اشارہ کیا وزیر بیان کرنے لگا۔

بارھویں وزیر کی داستان

سلطان محمود کا منظور نظر غلام جسکا نام ایاز تھا۔ نہایت نیک طینت ہونے کے علاوہ کمال عقلمند تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ اس کے پاس ایک درویش آکر کہنے لگا۔ کہ برائے خدا مجھکو بادشاہ سے کچھ دلا۔ میں نہایت غریب محتاج و مفلس ہوں۔ ایاز نے سوچکر جواب دیا۔ کہ کل جسوقت بادشاہ شکار کھیلنے کو جائیں۔ تو آنکر بیان کرنا کہ حضور میں پرندوں کی زبان سمجھ سکتا ہوں۔ اور انکی بولی سے بخوبی واقف ہوں پھر میں کہہ سن لونگا جیسا بھی موقع ہوگا۔ پس دوسرے دن صبح کو جب بادشاہ شکار کھیلنے کے لیئے جانے لگا۔ درویش آیا جو کچھ ایاز نے سمجھا دیا تھا۔ کہا۔ جسوقت درویش عرض کر چکا تو ایاز بادشاہ سے کہنے لگا۔ کہ پرندوں کی زبان سیکھنے کو میرا بھی دل چاہتا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو اس سے سیکھ لوں بادشاہ نے اس بات کو فوراً منظور کر کے درویش کو حکم دیا۔ کہ آج سے تم ان جانوروں کی زبان سکھاؤ۔ ہم نے تمہاری ایک اشرفی روز مقرر کر دی۔ خزانہ سے لے لیا کرو۔ مدت تک درویش ایاز کے پاس رہا ایکدن بادشاہ سے ایاز نے کہا۔ کہ پرندوں کی زبان میں نے حضور کی بدولت سیکھ لی ہے۔ بادشاہ نے درویش کو بہت کچھ انعام دیکر رخصت کیا۔

القصہ ایک دن سلطان محمود کے ہمراہ ایاز بھی شکار میں تھا۔ بادشاہ نے سڑک پر دو درخت آمنے سامنے دیکھے۔ جن پر ایک ایک الو بیٹھا ہوا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہ دونوں آپس میں کچھ گفتگو کر رہے ہیں۔ بادشاہ وہاں ٹھیرے اور ایاز سے کہا ان پرندوں کی زبان سمجھ کر بتلا۔ کہ یہ کیا باتیں کر رہے ہیں۔ اول کچھ دیر تک ایاز نے کان لگا کر غور سے سنا۔ اور پھر اس طرح گویا ہوا۔ اے شہنشاہ ان میں ایک کے لڑکا ہے اور دوسرے کے لڑکی۔ یہ دونو آپس میں شادی کرنی چاہتے ہیں۔ لڑکی والا لڑکے کے باپ سے پانسو ویران گاؤں اور غیر آباد شہر اپنی بیٹی کے جہیز میں مانگتا ہے۔ یہ سنکر بیٹے کے باپ نے جواب دیا۔ کہ پانسو گاؤں کیا چیز ہیں آجکل سلطان محمود بادشاہ ہے۔ اگر تم چاہو تو ہزار گاؤں بھی دے سکتا ہوں سلطان محمود نے ایاز سے یہ سنکر کہا۔ کیا میں ایسا ظالم ہوں۔ کہ اسقدر گاؤں اور شہر سلطنت میں میرے ظلم سے برباد ہو گئے۔ اسیوقت قلمرو میں فرمان جاری کیا۔ کہ جتنے غیر آباد و اجڑی ہوئی عملداری میں بستیاں ہیں۔ سب آباد ہو جائیں۔ بس اس مصلحت آمیز دروغ سے ایاز نے سلطان محمود کو عدل و انصاف کی طرف متوجہ کیا۔ اسیواسطے اب تک بنی نوع انسان اس نیک نہاد کو خیر کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ اے بادشاہ سلطان محمود نے ایک سچے غلام سے نصیحت پاکر دنیا میں نام روشن کیا اور دین میں بھلائی پیدا کی چنانچہ اس رحم دل کا نام تا روز قیامت آفتاب تاباں کی طرح روشن رہیگا۔ آپ بھی عاقبت اندیش وزیروں کی بات مان کر خلق اللہ کو فائدہ پہنچا سکتے۔ اگر ہم غلط کہتے ہیں تو قابل سزا ہیں۔ ہم سچے دل سے یہ شرط کرتے ہیں کہ شاہزادہ سے تا حیات کسی قسم کا ضرر پہنچے۔ تو ہم چالیسوں وزیروں کا سر قلم کرا دینا۔ جملہ وزراء نے متفق اللفظ ہو کر اس بات کو کہا۔ حضور نے ہمیں خدمت چھوڑی۔ بادشاہ نے اس دفعہ بھی

شاہزادے کی جان بخشی کی۔ اور شکار کھیلنے چلا گیا۔ بوقت شام شکار گاہ سے واپس آکر ملکہ کے پاس گیا۔ کھانا کھایا۔ ملکہ نے بعد معمولی بات چیت کے شہزادیکا حال دریافت کیا۔ بادشاہ نے جواب دیا۔ آج وزیر نے بڑی بحث کی آخر کار مجھے مجبوراً اسکا کہنا ماننا پڑا۔ اسلیئے آج بھی قتل نہ کیا۔ ملکہ نے تیکھی چتوں کر کے تنگ مزاجی سے کہا۔ افسوس میں نہیں سمجھ سکتی کہ تمہاری زبان ہے۔ یا کوئی بلا۔ ہر روز صبح شام بدلتی ہے۔ تم کیوں میرے کہنے پر عمل نہیں کرتے۔ ان سب نے اتفاق کر لیا ہے۔ وہ دشمن کو تیرے ہاتھ سے چھڑانا چاہتے ہیں۔ ہاں رات کی بات میں بھول گئی آج میں نے ایک نیا خواب دیکھا ہے۔ اللہ نے عالم برزخ میں اس کی بے ایمانی کی ہو بہو نقل اُتار کر دکھائی ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ خواب مومن کا الہام ہے۔ آنکھ لگتے ہی کیا دیکھتی ہوں۔ کہ تو اپنے تخت پر بیٹھا ہوا فرمان جاری کر رہا ہے۔ ناگاہ ایک سمت سے کالا سیاہ سانپ نہایت قوی بڑی صورت کا جسکے دیکھنے سے روح فنا ہوتی تھی۔ اور جسمیں ایک عجیب بات یہ تھی۔ کہ اُسکے ایک سر میں چالیس سر تھے جسے میں دیکھکر سہم بھی گئی۔ اور نہایت حیران ہوئی۔ کہ الہی یہ کیسا سانپ ہے۔ میں تو اسی حیرت میں تھی۔ آنکھ اُٹھا کر جو دیکھتی ہوں تو اُسکے پیچھے قطار در قطار بیشمار چھوٹے۔ بڑے۔ بڈھے۔ جوان سانپ ہر قسم اور ہر رنگت کے اُمنڈے چلے آتے ہیں۔ اب وہ بڑا سانپ تیرے تخت کے قریب آتے ہی اس زور سے منہ پھاڑ کر تجھ پر حملہ آور ہوا۔ کہ گویا وہ چاہتا تھا کہ مع تخت تجھے نگل جائے۔ مگر خدا کی قدرت کو دیکھنا چاہیئے۔ کہ اسنے تین مرتبہ ایسے ہی پر جوش غضہ میں حملے کیے مگر تو ہر مرتبہ بال بال بچ جاتا تھا۔ جب اُس کا کچھ بس نہ چلا تو اسنے کیا کام کیا۔ کہ اپنا تمام زہر منہ میں سے پچکاری کی طرح مارنا چاہا۔ میں اس حالت

کو دیکھ بے اختیار چلائی۔ کہ کچھ نہیں تو یہ سانپ زہر کی کلی ماریگا۔ اس زنبور کے چیخنے سے میں فوراً بیدار ہو گئی۔ تمام رات جس بیکلی سے کاٹی میرا دل ہی جانتا ہے۔ پادشاہ دل میں بڑا خائف ہوا۔ اور کہنے لگا۔ اسکی تعبیر کیا ہے۔ ملکہ نے جواب دیا اسکی تعبیر صاف ظاہر ہے۔ وہ اژدہا خونخوار سانپوں کا سردار تو شہزادہ نامراد ہے۔ اور اُسکے چالیس سر وزیر بدکردار ہیں۔ اور سانپ جو دل بادل فوج کی طرح تھے۔ وہ تمام رعایا اور امراء لوگ ہیں وزیروں اور رعایا کی مدد سے یہ تجھے سانپ کی طرح نگلنا چاہتا ہے۔ اور میرا چلانا گویا ہر روز دشمن کے حال سے خبردار کرنا ہے جیسے کہ میں تجھے روزمرہ سمجھاتی ہوں۔ یہی خواب کی تعبیر ہے۔ اے بادشاہ تیرے دشمن ذلیل ہوں۔ بداندیشوں سے ہوشیار رہا کر۔ تو بھی عجیب کچے دل کا شخص ہے۔ کہ رات کو تو مجھ سے یہ اقرار کہ صبح ہوتے ہی شاہزادہ بر سر دار ہوگا۔ اور وزیروں سے یہ وعدہ کہ کبھی قتل نہ کرونگا بس میں کہتی ہوں ؎

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو۔ یا سنگ ہو جا

جیسے کہ ایک بادشاہ اور جولاہے کی داستان ہے۔ بادشاہ نے کہا برائے خدا اُسے جلد سُنا۔ وہ کیونکر ہے۔ ملکہ کہنے لگی

ملکہ کی بارہویں داستان

زمانہ قدیم میں ایک زبردست بادشاہ تھا۔ ایک روز ایک چالاک نورباف نے اُس سے جاکر کہا کہ مجھے اس قسم کی پگڑی بننی آتی ہے۔

کہ جس سے حرامی حلالی میں تمیز بآسانی ہو سکتی ہے۔ اس پگڑی کا خاصہ ہے۔ کہ جو شخص حرامی ہوگا۔ اسکو نظر نہیں آنے کی۔ اور جو حلالی ہوگا اسکو صاف نظر آئیگی۔ اگر آپ ارشاد کریں۔ تو بندہ بنا کر پیش کرے بادشاہ نے اس عجیب و غریب پگڑی کا ماجرا سنکر کمال خوشنودی سے کہا۔ جہاں تک ہو سکے۔ جلد تیار کر کے لاؤ۔ اگر فی الواقع جیسی کہ تو بیان کرتا ہے۔ ویسی ہی ہوئی تو انعام بے تعداد تجھے دونگا۔ اس نے کہا چونکہ سامان یہاں موجود نہیں ہے۔ اس وجہ سے ممکن ہے۔ کہ تھوڑا عرصہ لگے۔ اگر سامان کے کفیل ہوں تو بہت جلد اس کام کو انجام دوں۔ بادشاہ نے خزانچی کو حکم دیدیا۔ جتنا روپیہ یہ طلب کرے۔ فوراً دے دیا جاوے۔ القصہ اس بات کو کئی مہینے گذر گئے اور فطرتی جولاہے نے خوب سا روپیہ اینچا۔ جب لوٹا بھر گیا۔ تو ایک روز کیا کام کیا۔ ایک کاغذ کا نہایت نفیس بکس لے اور دو چار نئے کپڑوں میں لپیٹ کمال احتیاط سے اٹھائے بادشاہ کے روبرو دربار میں جا دھرا۔ اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔ حضور پگڑی موجود ہے۔ پہلے حسب وعدہ انعام دیجئے۔ بعد کو ملاحظہ فرمائیے۔ بادشاہ نے دل میں خیال کیا۔ کہ جب اس جرأت سے انعام پہلے مانگتا ہے۔ تو ضرور پگڑی بھی حرامی کو نظر نہ آتی ہوگی۔ خیر بعد انعام و اکرام بادشاہ نے اُسے کھولا۔ تو بالکل خالی پایا۔ اب شرم کی وجہ سے دربار میں یہ نہ کہہ سکے کہ اس میں کچھ نہیں۔ اور اگر کہے تو حرامی ہونے کا ثبوت ہوتا ہے پھر بادشاہ نے دل میں یہ بھی خیال کیا۔ کہ شاید واقع میں صحیح ہو اور اس نقص کیوجہ سے مجھے نظر نہ آتی ہو۔ بہر حال بادشاہ نے اس امر پر فیصلہ کر لیا کہ میں یوں کہوں۔ کہ پگڑی نہایت عمدہ ہے ورنہ سب لوگ حرامی جانیں گے۔ القصہ بادشاہ نے کہا۔ سبحان اللہ کیا عجیب پگڑی ہے میں نے پسند

کرتا ہوں۔ جولاہے نے کہا۔ حضور سر پہ باندھ لیں۔ یا اجازت دیں تو میں باندھنے کا فخر حاصل کروں۔ بادشاہ نے بشرا حضوری اجازت دی۔ جولاہے نے تاج اتار کر علیحدہ رکھدیا۔ اور وہی کاغذ کا بکس سامنے رکھ جیسا کوئی تھان کو کھولتا ہے۔ ہاتھوں کو اسی طور کرنے لگا۔ تمام حاضرین دربار دیکھ رہے تھے۔ قصہ مختصر اُسنے خیالی پگڑی بادشاہ کے سر پر باندھ دی۔ یہاں جتنے لوگ اسوقت موجود تھے۔ یک زبان ہوکر مبارک باد کہنے لگے۔ کہ ماشاءاللہ چشم بد دور کیسی خوبصورت پگڑی ہے۔ اور بادشاہ بھی دلمیں خوش کہ خیر مجھے نہیں معلوم ہوتی تو اورونکو تو دکھائی دیتی ہے۔ بادشاہ تھوڑی دیر بعد دربار برخاست کرکے خلوت خانہ میں ایک وزیر سے بلاکر دریافت کرنے لگا۔ کہ اے وزیر میں حرامی ہوں جو مجھے پگڑی نظر نہیں آتی۔ وزیر نے کہا۔ بادشاہ سلامت۔ مجھے بھی نظر نہیں آئی اور دو چار آدمیوں سے پوچھا کہ بھی تمہیں بھی کچھ نظر آیا اونہوں نے بھی صاف انکار کیا تب بادشاہ کو یقین ہوا کہ پگڑی کا کچھ وجود ہی نہیں ہے۔ اسنے دھوکہ کرکے روپیہ پیدا کیا۔ اے بادشاہ تو بھی ہر روز ایسا ہی کرتا ہے۔ آجکل میں مدت گذری جاتی ہے۔ مگر شاہزادہ مارا نہیں جاتا بلبرات والا خواب سچا ہے۔ خدانخواستہ اگر تخت جاتا رہا۔ تو خدا جانے وزیر مجھ غریب پر کیا کیا ظلم کرینگے بادشاہ نے ملکہ سے وعدہ کیا۔ کہ کل کسی کی نہ مانونگا۔ جیسے بنیگا قتل کرادونگا۔ کیونکہ ہمارے خواب کی تعبیر سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ضرور مجھے ماردینگے یہ کہکر خوابگاہ میں آرام پذیر ہوا۔ حسب معمول صبح سویرے تخت پر جلوہ گر ہوکر شاہزادہ کے قتل کا حکم نافذ کیا۔ اس حکم کے صادر ہوتے ہی تیرہواں وزیر آگے آیا اور شاہزادے کی سفارش کی اور مہلت طلب کی۔ بادشاہ نے نامنظور کی اور ناراض ہوکر وزیر کو جھڑک دیا۔ کہ خبردار جو کوئی بات زبان سے نکالی۔ وزیر نے جیب سے ایک کاغذ نکالا بادشاہ

کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ نے لیکر پڑھا۔ اُس میں لکھا ہوا تھا۔ کہ کل بذریعہ اسطرلاب معلوم ہوا۔ کہ چالیس روز تک شہزادہ کا ستارہ ادبار میں ہیگا ان ایام میں جان کا بھی خوف ہے۔ بعد اسکے فضل خدا شاملِ حال ہوگا پھر کسی طرح کا خوف و اندیشہ نہیں۔ بادشاہ کو سب وزیر حالت غصہ میں پاکر یک زبان ہو کر کہنے لگے۔ کہ خدا کے واسطے شاہزادہ کی جان بخشی کیجئے ؎

اس ستم کا بھی ٹھکانا ہے کہیں شاہِ زمن
باپ بیٹے کو کرے قتل بصد رنج و محن
دورِ افلاک میں ایسا بھی غضب ہوتا ہے   قتل فرزند کا خود باپ سبب ہوتا ہے

بادشاہ کا کچھ غصہ فرو ہوا۔ تیرھویں وزیر نے کہا حسب موقع مجھے ایک قصہ یاد آیا ہے۔ حکم پاؤں تو سناؤں۔ بادشاہ نے اجازت دی۔ وزیر بیان کرنے لگا۔

تیرھویں وزیر کی داستان

کسی زمانہ میں ایک بادشاہ عظیم الشان جسکے قبضۂ اقتدار میں سارا جہان ہفت اقلیم کا مالک تخت سلطنت پر متمکن تھا۔ گو دنیا کی جملہ نعمتیں موجود تھیں۔ مگر اولاد نہ ہونے سے بادشاہ غمگین رہتا خدا کی راہ میں فرزند کی آرزو میں خیرات کرتا۔ قربانیاں کرتا۔ فقیروں سے ملتا شب و روز عجز و انکسار کے ساتھ درگاہ خداوند عالم میں دعا کرتا۔ بارے ایک بار دعا قبول ہوئی۔ اور اسکے ہاں نہایت حسین لڑکا پیدا ہوا۔ بادشاہ کمال خوش ہوا۔ اس خوشی میں شاہزادے

کے سر پر سے بیشمار زر و جواہر نثار کئے ۔ بعد جشن عیش طرب کے نجومیوں کو بلا زائچہ کھنچوایا ۔ نجومیوں نے زائچہ کھینچکر کہا ۔ اے سلطان عالم شہزادہ سکندر بخت ہے ۔ وارث تاج و تخت ہوگا ۔ مگر حساب کے رو سے معلوم ہوتا ہے ۔ تیس اور ساٹھ سال کے درمیان شہزادہ کا ستارہ معرض زوال میں آئیگا ۔ مفلسی دامنگیر ہوگی ۔ غربت میں مارا مارا پھریگا ۔ بسوقت اسکے بخت برگشتہ آپہنچنگے ۔ کوئی پرسان حال نہ ہوگا ۔ دوستوں سے رنج دشمنوں سے تکلیف پہنچیگی ۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ سکتے ۔ غیب کا حال خدا ہی خوب جانتا ہے ۔ ہمارے حساب کے رو سے جو بات ظاہر ہوئی عرض کر دی ۔ بادشاہ نجومیوں سے یہ حال سنکر رنجیدہ ہوا خیر شاہزادہ ناز و نعم میں پرورش پانے لگا ۔ یہ بات گئی گذری ہوئی ۔ نام خدا جب شہزادہ سات برس کا ہوا ۔ رسوم مکتب نشینی ادا ہوئیں بڑے بڑے لائق استاد اتالیق شہزادے کو تعلیم دینے لگے ۔ شاہزادے نے ذہن رسا کی بدولت چند ہی سال میں تمام علوم و فنون سے فراغت پائی ۔ بادشاہ نے اس کی سترہ اٹھارہ برس کی عمر میں دھوم دھام سے شادی کر دی ۔ شادی سے کچھ دنوں بعد شاہزادے کے ہاں دو لڑکے پیدا ہوئے شاہزادہ انہیں بہت پیار کرتا تھا ۔ بلکہ دل و جان نثار کرتا تھا ۔ وہ ہمیشہ باپ کے ساتھ سیر و شکار میں رہتے ۔ کبھی جدا نہ ہوتے ایک دن شہزادہ کا دل دریا کے سفر پر مائل ہوا ۔ فوراً جہاز تیار کرنے کا حکم دیا ۔ چونکہ عرصہ تک سیر کرنے کا ارادہ تھا ۔ بیوی اور بچوں کو بھی ساتھ لیا ۔ اور ایک روز مبارک ساعت میں جہاز پر سوار ہو گیا ۔ شاہزادے کے حکم سے ناخدا نے جہاز کا لنگر اٹھا دیا ۔ اور جہاز روانہ ہو گیا ۔ دو تین روز تک باد موافق نے چلکر شاہزادے کی طبیعت کو مسرور کیا ۔ جب جہاز تیرتا ہوا ۔ دور پہنچ گیا ۔ ایک دن صبح کا وقت ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا نہایت خوشنما غنچہ خاطر پژمردہ کو کھلا رہی تھی ۔ بڑی

آسائش سے سمندر کا سفر طے ہو رہا تھا۔ کہ بہت دور جہازوں کا بیڑا نظر پڑا۔ یہ بہت خوش ہوئے۔ کہ اور اطمینان رہیگا۔ بہت سے ہم سفر ساتھ ہو گئے۔ جب قریب پہنچے تو معلوم ہوا۔ کہ فرانیگ کافروں کے جہاز ہیں۔ انہوں نے شاہزادے کے جہاز کو تنہا دیکھ چاروں طرف سے گھیر لیا۔ شاہزادے کے ہمراہ چالیس نوکر تھے۔ اتنے آدمی جنگی جہازوں کا کیسے مقابلہ کر سکتے۔ آخر کار سب کے سب گرفتار ہو گئے۔ اب مصیبت کے دن شاہزادے پر سوار ہوتے۔ یہ آفت تو ناقابل برداشت تھی ہی۔ اس سے زیادہ کڑی مصیبت کا اور سامنا کرنا پڑا۔ ان کمبخت کافروں نے ان سب کو آدم خور حبشیوں کے ہاتھ غلام بنا کر بیچ دیا۔ مگر دونوں بچوں کو ماں باپ سے بچھڑا کر اپنے پاس رکھ لیا۔ اولاد کے غم میں میاں بیوی اپنا گرفتار ہونا بھی بھول گئے۔ اولاد کی جدائی ماں باپ کے لئے قہر ہے۔ خدا دشمن کو بھی نصیب نہ کرے۔ ظالم حبشیوں نے کیا کام کیا۔ اول تو عمدہ عمدہ غذائیں کھلا پلا خوب تیار کیا۔ پھر ایک سرے سے نمبر لگا دیا۔ کہ ایک آدمی کو شاہزادے کے ہمراہیوں میں سے حلال کرتے اور کھا جاتے۔ جب چالیسوں کو کھا چکے۔ تو اب شاہزادے کی باری آئی اسے بھی حلال کرنا چاہا۔ اسنے سجدہ میں سر رکھ خدا سے دعا کی کہ یا الٰہی کسی طرح رہائی کر۔ ظالموں کے پنجہ سے چھڑا۔ اسیوقت دعا قبول ہوئی۔ ہاتھوں کی ہتھکڑیاں اور پاؤں کی بیڑیاں خود بخود ٹوٹ گئیں۔ شاہزادہ بدحواس ہو کر وہاں سے بھاگا۔ ہر چند حبشی اس کے پیچھے دوڑے مگر پکڑ نہ سکے۔ ناچار واپس چلے گئے۔ اسے چلتے چلتے ایک بڑا وسیع میدان ملا۔ اس میں ایک راہ سیدھی جاتی تھی۔ اسی کے وسیلے سے [illegible] شہر پہنچا ہی تھا۔ کہ ان لوگوں نے غیر قوم اپنا دشمن سمجھ کر شہری [illegible] کی طرح انہنے خوب جھنجھوڑا۔ ناچار شاہزادہ کی زبان سے نکلا ؎

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا
پڑ گئی اور یہ کیسی میرے اللہ نئی

پھر دعا کی کہ الٰہی بچا۔ خدا نے اُس وقت اُسے زور بے انتہا بخش دیا کہ دشمنوں سے لڑے اور بدلہ لے۔ پھر تو تنہا نے سینکڑوں کا مقابلہ کیا۔ دلاوروں کے منہ پھیر دیئے۔ ابتو شہر میں کھلبلی مچ گئی۔ تو چل اور ہیں چلکر کے ہزارہا آدمی جمع ہو گئے مگر یہ شیر غران کیطرح سب پر حملہ آور ہوتا پیچھے ہٹا دیتا اسکی خبر بادشاہ تک پہنچی وہ بھی اس مرد میدان کے دیکھنے کیلئے فوراً بات کرتے ہیں آ پہنچا۔ جب اُسنے دیکھا کہ ایک شخص سینکڑوں کا مقابلہ کر رہا ہے۔ سبکو منع کیا۔ کہ کوئی بھی نہ بولے خود شاہزادے کے پاس آ نہایت تحسین و آفرین کی اور اسے ہمراہ لے کر محل میں چلا گیا۔ اور کمال توقیر سے دربار میں خلعت عطا کی اور دو چار روز کے بعد شاہزادہ سے خلوت میں درخواست کی اور میری ایک لڑکی ہے اُسکو کنیزوں میں قبول کیجیے۔ شہزادہ نے مسکرا کر سر جھکا لیا اور شرم آلودہ لہجہ میں کہا۔ یہ اس غلام کی عزت افزائی ہے۔ بادشاہ نے مرضی پاکر شادی کر دی۔ شاہزادے نے دو سال تک اس جگہ عیش و آرام کیا۔ شاہزادہ اس نئی دلہن پر ہزار جان سے فریفتہ تھا۔ پھر شاہزادہ خوشحالی پر فلک کجرفتار کو رشک پیدا ہوا۔ خوبی قسمت آناً فاناً نازنین بیوی بیمار ہو کر عالم جاودانی کو سدھاری۔ کمبخت اس ملک کی یہ رسم تھی۔ کہ اگر بیوی پہلے مرتی تو خاوند کو اُسکے ہمراہ دنیا سے کوچ کرنا پڑتا۔ اور اگر مرد پہلے مرتا تو عورت کو گویا مُردے کے ساتھ زندہ درگور ہوتا۔ اس رسم کے ادا کرنے سے شاہزادہ ہچکچایا۔ ہر چند عذر معذرت کی۔ مگر بے سود آخرکار رواج کے مطابق اسکے ساتھ بھی یہی برتاؤ کیا۔ شہر کے باہر شاہی خاندان کے لیے مخصوص ایک بہت بڑا گنبد کہ اسمیں صرف ایک تنگ و تاریک دروازہ جسپر ہزارہا من پتھر کی سل اڑی ہوئی تھی۔ یہ سل ایک کل کے ذریعہ سے ہٹائی جاتی تھی۔ انسان

کی کیا مجال جو ذرا ہلا بھی سکے۔ بنا ہوا تھا۔ اسمیں اسکی مردہ بیوی اور یہ دونوں معہ زر و مال جو کچھ کہ اُن کے قبضہ میں تھا۔ اور دو چار دن کے واسطے روٹی اور پانی بند کیئے گئے۔ جب شاہزادے نے اپنے تئیں اسمیں پایا تو نہایت پریشان ہوا۔ بہت گھبرایا۔ مضطرب ہو کر کہنے لگا الٰہی کس مصیبت میں گرفتار کیا چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ ایک طرف کو کونے میں ایک حسین عورت کو دیکھا۔ ہم جنس کو دیکھکر خوش ہوا۔ اسکے پاس جا کر پوچھنے لگا۔ کہ تم کون ہو اُسنے جواب دیا۔ مصیبت زدہ عورت ہوں۔ جسکی شادی ابھی ہوئی تھی۔ مگر میرا شوہر مر گیا۔ اور مجھے اُسکے ساتھ یہاں بند کر دیا تاکہ شوہر کی رفاقت میں جان دوں ابھی انکی گفتگو ختم نہ ہونے پائی تھی۔ کہ کسی جانور کے آنیکی آہٹ ہوئی۔ ان دونوں نے چونک کر دیکھا۔ کہ خدایا اب کیا بلا آئی۔ معلوم ہوا۔ کہ بھیڑیے نے زمین کے اندر سے سوراخ کر کے گنبد میں آنیکی راہ نکالی ہے۔ اور یہ بھیڑیا آن کر مردے نہ زندے سبکو کھا جایا کرتا ہے شہزادے نے موقعہ پا کر اس جانور کو ہلاک کر دیا۔ اور دلمیں یہ ٹھان لی۔ کہ مریں یا جئیں اس سوراخ سے باہر چلیں۔ الغرض شاہزادہ اس حور جمال پری تمثال عورت کو ساتھ لے سُرنگ کے ذریعہ سے نکل مُنہ اٹھائے سیدھا ہو لیا۔ چلتے چلتے آگے ایک پہاڑ ملا۔ یہ اُسکے دامن میں جا چھپے۔ جب اس ہولناک پہاڑ کی گھاٹیوں میں دل گھبرایا۔ خوف کے مارے جان نکلنے کا اندیشہ ہوا۔ ناچار بادل نزار پہاڑ کے اوپر چڑھنے کی جرأت کی۔ جونہی یہ دونوں آگے بڑھے ایک چشمہ نظر آیا۔ جو بیچ پہاڑ سے جاری تھا۔ قدرت خدا کی کشتی بھی موجود تھی۔ دونوں نے ازراہِ دور اندیشی پہلے پہاڑ کے میوہ دار درختوں سے میوہ چنا اور جیبا دو خوب بھرے۔ تاکہ اگر ساحلِ مراد تک پہنچنے میں زیادہ عرصہ لگے۔ تو فاقہ کشی کی بہت نہ برداشت کرنی پڑے۔ پھر دونوں سوار ہو گئے۔ شہزادہ نے یہ شعر پڑھ کشتی دریا میں چھوڑ دی ؎

احسان ناخدا کے اُٹھائے میری بلا
کشتی خدا پہ چھوڑ دوں لنگر کو توڑ دوں

کشتی بہتے بہتے دوسرے کنارہ تک جا پہنچی۔ یہاں آتے ہی کشتی بھنور میں گِری۔ کچھ زندگی باقی تھی جو خدا خدا کر کے اس گرداب سے نکل۔ دونوں اتر خشکی پر جا بیٹھے۔ بھوک شدت سے لگی ہوئی تھی۔ بے اختیار میوے پر لوٹ کر پڑے۔ جب کھا پی چکے۔ ہوش و حواس درست ہوئے۔ ادھر اُدھر دیکھا بھالا۔ بہت دور ایک بلور کا گنبد نظر پڑا۔ دونوں کے دونوں اس طرف چل دیئے۔ پاس گئے تو دیکھا۔ گنبد قلعہ کے اندر ہے۔ اور قلعہ کا دروازہ بند ہے۔ اور قلعہ کے دروازہ پر یہ لکھا ہوا ہے۔

اے دیکھنے والو اگر تم اس دروازے کو کھولنا چاہتے ہو۔ اور اس طلسم کا معلوم کرنا منظور ہے۔ تو ایک پانچ پاؤں کا جانور لاؤ۔ اور اسے یہاں ذبح کرو۔ اسوقت اس طلسم کی ساری حقیقت تم پر منکشف ہو جائیگی۔ شاہزادہ متحیر تھا۔ کہ پانچ پاؤں کا جانور نہ آجتک دیکھا نہ سُنا۔ لاکر ذبح کرنا تو بات دیگر ہے۔ خیر اسی شش و پنج میں قلعہ کے دروازہ پر بیٹھ گیا۔ وہاں کے کیڑے مکوڑوں نے ستانا شروع کیا چاروں طرف سے پسو لپٹ گئے تمام بدن کاٹتے کاٹتے سُرخ کر دیا۔ جب بدن میں زیادہ خارش ہونے لگی تو شاہزادہ زور سے کھجانے لگا۔ اتفاق سے ایک پسو مر گیا۔ اُسکے مرتے ہی کھٹ سے قلعہ کا دروازہ کھل گیا۔ یہ دونوں قلعہ میں داخل ہوئے۔ دیکھا ایک باغ پُر فضا جسمیں کل جہان کے عُمدہ عمدہ پھل دار درخت جن میں قسم قسم کے پختہ پھل مستانہ وار جھوم رہے تھے۔ پھلوں کو دیکھکر شاہزادے کے منہ میں پانی بھر آیا۔ ان پختہ ثمروں کے کھانے کا شوق بڑھا۔ جلد قریب کے درخت کا پھل توڑ لیا۔ جب کھانا چاہا تو معلوم ہوا۔ کہ وہ میوے نہیں ہیں۔ بلکہ زمرد اور بیش قیمت پتھروں کے بنا کر لگائے گئے ہیں۔

اس باغ کے درخت سونے چاندی کے پتے زمرد نیلم عقیق کے۔ ان درختو کے نیچے جواہر مثل کنکر پتھر کے پڑے ہیں۔ خیر یہ عجایب باغ کی سیر کرتے ہوئے گنبد کے قریب پہنچے۔ بلور کا گنبد۔ چاندی کے دروازے۔ سونے کی سیڑھیاں تھیں۔ دونوں اُسکے اندر داخل ہو گئے۔ اس گنبد کے اندر ایک اور گنبد خالص سونے کا اور سونے کے گنبد کے اندر ایک گنبد صرف لعل بدخشانی بنا ہوا پایا۔ اندر جا کر دیکھا۔ کہ ایک تخت مرصع بچھا ہے۔ اُسپر نہایت ہی جگمگاتا ہوا صندوق دہرا ہے۔ اور اس صندوق پر چھوٹی سی سونے کی تختی جسپر یہ عبارت کندہ ہے رکھی ہوئی ہے۔ کہ اے آدم زاد تو جو مجھکو اس حال میں دیکھ رہا ہے۔ میں ایک بادشاہ تھا۔ اور تمام روئے زمین پر قابض تھا۔ خزانہ میں مال و دولت کا کچھ شمار نہ تھا۔ انسان۔ دیو پریاں۔ جن سب میرے تابع فرمان تھے ایک ہزار برس تک سلطنت کی زندگی میں کبھی موت کا خیال نہ آیا۔ یہ سمجھتا رہا۔ ہمیشہ ایسا ہی رہونگا۔ اس خیال خام سے توشہ آخرت بھی نہ مہیا کیا۔ اچانک بیمار پڑا۔ یہانتک کہ زندگی سے مایوس ہو گیا۔ مجھے یقین ہو گیا۔ کہ اب نہیں بچنے کا۔ تو مینے حکم دیا کہ ایسا باغ اور یہ گنبد تین روز میں تیار کیا جاوے۔ جو کچھ میرے خزانہ میں مال و دولت ہے۔ سب اسی میں صرف ہو۔ اور وصیت کی کہ یہ عبارت لکھکر میری قبر پر رکھدینا۔ جو کہ تو تختی پہ دیکھ رہا ہے۔ اے بندۂ خدا میری قبر کے سرہانے دو نوآرے ہیں۔ ایک شربت کا اور دوسرا دودھ کا۔ اگر خواہش ہو۔ تو پی اور میرے لئے دعائے خیر کر۔ شاہزادے نے شربت اور شیر خوب پیا۔ اور دعا کی۔ الغرض یہ دونوں کئی دن وہاں رہے۔ جب یہاں سے دل سیراب ہو گیا۔ تو لعل و جواہر اپنے ساتھ لیے اپنی کشتی میں جہاں دیئے آئے تھے۔ سوار ہو گئے۔ کچھ دنوں بعد ایک کشتی جزیرے کے کنارے جا لگی یہ دونوں اُتر پڑے۔ خدا کی شان کسی طرف سے اُس جزیرے کے

آدمی آ نکلے۔ یہ عجیب ہیئت کے آدمی تھے۔ جنکے سر ندارد۔ سینہ میں منہ کندھوں پر آنکھیں۔ بولتے تو معلوم ہوتا کہ جانور ہیں۔ شہزادے اور اسکی بیوی کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے گئے۔ بادشاہ نے اُسے قید کر دیا۔ خدا خدا کر کے وہاں سے نکلا۔ تو اور جگہ پکڑا گیا۔ القصہ شاہزادہ تیس برس تک ایسے ہی آوارہ و سرگردان پھرتا رہا۔ بڑی بڑی مصیبتیں جھیلیں مشقتیں اٹھائیں اسکے بعد اسکی گردش کا زمانہ ختم ہوا اور مقدر بر سر یاوری آیا۔ تو ایسا اُسی خراب و خستہ حال سے ایک شہر میں پہنچا۔ لوگوں نے جاسوس سمجھکر گرفتار کر بادشاہ کے پاس پہنچایا۔ بادشاہ نے صورت سے معلوم کیا۔ کہ یہ کوئی خاندانی آدمی ہے۔ مگر زمانے نے اسکا بُرا حال کر رکھا ہے۔ مہربانی سے پوچھا۔ کیا حال ہے۔ کس رنگ میں ہو۔ شاہزادے نے اول سے آخر تک غربت کی صعوبت مو بمو بیان کی بادشاہ نے اسیوقت خلعت عطا کیا۔ اور عمدہ مکان رہنے کیواسطے بتا دیا۔ ایک دن بادشاہ شاہزادے سے کہنے لگا۔ میں تمہیں پہلے سے جانتا ہوں۔ تمہارے بیان کرنے سے پہلے مجھے معلوم ہو چکا تھا۔ کہ فرنگ کے لوگ تمہیں پکڑ کر لے گئے تھے۔ واقعی فلاں سلطنت کے شاہزادے ہو۔ میرے ایک دختر ہے اس کے ساتھ تمہاری شادی کئے دیتا ہوں۔ یہیں رہو۔ آرام سے عمر بسر کرو الغرض بساعت سعید شاہزادے کی شادی بادشاہ نے شاہزادی سے کر دی۔ کچھ عرصہ کے بعد بادشاہ مر گیا۔ یہی شاہزادہ وارث تخت و تاج ہوا۔ تھوڑے دنوں بعد ایک فرنگ سوداگر بادشاہ کو کچھ تحفہ تحائف پیش کرنے آیا۔ اُسکے ساتھ دو لڑکے دیکھے بادشاہ نے پہچان لیا۔ کہ [illegible] بیٹے ہیں۔ جو کافروں نے چھڑا لئے تھے۔ اس خیال کو دل ہی میں رکھا اور سوداگر سے دریافت کیا کہ لڑکے کون ہیں۔ اسنے کہا میرے غلام ہیں۔ بادشاہ نے کہا انکو ہمیں دے اور قیمت لے۔ سوداگر نے بیچ دیئے

بادشاہ نے دونوں لڑکوں کو علیحدہ لیجا کر دریافت کیا کہ تم اسکے غلام کیسے بنے۔ لڑکوں نے تمام سرگذشت ماں باپ کے قید ہونے اور غلام بناکر بیچے جانے کی سُنائی۔ بادشاہ نے گلے لگالیا۔ کہا کہ میں ہی وہ کمبخت باپ ہوں جو تم سے جُدا کردیا گیا تھا۔ پھر باہر آکر بادشاہ نے سوداگر کو سخت عذاب کے ساتھ مروا ڈالا۔

وزیر یہاں تک داستان بیان کرکے کہنے لگا۔ حضور دنیا میں شادی و غم دونوں ہیں۔ ؎

خدا دیتا ہے جنکو عیش اُنکو غم بھی ہوتے ہیں
جہاں بجتے ہیں نقارے وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں

اس داستان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بڑے آدمیوں پر مصیبتیں بھی ٹوٹی آتی ہیں۔ کبھی کبھی سب عیش و آرام خاک میں مل جاتا ہے اور وہ وہ آفتیں سہنی پڑتی ہیں۔ کہ جیسے سُنکر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ دوست دشمن بنجاتے ہیں۔ غرضیکہ زمانے کے ہاتھوں خوب تنگ ہوتے ہیں۔ ایسی ہی شاہزادے کا ستارہ برج نحوست میں آکر موجب ادبار ہو رہا ہے خدا کے لیے شاہزادے کے قتل کا خیال دل سے نکال دیجئے آیندہ آپکو اختیار ہے۔ ع

جو بات تھی صلاح کی سو ہم نے دی بتا۔

جب بادشاہ نے یہ داستان سُنی۔ تو اتالیق کو [illegible] کیا لیکن اسکا کہیں پتہ نہ ملا۔ پھر شاہزادہ کو قیدخانہ میں بھیجدیا۔ اور خود شکار کو چلا گیا۔ پھر جسوقت رات کو ملکہ سے ملاقی ہوا۔ اور شاہزادہ کا تذکرہ چھڑا۔ تو بادشاہ نے وزیر کی داستان سُنائی کہ اس وجہ سے قتل کرنے سے باز رہا۔ ملکہ ہنسنے لگی۔ وزیروں کی یہ صلاح ہے۔ کہ کسی طرح میرے اور تیرے درمیان دشمنی ہوجائے۔ جو انہیں بدی کرنیکا موقع ہاتھ آسکے۔ اُن کے بہکانے میں نہ آنا اتفاق عجب چیز ہے میاں بیوی میں اگر اتفاق نہ ہو۔ تو زندگی حرام [illegible]

کا مزہ کرکرا اور تمام لطف پھیکا ہے۔ ملکہ نے کہا ایک بات ہے۔ مگر کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ بادشاہ نے کہا ہم سے کیا شرم بلا تکلف کہہ دو۔ ملکہ جھجکا دبی آواز میں بولی۔ ہفتہ گذشتہ سے مجھے قرار حمل کے آثار معلوم ہوتے ہیں۔ بادشاہ خوش ہوا۔ اور اسے چھاتی سے لگا لیا۔ ملکہ پیار میں آ کہنے لگی۔ آپ نے وہ داستان نہیں سنی۔ بادشاہ بولا۔ کونسی۔ ملکہ بولی ایک بادشاہ تھا۔ اُسکے اولاد نہ تھی۔ بادشاہ نے کہا۔ سناؤ۔ ملکہ بیان کرنے لگی۔

ملکہ کی تیرھویں داستان

کسی زمانہ میں ایک نہایت زبردست بادشاہ تھا مگر قدرت خدا سے اولاد نہ تھی۔ اس باعث نہایت مغموم رہتا تھا۔ ایک دن بادشاہ کسی درویش کامل کے پاس گیا۔ اور بعد ذکر اذکار کے اثنائے گفتگو میں کہا۔ اے ولی کامل میں نعمت اولاد سے محروم ہوں۔ آپ میرے لئے دعا کریں۔ کہ خدا مجھے ایک فرزند نرینہ عطا کرے۔ شیخ نے جواب دیا۔ خدا کی راہ میں جو چیز محبوب ہو وہ صدقہ کرو۔ فقیروں کو دو۔ بچہ ہم بھی تیرے لئے دعا کرینگے۔ خدا عزوجل بڑا مہربان ہے وہ اپنی بخشش سے لڑکا دیگا۔

بادشاہ یہ سنکر چلا آیا۔ اور ایک مینڈھا جو کہ اسے بہت پیارا تھا۔ اور بڑا خوبصورت تھا۔ اس مینڈھے کے سینگوں پر سونے کا خول چڑھا ہوا تھا بادشاہ نے درویش کی خدمت میں بھیجا۔ اور کہا کہ اُسے قبول کیجئے فقیر نے خدا کی راہ پر ذبح کر سب درویشوں کو بانٹ دیا۔ اور کچھ تھوڑا سا اپنے ہاتھ سے پکا بادشاہ کو ایک مٹی کے پیالہ میں بھیجا اور کہلا بھیجا کہ اگر تم فرزند چاہتے ہو۔ یہ تبرک کھاؤ۔ اس کے بعد درویش نے خدا لڑکا ہونیکے واسطے دعا کی وہ مقبول ہوئی۔

اسی رات ملکہ کو حمل رہ گیا۔ مدت معینہ کے بعد چاند سا لڑکا پیدا ہوا۔ بادشاہ خوش ہو کر خوب خیرات بانٹی اور شاہزادے کو لیجا فقیر کی گود میں ڈال دیا۔ اور کہا کہ یہ آپ کا ہی طفیل ہے۔ اور فقیر کو بہت سے تحفہ بطور نذرانہ کے دیئے کچھ مدت بعد پھر بادشاہ درویش کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ ایک فرزند کی اور آرزو ہے۔ دعا کیجئے۔ خدا عطا کرے۔ درویش نے جواب دیا بابا خدا کی عنایات بیشمار ہیں ہمارا کام دعا کرنیکا ہے۔ بیٹا دینا خدا کا کام ہے۔ دوبارہ درویشوں کو صدقہ بھیجو۔ اس بار بادشاہ نے ایک نہایت نفیس سبک رو خوش خرام گھوڑا خدا کی راہ پر درویشوں کو دیا۔ اُنہوں نے اسے بھی حلال کر کھانا پکا کچھ آپ کھایا اور تھوڑا بادشاہ کو بھیجدیا۔ اور بادشاہ کے واسطے خدا سے فرزند نرینہ کی دعا کی خدا کی رحمت سے ملکہ کو حمل قرار پایا۔ اور ایام تقرریہ پر نہایت پاک صورت لڑکا پیدا ہوا۔ بادشاہ نے بڑی خوشی کی اور خزانے لٹا کے درویشوں کو مالا مال کر دیا۔ بعد ازاں بادشاہ پھر درویش کے پاس گیا۔ اور ملتجی ہوا کہ اے خداوند کے مقبول بندے اللہ سے میری لئے ایک اور بیٹے کی دعا کر۔ شیخ نے کہا دعا مانگنا ہمارا کام ہے دینا خدا کا کام ہے زاہدوں کے پاس صدقہ بھیجو۔ اب کی بار بادشاہ نے ایک بڑا عمدہ خچر خانقاہ میں درویشوں کے واسطے بھیجا۔ زاہدوں نے اُسے فروخت کر دیا اور اُس کی قیمت کی مٹھائی منگا کر کھائی۔ کچھ بچی کھچی بادشاہ کو بھی بھیجدی ا [illegible] شاہ کے حق میں دعا کی خدا کی شان پھر ملکہ حاملہ ہو گئی۔ اور خوبصورت شہزادہ پیدا ہوا۔ بادشاہ نہایت خوش ہوا۔ درویشوں کی خوب خاطر کی۔ جب یہ تینوں بڑے ہو گئے۔ تو بڑا بیٹا بہادر۔ جوانمرد۔ شیر دل ہوا۔ اور دوسرا عقلمند۔ ذہین کی [illegible] اور چھوٹا۔ احمق۔ بیوقوف۔ جاہل۔ منحوس۔ بدمزاج۔ لوگوں پر ظلم کرے۔ خدا کی مخلوق کو ستاتا۔ بادشاہ کو اسکی حرکتوں سے سخت ملال ہوتا۔ اور اسکے بیہودہ پن سے مغموم رہتا۔ ایکدن پھر بادشاہ درویش کی خدمت میں

گیا۔ اور چھوٹے بیٹے کی طرف سے ملال ظاہر کیا۔ اور افسوس کرکے کہنے لگا۔ کاشکے ہم چھوٹے بیٹے کیواسطے دعا نہ کرتے۔ اس سے تو پیدا نہ ہونا اچھا تھا۔ فقیر نے کہا بابا کیوں غمگین ہوتا ہے۔ کیا تو نے نہیں سُنا ؎

گندم از گندم بروید جوز جو
از مکافات عمل غافل مشو

تو ہی اسکی نالائقی کا باعث ہوا۔ اور پچھتاتا گیا۔ بادشاہ نے کہا فرمائیے مجھسے کیا خطا ہوئی۔ اور کیا اسکا باعث ہوا۔ آخر اور بھی تو دو بیٹے ہیں۔ اُن میں تو کوئی ایسی حرکت نہیں۔ جیسی چھوٹے میں ہے۔ شیخ نے کہا۔ تم نے پہلے خدا کے نام پر مینڈھا دیا۔ اللہ نے انہیں صفات کا بیٹا تمہیں بخشا۔ تم دیکھ لو کہ بڑا شاہزادہ بہادر اور مرد میدان ہے۔ پھر تم نے چالاک اسپ خدا کی راہ میں دیا۔ اللہ نے ویسا ہی منجھلا بیٹا عقل و ذکاوت فہم و فراست اور شان و شوکت میں یکتا عطا کیا۔ پھر تم نے گدھا خدا کے نام پر دیا۔ خدا نے بھی خر مطلق عطا کیا۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ کہ بوئے جو اور کاٹے گیہوں۔ خیر بادشاہ شرمندہ ہوکر درویش کے پاس سے چلا آیا۔ اور اسکی حرکات کم عقل سے ناراض ہوکر شہر بدر کر دیا۔ اے بادشاہ یہ حکایت اسلیے سنائی تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس کمینہ گدھے۔ احمق بیوقوف شاہزادہ سے کبھی فلاح کی امید نکریے۔ ۔ طے کہ رذیل دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ جو ولد الزنا ہیں۔ اور دوسرے وہ کہ حرام کا لقمہ کھاتے ہیں۔ ماشاء اللہ شاہزادہ میں یہ دونوں صفتیں موجود ہیں۔ دیکھ خدا نے چاہا۔ تو یہ شاہزادہ جو تیرے لشکر میں ہے۔ کیسا شریف اور اصیل ہوگا۔ جب ملکہ سے بادشاہ نے یہ حکایت سن لی۔ تو کہا کل ضرور قتل کرا دونگا۔ اور آرامگاہ میں جا لیٹا۔ جب صبح ہوئی۔ شہنشاہ مشرق کے جلوہ گر ہوتے ہی بادشاہ تخت پر گیا۔ اور جلاد کو بلا حکم دیا۔ کہ شاہزادہ کی گردن مار دی جائے

چودھواں وزیر آگے آیا۔ زمین خدمت کو چوم کر کہنے لگا۔ اے شاہ زماں عورتوں کے مکر سے فرشتہ تک نہ بچ سکے۔ تو آپ تو انسان خاک کے پتلے ہیں۔ ہاروت اور ماروت کا قصہ تمہیں نہیں معلوم ہے۔ میں عرض کرتا ہوں۔ سنئیے۔ وزیر بیان کرنے لگا۔

چودھویں وزیر کی داستان

کہتے ہیں کہ جب اللہ جل شانہٗ نے فرشتوں سے کہا۔ کہ میں زمین پر اپنا ایک خلیفہ بنانا چاہتا ہوں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ اے خداوند تو خلیفہ بنائیگا۔ اور وہ سرزمین پر بدکاریاں کرینگے۔ خون بہائینگے۔ اور ہم ہر وقت تیری حمد وثنا کرتے ہیں۔ تسبیح تحلیل میں مشغول رہتے ہیں۔ بارگاہ خداوندی سے جواب ملا۔ جو کچھ میں جانتا ہوں۔ تم نہیں جانتے۔ پھر خداوند کریم آدم علیہ السلام کو عدم سے وجود میں لائے۔ اب آدم علیہ السلام کے اولاد ہوئی۔ بیٹے بڑھ رہے۔ انہوں نے بدکاریاں کیں اور خون بہائے جب فرشتوں نے کہا۔ یا رب العلمین تو نے آدم کو پیدا کیا ہے اسکے بیٹے بدکاریاں کرتے ہیں۔ اور خون بہاتے ہیں۔ اللہ جل شانہٗ نے ارشاد فرمایا۔ اے میرے فرشتو اگر میں تمکو عشق اور قوت شہوانی دیتا۔ جو میں نے ان کو دیا ہے۔ تو تم بھی سب بدکاریاں کرتے عورتوں سے نہ بچ سکتے اور ایک بھی بڑا کام نہ چھوڑتے۔ جب تک کر نہ لیتے۔ فرشتوں نے عرض کیا ہم خدا کی تسبیح پڑھنے والے ہیں۔ بھلا یہ کب ممکن ہے۔ کہ ہم آدم کی اولاد کی طرح برے کام کریں حکم ہوا کہ تم میں سے کون بہت بڑا متقی عابد زاہد ہے۔ تاکہ اسکو بھی نفس اور جذبات دوں۔ جیسا کہ میں نے آدم کو دیئے

ہیں۔ اور انکو نیچے زمین پر بھیجوں۔ پھر دیکھنا ہے۔ کہ وہ کیا کریگا۔ اور کیا نہ کریگا۔ سب فرشتوں نے ہاروت و ماروت کو منتخب کیا۔ خدا نے ان دونوں کو نفس جیسا کہ انسان کو دیا ہے۔ عطا کر کے زمین پر بھیجا۔ جب یہ فرشتے زمین پر آئے۔ تو یہ ایک مکان میں جاکر مہمان ہوئے۔ اُس مکان میں جو عورت رہتی تھی۔ وہ بڑی خوبصورت تمام جہان کی محبوبہ تھی۔ الغرض یہ دونوں کچھ عرصہ میں اُسپر فریفتہ ہو گئے۔ سب طعن و تشنیع جو آدم کی اولاد پر کیا کرتے تھے۔ بھول گئے۔ یہ عورت بھی اُنپر مائل ہو گئی۔ اور اُنسے محبت کرنے لگی۔ یہاں تک ربط بڑھا کہ اُس عورت سے ہاروت ماروت نے صحبت کرنی چاہی۔ عورت نے کہا۔ ایک شرط پر تمہاری مراد بر آسکتی ہے۔ اگر تم یہ بات کرنا چاہتے ہو۔ تو میں راضی ہوں مگر شراب لے آؤ۔ تاکہ پی کر لطف اُٹھائیں۔ اُنہوں نے کہا شراب کیا چیز ہے۔ ہم نہیں جانتے۔ وہ عورت خود اُٹھی اور جاکر شراب لے آئی۔ اور شراب کے جام بھر بھر کر اُن کو پلانے لگی۔ یہ بے تکلف پی گئے۔ سچ ہے۔ ع

گر یار مے پلائے تو پھر کیوں نہ پیجیے

دو چار ہی جام شراب دو آتشہ کے حلق سے اُترے ہونگے۔ کہ مدہوش ہو گئے۔ اب شہوت کا غلبہ ہوا۔ اور انہوں نے اُس عورت تک ہاتھ بڑھایا عورت نے کہا۔ میرا خاوند اگر یہاں آجاویگا۔ اور تم کو دیکھ پاویگا۔ تو مجھکو اور تم کو قتل کئے بغیر نہ چھوڑیگا۔ انہوں نے دریافت کیا کہ خاوند کسے کہتے ہیں اور خاوند کیا شے ہوتا ہے۔ عورت نے کہا وہ دیکھو آرہا ہے۔ جونہی یہاں آئے اُسے قتل کر ڈالنا۔ پھر بلا خدشہ لطف صحبت اُٹھانا۔ ان دونوں نے اس بات کو منظور کر لیا۔ جب عورت کا خاوند گھر آیا۔ دونوں نے حملہ کر کے قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اور فرشتوں کو خطاب کر کے کہا۔ کہ کیا تم نے جنس دو بد فرشتوں کو دیکھ لیا۔ کہ کس طرح اُنہوں نے زنا کیا۔ اور ہمارا

پھر بھی خوف نہ کیا۔ شراب پی۔ خون بہایا۔ زنا کیا۔ فرشتے شرمندہ ہوئے اور سب نے سر جھکا کر عرض کیا کہ اے خداوند تعالےٰ تو ہی خوب جانتا ہے جو کچھ تو جانتا ہے ہم ہرگز نہیں جانتے۔ پھر خدا نے اس عورت کو آسمان پہ ایک ستارہ بنا دیا۔ اور اس ستارے کا نام زہرہ ہے۔ یہ وہی عورت ہے پھر اللہ نے ہاروت و ماروت سے کہا۔ کہ تمہیں اختیار ہے۔ کہ خواہ دنیا میں عذاب قبول کر دیا۔ آخرت میں۔ انہوں نے عرض کیا۔ کہ اے خداوند ہم دنیا میں عذاب چاہتے ہیں۔ آخرت کے عذاب سے معاف رکھ کیونکہ یہ دنیا تو فانی ہے۔ اور قیامت کا عذاب ہمیشہ رہنے والا ہے اللہ نے حکم دیا کہ جب شام کی نماز ہو چکے۔ تو ان فرشتوں کو بابل کے کوئیں میں اُلٹا لٹکا دینا۔ اور یہ فرشتے قیامت تک اسی عذاب میں گرفتار رہینگے۔ یہ عذاب اُنپر [illegible] ایک عورت کی وجہ سے نازل ہوا۔ اے بادشاہ میں نے یہ کہانی اس لئے سنائی تاکہ حضور کو معلوم ہو۔ کہ فرشتہ بھی عورتوں کے مکر سے نہیں بچ سکے۔ پھر انسان کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ پس شاہزادے کو قتل نہ کیا جائے۔ جب بادشاہ نے یہ کہانی سُنی۔ تو بہت موثر ہوا اور شاہزادہ کو قید خانہ بھیجکر خود شکار کو چلا گیا۔ دن تمام ہوا۔ وقت شام ہوا۔ بادشاہ محل میں آیا۔ ملکہ کے پاس بیٹھ گیا۔ ملکہ نے پوچھا۔ لڑکا قتل ہوا۔ بادشاہ نے مفصل حال وزیر کی سفارش کا بیان کر دیا۔ ملکہ بولی آج میں نے اس بچہ کا جو میرے شکم میں ہے زائچہ بنوایا تھا۔ نجومیوں نے ہر طرح زائچہ دیکھا بھالا۔ اور کہا کہ یہ بچہ بڑا خوش نصیب ہوگا۔ مگر بڑا شاہزادہ اسکا دشمن ہوگا۔ لہذا اُسے جلدی قتل کر دو۔ غفلت نہ کرو۔ پھر ملکہ یہ داستان بیان کرنے لگی۔

ملکہ کی چودھویں داستان

کئی ایک افیونی چنڈوی راستہ میں جا رہے تھے۔ انہیں ایک روپیہ پڑا پایا۔ سب نے صلاح کی کہ آؤ۔ نانبائی کے پاس چلکر روٹی کھائیں یہ مشورہ کرکے نانبائی کی دوکان پر پہنچے۔ نانبائی کو روپیہ حوالہ کر کہا۔ کہ بڑے میاں اسکی روٹیاں دو۔ نانبائی نے ہر قسم کے کھانے اتار نوکر کے سر پر رکھ انکے ساتھ کیا کہ جا۔ جہاں یہ لیجائیں۔ کھانا پہنچا آ۔ غرضیکہ نوکر سر پر خوان دھر کے افیونیوں کے ساتھ ہو لیا۔ یہ چلتے چلتے شہر کے باہر کسی پھوٹی ٹوٹی خانقاہ میں جا کھڑے ہوئے۔ خدمتگار کھانا رکھکر چلا آیا۔ افیونی باتونی سب مل کر کھانا کھانے لگے۔ ایک کی جو نظر دروازے پر پڑی بے تحاشہ چلا کر کہا۔ دروازہ کھلا ہے۔ کوئی جائے اسکو بند کر آئے۔ ورنہ اور افیونی آکر ضرور دق کرینگے۔ ناکس درست ہونگے۔ مگر دشمنوں بڑے مشکل کام کرینگے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ تم جاؤ۔ دروازہ بند کر آؤ۔ اُسنے کہا کیا میں غلام ہوں جو دروازہ بند کرنے جاؤں۔ اُسنے اس سے کہا۔ تو جا۔ اُسنے اُس سے کہا تو جا۔ غرضیکہ ایسی ہی تو تو میں میں بات بڑھ گئی۔ اور آپس میں لپا ڈگی ہو گئی۔ وہ اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا۔ [illegible] پر ایک نے نوچا۔ ایک گھسوٹا۔ سالن کے برتن زمین پر لڑھکنے لگے۔ الغرض وہ ادھم مچایا کہ خواب عدم کے سونے والوں کو جگا دیا۔ ایک جو ان میں کچھ سلیم الطبع سے تھے۔ سمجھا کر بڑے سلیقہ سے بولے میاں بھائی کس بات پر لڑائی ہے۔ صرف ایک بولنے پر جو کہ دروازہ بند کرنے کے لئے کہا تھا۔ اس سے تمہاری رائے عالی میں یہ بات آئی ہے۔ اور اس کا نتیجہ مفقود ہے۔ میری تجویز یوں ہے کہ اب جو بولے وہی کواڑ بند کرنے جائے۔ اس تجویز کی سب نے داد دی

اور قبول کر لی۔ اب سب کے سب کھانا چھوڑ چھاڑ خاموش و دم بخود دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھانپے علیحدہ علیحدہ جا بیٹھے۔ تنہا خوروں کو شگون سوزی کو حکم کتوں کے مقرر رہنے جو یاوری کی۔ تو ایک کتیا کے پیچھے دس دس پندرہ کتے لگ پڑے۔ ایک کتیا اور اتنے کتے۔ کس کس کی خواہش کو پورا کرے بیچاری دُم دبائے جان بچانے کی غرض سے ادھر ادھر ہو لئے پھرتی تھی یہ سمجھتی تھی۔ جو گھڑی ٹلے وہی غنیمت ہے۔ خانقاہ کی طرف کو منہ اُٹھا جا کے پناہ لینے کو یہاں گھس آئی ساتھ ہی کتوں کا غول آن دھمکا۔ جہاں کھانا چھوڑا دیکھا۔ تو سب کے سب کتیا کو چھوڑ چھاڑ دیوانہ وار کھانے پر ٹوٹ پڑے اب افیونی ہیں کہ خاموش نہ انہیں مارتے اور نہ نکالتے ہیں چپ چاپ بیٹھے بیٹھے تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ بولتے کیوں۔ کہ اگر بولتے تو ایک مصیبت بھگتنی پڑتی کیونکہ پہلے شرط ہو گئی تھی۔ جو اب سے بولے وہی دروازہ بند کرنے جائے الغرض یہ بت بنے بیٹھے رہے۔ ان میں سے ایک نہ بولا۔ کتوں نے آن کی آن میں میدان صاف کر دیا۔ نام کو ایک دانہ نہ چھوڑا۔ ایک کتا جو زیادہ حریص تھا۔ کھانا ختم ہوتا دیکھ کر اول تو دو ایک کتوں سے لڑا۔ کسی کو بھنبھوڑا کسی کو جھنجھوڑا۔ آخر کار لڑتے لڑتے ایک افیونی کے اوپر دوڑ کر جا پڑے مگر وہ بندۂ خدا اس پر بھی چپ رہا۔ اس بدتمیز افیونی نے کھانا کچھ اس انداز سے کھایا تھا۔ کہ تمام منہ سنا ہوا تھا۔ داڑھی بھی لتھڑ رہی تھی۔ حریص کتے نے جو منہ دیکھا۔ تو اس پر کھانے کے ریزے نظر پڑے آنکر چاٹنے لگا پھر بھی بہادر افیونی چپ ہی رہا کتے پہ جو اشتہا غالب ہوئی اور کچھ وحشت اُٹھی۔ گال میں بڑے زور سے منہ مارا۔ اور چھلا اتار لیا۔ اس پر بھی افیونی صاحب نے زبان نہ ہلائی۔ اس خوف سے کہ ایسا نہ ہو مجھے کواڑ بند کرنے جانا پڑے۔ لیکن دل ہی دل میں کتے کو گالیاں دے رہے تھے کتے نے اُسے نہ چھوڑ دوسرے گال پہ منہ مارا۔ ناچار کلمۂ آف زبان سے نکلا

ہی تھا کہ دوسرا افیونی چلایا۔ کھٹوسیاں صاحب دروازہ بند کرو۔ اسنے کہا یارو اب کسواسطے کواڑ بند کرتے ہو۔ وہ رونق ہی اٹھ گئی۔ جسکے واسطے یہ جلسہ ہوا تھا۔ نہ روٹی رہی نہ سالن۔ نقصان ہونے پر حفاظت اب کس کام۔ بڑی ہمت کو دیکھو۔ کہ میںنے کیسی بہادری کی۔ دونوں کتے نابود ہو گئے اور اتفاق کی نااتفاقی کا یہ نتیجہ ہوا۔ کسی نے سکھ چین سے نہ کھایا۔ مال گیا۔ دکھ سہنا پڑا اسو علیحدہ افیونی بیان سے سب اپنے اپنے گھر چلے گئے۔

اسنے بادشاہ سے یہ داستان اسلئے سنائی۔ کہ بادشاہ ان افیونیوں کی طرح نہ پچھتائے۔ جب بادشاہ نے ملکہ کی زبانی یہ داستان سنی مصمم ارادہ کر لیا۔ کہ کل کو ضرور قتل کرادونگا۔

دوسرے روز حسب معمول تخت پر بیٹھکر شاہزادے کے قتل کا حکم دیا۔ اتنے میں پندرھواں وزیر آگے آکر کہنے لگا۔

پندرھویں وزیر کی داستان

کسی بادشاہ کے ایک ہی بیٹا تھا۔ بادشاہ شاہزادے سے بہت محبت کرتا تھا۔ اتفاقاً شاہزادہ مرض سوز دل میں مبتلا ہوا۔ ہرچند علاج کیا گیا۔ مگر کچھ آرام نہ ہوا۔ جب کبھی شاہزادہ تکلیف کے باعث کہتا۔ ہائے دل جلا تو بادشاہ رو کر کہتا۔ تیرے دل سے میرا دل زیادہ دکھتا ہے۔ الغرض شاہزادہ اسی مرض میں مر گیا۔ بادشاہ کو سخت رنج ہوا۔ بادشاہ نے حکیموں کو بلا کر کہا کہ دریافت کرو کیا مرض تھا۔ طبیبوں نے سینہ چاک کیا۔ اور دل کو نکال کر دیکھا کہ ایک ہڈی دل میں پیدا ہو گئی۔ جسکے باعث تکلیف تھی۔ بادشاہ نے اس ہڈی کو یادگار نشان کے لیے اپنے چاقو کا ایک دستہ

بنوالیا۔ ایک روز بادشاہ تربوز کھا رہا تھا۔ اور وہی دل کی ہڈی کے دستہ کا چاقو استعمال کر رہا تھا۔ بادشاہ چاقو کو تربوز میں گاڑ کر شطرنج کھیلنے لگا۔ کچھ دیر بعد دیکھا تو ہڈی کا دستہ تمام پگھل گیا۔ تب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ اس مرض کا علاج تربوز تھا۔ اگر یہ کھلایا جاتا۔ تو یقیناً آرام ہو جاتا۔ اے بادشاہ میں نے یہ حکایت اسلیئے سنائی۔ یہ مرض زیادہ رنج و غم سے پیدا ہوتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آپکو شہزادے کے قتل کرنے کے بعد رنج ہو۔ اور سوز دل میں مبتلا ہو جاؤ۔ اس حکایت کے ختم ہوتے ہی بادشاہ شکار کو چلا گیا اور شاہزادہ قید خانہ میں یہ دن بھی گذرا جب رات کو بادشاہ ملکہ کے پاس گیا۔ ملکہ نے دریافت کیا۔ کہ شہزادہ قتل ہوا۔ بادشاہ نے کہا فلاں وزیر کے کہنے سے ابھی قتل سے باز رہا۔ اور قید خانہ میں بھیج دیا۔ شہزادی بولی شہزادہ نہیں اژدھا ہے جبتک اسکو قتل نہ کروا لے۔ اپنی بہتری مت سمجھنا۔ اور اسکا قصہ ہوبہو ایسا ہے جیسا حکیم اور بادشاہ کی داستان کے طور سے ہے۔ جبتک اپنے بیٹے کو دیکھ نہ پایا چین نہ آیا۔ ملکہ بیان کرنے لگی۔

ملکہ کی پندرہویں داستان

حکیم لقمانؑ کے زمانہ میں جو بادشاہ تھا۔ حکیم کی شہرت سے ناراض ہو کر اسکو ایک پہاڑ کے تنگ و تاریک غار میں قید کر دیا۔ اور حکم دیا کہ کوئی کھانا وغیرہ نہ پہنچائے لقمانؑ کے پاس ایک اخروٹ کی برابر گولی تھی اس میں یہ تاثیر تھی۔ کہ اُسکے سونگھنے سے بھوک پیاس نہ لگتی تھی جب بھوک پیاس کی خواہش ہوتی۔ لقمانؑ اسے سونگھ لیتا۔ مدت تک اسیطرح

غار میں رہا۔ اس اثناء میں وہ بادشاہ جسنے کہ اُسے قید کیا تھا مر گیا اور اسکا بیٹا تخت نشین ہوا۔ اتفاق سے یہ بادشاہ بھی بیمار ہوگیا حکیموں نے بڑی کوشش سے علاج کیا۔ لیکن ذرا بھی فایدہ نہ ہوا۔ روز بروز بیماری بڑھتی جاتی تھی۔ وزیروں نے کہا اگر لقمان ہوتا۔ تو اسکے علاج سے ضرور صحت ہوتی۔ بادشاہ نے کہا لقمانؑ کہاں ہے۔ وزیروں نے جواب دیا۔ کہ حضور آپکے والد مرحوم نے مدت ہوئی۔ کہ ایک غار میں قید کر دیا تھا نہ معلوم اب زندہ ہے یا مر گیا۔ بادشاہ نے اسیوقت آدمی دوڑائے کہ جاؤ اس غار میں دیکھو۔ اگر حکیم زندہ ہو۔ تو لے آؤ۔ آدمی دوڑے آئے غار کے منہ سے پتھر ہٹا کے دیکھا۔ تو لقمانؑ زندہ تھا۔ ان آدمیوں نے کہا کہ چلئے بادشاہ نے طلب کیا ہے لقمان ساتھ ساتھ ہو لیا۔ اور آکر بادشاہ کی حالت دیکھی تو بہت بری پائی۔ بادشاہ نے لقمان سے کہا۔ میں زندگی سے مایوس ہو چکا ہوں اگر آپکی رائے میں کوئی علاج میرے مفید ہو۔ تو کیجئے۔ حکیم نے سوچ کر کہا کہ آپ کا کوئی لڑکا بھی ہے۔ بادشاہ نے کہا ہاں۔ ایک ہے۔ لقمان نے کہا۔ تو آپ اس کا گلا کاٹ کر بدن سے خون ملیں۔ تو آرام ہو جائے۔ بادشاہ نے نہایت غمگین ہوکر جواب دیا۔ میں اپنا مرنا قبول کرونگا۔ مگر یہ علاج نہ کرونگا۔ لقمانؑ نے کہا یہ آپ کو اختیار ہے۔ کریں یا نہ کریں۔ جو کچھ سوچ تھا وہ میں نے بتلا دیا۔ جب بادشاہ کو اور زیادہ تکلیف ہوئی۔ تو پھر ایک دفعہ لقمانؑ کو بلا کر معالجہ کرنے کی درخواست کی۔ اُسنے جو کچھ کہ پہلے کہا تھا۔ وہی پھر کہدیا۔ اور سمجھایا کہ اگر آپ کی جان سلامت ہے تو بیٹے خدا اور دیگا۔ جب جی نہیں۔ تو جہان نہیں پھر اسمیں کیا بیٹے اور کیا بیٹی۔ آخر کار ناچار جب کوئی صورت صحت کی نہ پائی۔ بادشاہ نے منظور کیا۔ کہ خیر ایسا کیا جاوے مگر میں اپنے

سامنے گلا نہیں کاٹنے دونگا۔ میری نظروں سے پوشیدہ ہو۔ لقمان نے کہا نہیں۔ سامنے ہی کاٹا جائیگا۔ بادشاہ نے جان کو عزیز سمجھکر اُسکو بھی منظور کر لیا۔ لقمان نے لڑکے کو بادشاہ کے سامنے لٹا اور ہاتھ میں چاقو لے سینہ پر گھٹنا ٹیک دیا۔ اور بادشاہ سے کہا دیکھو یہ کہکر گلے پر چھری پھیر دی۔ جیسا خون کی پھوار بادشاہ کے جسم پر جا کر پڑی۔ تو آہ سرد مُنہ سے نکلی۔ حکیم نے کہا اب آپ اچھے ہوگئے۔ شہزادہ ابھی مرا نہیں تھا۔ کہ حکیم زمین سے اُٹھا اور گلے میں ایسی دوا لگا دی۔ کہ لڑکا ویسے کا ہی ہوگیا اور بادشاہ تندرست ہوگیا۔ بعد کو لقمان نے کہا۔ اے بادشاہ یہ حکمت عملی میں نے بیماری کے دفع کرنے کو کی تھی۔ بادشاہ بہت خوش ہوا۔ نہایت انعام و اکرام دیا۔ ملکہ نے کہا یہ داستان تم اسلئے سناتے ہو کہ جبتک یہ شہزادہ قتل نہ ہوگا بادشاہ کو چین نصیب نہ ہوگا۔ اس داستان کو سنکر بادشاہ کو نہایت غصہ آیا۔ بہت ہی آگ بگولا ہوگیا۔ ملکہ سے سونے کے وقت وعدہ کیا کہ صبح ضرور شہزادہ قتل کرایا جائیگا۔ جب آفتاب مشرق سے اپنا نورانی چہرہ [illegible] بادشاہ تخت پر آیا۔ شاہزادے کو بلا کر جلاد کو حکم دیا کہ اس شہزادہ [illegible] کر دے۔ یہ سنتے ہی سولھواں وزیر آگے آیا۔ اور ہاتھ باندھکر عرض کرنے لگا۔ شاید جہاں پناہ ایک درویش اور بادشاہ کی کہانی نہیں سُنی۔ بادشاہ نے کہا بیان کرو۔ وزیر [illegible] بیان کرنے لگا

سولھویں وزیر کی داستان

دنیا کے کسی ملک میں ایک بادشاہ ضیاء الدین نامی تھا۔ ایک روز کوئی درویش اُسکی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بڑی خوبی اور متانت و تمیز

سے گفتگو کرتا رہا۔ بادشاہ نے کہا "اے درویش۔ تم یہاں سے نہ جاؤ تو ہم شام تک مل کر بسر کریں" درویش اسکو دعا دے کر کہنے لگا بسر و چشم۔ اس وقت بہت سردی کا موسم تھا۔ بادشاہ درویش کو اپنے محل میں لے گیا اور وہ دونوں بیٹھ گئے۔ بادشاہ نے حکم دیا۔ کہ انگیٹھی میں لکڑیاں رکھ کر جلائی جائیں۔ اس پر درویش نے دو بیت پڑھے (جنکا ترجمہ یہ ہے) ۔

موسم سرما میں باغ سے آگ (جلانے) کی لکڑیاں لاؤ
مے خواروں سے صراحی لاؤ

اگر کوئی دلفریب ساقی موجود نہ ہو تو جام مے اس عورت کے ہاتھ سے
لو جسکے پستان نارنگی کی طرح ہوں"

یہ ابیات بادشاہ کو پسند آئے۔ اُسنے انکو اپنی بیاض میں لکھ لیا۔ اور درویش سے کہا "مجھے کوئی داستان سناؤ" درویش نے کہا۔ اے بادشاہ کسی زمانے میں ایک بادشاہ رہتا تھا۔ اور اسکے پاس ایک درویش تھا۔ ایک روز لوگوں نے بادشاہ کو کہا "یہ درویش رافضی ہے" بادشاہ نے اس درویش کا امتحان کرنے کے لئے اس سے پوچھا "اے درویش تجھکو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے محبت ہے۔ درویش نے جواب دیا "نہیں" بادشاہ نے کہا "حضرت عمرؓ سے" اُسنے جواب دیا "نہیں۔ نہیں" پھر بادشاہ نے کہا "علی مرتضیٰؓ سے محبت ہے۔ اُسنے جواب دیا "نہیں" اب بادشاہ کو دو مشکلات پیش آگئیں کیونکہ پہلے صرف ایک مشکل تھی۔ وہ غور کرکے اپنے دل میں کہنے لگا۔ اگر یہ درویش رافضی ہوتا تو اسکو ہمارے پیغمبر کے دوسرے اصحاب سے محبت نہ ہوتی۔ مگر خلیفہ علی مرتضیٰؓ سے ضرور ہوتی۔ اگر وہ سنی ہوتا۔ تو اسکو چاروں اصحاب کبار سے محبت ہوتی" وہ درویش سے یوں مخاطب ہوا۔ "تجھکو اصحاب کبار میں سے کسی کے ساتھ محبت نہیں ہے۔ تو پھر تم کو کس سے محبت ہے" درویش نے جواب دیا "

بازار کے دروازے پر ایک بالغ معشوق ہے۔ مجھے اس سے محبت ہے۔“ بادشاہ درویش کے اس مذاق سے خوش ہوا۔ اور اس کو بہت سا انعام اکرام اور تحائف دیئے۔“ وہ درویش بادشاہ کو اس قسم کی حکایات سناتا رہا۔ اس رات وہ دونوں کھانا کھاتے اور شراب نوش کرتے رہے۔ جب سلسلہ گفتگو ختم ہوا۔ بادشاہ کو اونگھ آگئی۔ وہ دراز ہو گیا۔ مگر درویش بالکل چست تھا۔ وہ اس جگہ سے اٹھ کر نہ جانا چاہتا تھا۔ غلام چاہتے تھے۔ کہ کہدیں۔ اٹھ یہاں سے چلا جا“ مگر وہ بادشاہ سے خائف تھے۔ بدیں وجہ وہ خاموش ہو رہے۔ بادشاہ بھی چاہتا تھا۔ کہ درویش کو اپنی عقل اور تمیز سے معلوم ہو جائے۔ کہ اب اٹھ جانا بہتر ہے۔ مگر اس کو تمیز کہاں؟ بادشاہ نے دیکھا۔ کہ اس کو تمیز نہیں تب اسنے اپنے نوکروں کو بلایا۔ اور کہا ”گٹھڑی کو مارو۔ تاکہ روشنی۔ (عشق) بجھ جائے“ نوکر اس دقیق کلام کو نہ سمجھے۔ اور چپ چاپ بیٹھے رہے۔ اس پر درویش نے کہا ”تم کیوں انتظار کرتے ہو۔ شہتیر کو مارو تاکہ ضیاء پیدا ہو۔“ اس میں لطیفہ یہ تھا۔ کہ بادشاہ کا نام ضیاء الدین تھا۔ اور درویش کا نام عشق (روشنی) تھا۔ بادشاہ نے کہا ”میں نے تم کو ایک گٹھڑی کے ساتھ بھیجنا چاہا تھا۔ یعنے تم کو ایک لکڑیوں کی گٹھڑی سے مارا۔ مگر تم نے مجھکو شہتیر مارا“ درویش نے جواب دیا ”میرے بادشاہ تم نے مجھکو لکڑیاں کی گٹھڑی سے مارا۔ اور میں نے اپنے بادشاہ کو شہتیر سے مارا۔ آپ انگیٹھی کے ایک طرف آرام کریں اور میں دوسری طرف آرام کرتا ہوں“ بادشاہ درویش کے اس معقول جواب سے خوش ہوا۔ اور پھر یہ دونوں آرام پذیر ہوئے۔

چونکہ یہ مذاقیہ لطیفہ ترکی زبان میں تھی۔ اردو میں اسکے ترجمہ سے کچھ لطف نہ آئیگا کیونکہ لطیفہ کی خوبی ترجمہ میں نہیں آسکتی۔

اے بادشاہ میں نے آپ کو یہ داستان اس غرض سے سنائی ہے۔ کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ باکمال لوگوں میں ایک حد تک بے تکلفی ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ کے ان چالیس وزیروں کے برابر کوئی شخص فاضل نہیں۔ جن میں سے ہر ایک بہت سے عمدہ عمدہ مقولے اور اچھے اچھے لطیفے سناتا ہے۔ بلکہ ان کی برائی اور بھلائی بہت دفعہ آزمائی جا چکی ہے۔ اے بادشاہ پھر یہ لازم ہے۔ کہ ان کی باتوں کو بے توجہی سے نہ سُنے۔ اور ان باتوں کو رائگاں نہ کرے۔ بادشاہ نے کہا اس درخواست نے مجھے حیران کر دیا ہے۔ رسول اللہ نے عورتوں کی نسبت کہا ہے۔ کہ وہ تمہاری دشمن ہیں۔ مگر تم میں سے ہر ایک کو ایک عورت ضروری ہے۔ اور اللہ جل شانہٗ نے اپنی پاک کلام میں فرمایا ہے۔ "تمہارا مال دولت اور تمہارے بچے فتنہ ہیں" واعلموا انما اموالکم واولادکم فتنۃ ۔ میں ان معاملات کے متعلق اس نوجوان سے سوال کرتا ہوں۔ مگر وہ بولتا نہیں۔ اور جب تک وہ نہ بولیگا۔ مجھے یقین نہ آئیگا۔ اس کی چپ سے مجھے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس نوجوان نے یہ گناہ کیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ بول نہیں سکتا۔ جب وزیر نے دیکھا کہ بادشاہ ایسا مہربان ہے۔ وہ کہنے لگا۔ بادشاہ ہر ایک امر میں خدائے عزوجل کے بہت سے اسرار ہوتے۔ میرے بادشاہ آپ اس نوجوان کی خاموشی کا کچھ خیال نہ فرمائیں۔ بیشک وہ ایک روز بولیگا۔ بچوں کے متعلق اسی پاک کلام کی مذکورہ بالا آیت میں یہ الفاظ ہیں "اور اللہ کے پاس اجر عظیم ہے" وان اللہ عندہٗ اجر عظیم۔ اس نے زمین خدمت کو بوسہ دیا۔ اور شاہزادے کی سفارش کی۔ بادشاہ نے شاہزادے کو قید خانہ میں بھیج دیا۔ اور خود شکار کو چلا گیا۔ اس جنگل میں جہاں وہ شکار کھیل رہا تھا۔ ایک جانب سے ہرن نکلا۔ شکاری کتوں نے

اس کا تعاقب کیا۔ تمام ہمراہیوں نے اپنے گھوڑے اس کے پیچھے ڈال دیئے بادشاہ بھی نہایت تیزی سے اس کے پیچھے گھوڑا بڑھائے جا رہا تھا۔ نوکر چاکر مختلف سمتوں میں نکل گئے۔ اور بادشاہ اکیلا رہ گیا۔ اُس کے ساتھ کوئی شخص نہ تھا۔ دل میں سمجھا۔ اس میں خدا کا کوئی بھید ہے۔" اُس نے اپنا لباس تبدیل کر لیا۔ اور گھوڑا دوڑاتا ہوا آگے چلا گیا۔ حتےٰ کہ وہ ایک گاؤں میں پہنچا۔ اور وہاں ایک گڈریئے کا مہمان رہا۔ رات تو جوں توں کر کے گذاری۔ بیتابی کا مارا صبح کو وہ عین وقت پر بیدار ہوا۔ اور جب وہ بھیڑوں اور بکریوں کو دیکھ رہا تھا۔ اس کو ایک ایسا بچہ نظر آیا۔ جس کی ماں گم ہو گئی تھی۔ وہ اپنی ماں کی تلاش پھرتے پھرتے ایک اور بھیڑ کے پاس جا نکلا۔ جس نے اس کو سر کے ساتھ دھکا دیا۔ لیلہ گر پڑا۔ یہ بچہ اٹھکر ایک اور بھیڑ کے پاس چلا گیا۔ اس بھیڑ نے بھی اُس کو دھکیل دیا۔ بادشاہ نے چرواہے سے پوچھا "یہ بھیڑیں اس بچہ کو کیوں دھکیل دیتی ہیں؟" چرواہے نے کہا" آج اس لیلے کی ماں مر گئی ہے۔ یہ اس کی مائیں نہیں۔ اسی وجہ سے اس کو اپنے پاس تک آنے نہیں دیتیں"۔ بادشاہ نے افسوس کیا اور اپنے دل میں کہا۔ "خدا کسی بچے کو یتیم نہ کرے"۔

اب ہم اپنی داستان کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ بادشاہ کے خادم اور نوکر شہر کو واپس چلے آئے۔ اور ان میں سے ہر ایک نوکر بادشاہ کے محل کی طرف چلا گیا۔ وہ قلعہ کے قریب پہنچ گئے۔ ان میں سے ایک نے دربانوں کو بلایا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ بادشاہ موجود نہیں۔ پس وہ بادشاہ کی تلاش کر گئے۔ دربانوں نے اس معاملہ کی خبر وزیر اعظم کو دی۔ جس نے فی الفور حکم دیا۔ کہ دربانوں کو قید کیا جائے۔ خود وزیر مع لشکر شہر کے گرد پھرتا رہا۔ اُس نے بادشاہ کے خادموں کو ایک سفیر کی معرفت کہلا بھیجا۔ کہ اس معاملہ کو مشتہر نہ کریں۔ اور اس کے ہمراہ ہو کر بادشاہ کو تلاش

کریں۔ دوسری طرف بادشاہ کی بیگم انتظار میں تھی۔ وقت گذر گیا۔ مگر بادشاہ نہ آیا۔ اس نے وزیراعظم سے استفسار کیا۔ وزیر نے کہلا بھیجا "آج رات کو کونسل عظلی ہوگی۔ اور ہمارا بادشاہ گھر نہ آئیگا" وزیر نے پادشاہ کے خادموں سے پوچھا۔ کہ تم سے بادشاہ کہاں جدا ہوئے۔ وہ اس مقام کی طرف روانہ ہوئے۔ جہاں سے بادشاہ سے بچھڑے تھے۔ اتفاق سے بادشاہ اسی مقام پر آگیا۔ خادموں نے بادشاہ کو دیکھکر وزیر کو اطلاع دی۔ وزیر اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا بادشاہ کے پاس آیا۔ بادشاہ اپنے دل میں کہنے لگا "انہوں نے شاہزادے کو تخت پر بٹھا دیا ہوگا۔ اور اس وزیر کو میرے پاس بھیجا ہے۔ اب وہ مجھے شربت دینے کے لئے آرہا ہے۔ بیگم سچ کہتی تھی" وزیر بادشاہ کے بشرہ سے تاڑ گیا۔ کہ اس کے دل میں یہ خیال ہے۔ وہ جلدی سے اُس کے پاس آیا۔ اور بادشاہ کے سامنے کورنش کی۔ اور کہنے لگا "میرے بادشاہ آپ کی کیا حالت ہے کیا ایسے وقت میں باہر رہنا مناسب تھا۔ مزید براں چونکہ شاہزادہ کئی دنوں سے قید ہے۔ ہر ایک شخص یہی کہتا ہے۔ کہ بادشاہ کی عقل جاتی رہی ہے۔ اس پر بادشاہ نے کہا "کیا تم نے شاہزادہ کو قید خانہ سے نکال لیا ہے" وزیر نے جواب دیا "نہیں میرے بادشاہ۔ وزیراعظم نے ان دربانوں کو بھی قید خانہ میں ڈال دیا ہے۔ جن کو ان ملازموں سے جو قلعہ کے دروازہ کے قریب پہنچ گئے تھے۔ یہ معلوم ہوا تھا۔ کہ بادشاہ رات کو باہر رہا ہے۔ اُس نے مجھکو اور شاہی خادموں کو آپ کی تلاش کے واسطے بھیجا" بادشاہ کو قدرے تسکین ہوئی۔ مگر اس کی خاطر خواہ دلجمعی نہ ہوئی" تب وزیر کو معلوم ہوگیا۔ کہ بادشاہ کی دلجمعی نہیں ہوئی۔ اور اُس نے بادشاہ سے کہا "وزیراعظم نے مجھے شام کو اس طرف روانہ کیا تھا۔ میں آج کے روز کے واقعات معلوم کرنیکا منتظر ہوں" وزیر نے یہ کہکر زمین خدمت کو

بوسہ دیا۔ اور خاموش ہو گیا۔ بادشاہ نے کہا ایک ملازم کو قلعہ روانہ کرو۔ تاکہ وہ وزیر کو ہمارے خیریت سے ملنے کی خبر دے۔ وزیر نے ایک خادم کو بھیجدیا۔ اور اس روز شام کے وقت بادشاہ شکار کھیلنے کے بعد محل میں گیا۔ اور ہر ایک چیز کو مناسب جگہ پر پایا۔ اور اس کے دل کو پھر اپنے وزیر کی طرف سے اطمینان ہو گیا۔

کھانا نوش کرنے کے بعد وہ حرم سرا میں داخل ہوا۔ بیگم نے اپنی آنکھوں پر لال رنگ مل کر ان کو سرخ بنا لیا تھا۔ اور وہ بادشاہ کو سلام کرنے کے لئے اس طرح کھڑی ہوئی۔ کہ گویا وہ رو رہی تھی۔ بادشاہ اپنی جگہ پر جاکر بیٹھ گیا۔ جب قہوہ اور شربت سے فراغت ہوئی۔ ملکہ نے رات کے واقعات کا حال پوچھا۔ وہ کہنے لگی۔ جو بات آپ کی ہے۔ اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ نے ارادتاً ایسا کیا ہے۔ تاکہ دوست اور دشمن کے درمیان تمیز ہو سکے۔ دوسرے یہ کہ آپ اتفاقاً باہر رہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ نے رات اتفاقاً باہر گذاری ہے۔ اور آپ کے دل کو اطمینان ہے۔ کیونکہ آپ کے وزیروں نے کوئی نامناسب کام نہیں کیا۔ الحمد للہ آپ بخیر و عافیت ہیں۔ مگر وہ تق کی تاک ہیں۔ اور اس نوجوان کو آپ سے کچھ خوف نہیں۔ آپ نے اس کو گستاخ کر دیا ہے۔ یہ بات اچھی نہیں انہوں نے آپ سے کہا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص آپ کے ساتھ بھائیوں کی طرح سلوک کرے۔ آپ اس کے ساتھ مالک یا آقا کی طرح سلوک کریں۔ اور اس کو جوانمرد خیال کریں۔ بادشاہ آگ کی مثل ہوتے ہیں۔ اگر آپ شیر ہیں تو آپ کو آگ سے بچتے رہنا چاہئے۔ جیسے کہ شیر آگ سے پرہیز کرتے ہیں۔ اس کے حسب حال ایک قصہ ہے۔ ایک جنگلی بلی شیر کے ہمراہ رہتی تھی۔ مگر اس کے بالکل قریب نہیں جاتی تھی۔ ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ کسی نے جنگلی بلی سے پوچھا۔ تو شیر کے

ہمراہ تو رہتی ہے۔ لیکن اس کے بہت قریب کیوں نہیں جاتی؟" اس نے جواب دیا۔ اس کے پاس رہنے کی تو وجہ یہ ہے۔ کہ شیر حیوانوں کو مارتا ہے۔ اور میں اس کے شکار کا پس ماندہ حصہ کھاتی ہوں۔ دوسرے یہ کہ جب کوئی دشمن مجھ پر حملہ کرتا ہے۔ تو میں اس کے پاس پناہ گزین ہوتی ہوں۔ چونکہ یہ دونوں باتیں میرے واسطے اچھی ہیں۔ اس لئے میں اس کے ہمراہ رہتی ہوں۔ اور میں اس کے قریب اس وجہ سے نہیں جاتی کہ اس کی عادت وخصلت میں پھاڑنا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ کسی روز مجھ کو بھی پھاڑ ڈالے۔ پس میں اس کے قریب نہیں جاتی۔" دانشمند وہ ہے جو بادشاہوں کے سامنے جنگلی بلی کی طرح شیوا اختیار کرے۔ کیونکہ بادشاہ کی قربت جلتی ہوئی آگ کی طرح ہے۔ جس طرح جنگلی بلی قناعت کرکے شیر کے شکار کا پس ماندہ حصہ کھاتی ہے۔ دانشمند کو بادشاہ کے پس ماندہ چیزوں پر قناعت کرنی چاہئے۔ اگر وہ اس لقمہ کی طرف جو بادشاہ کے منہ میں ہے۔ ہاتھ دراز کریگا۔ تو اس طرح ہاتھ پھیلانے والے کی حالت بہت بری ہوگی۔ اگر دشمن نمودار ہو۔ تو بادشاہ کے ہاں پناہ گزین ہونے کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس انسان کو لازم ہے کہ نیم درجہ کے مابین رہے۔ اور اپنی بات کو تول کر کہے۔ بات اس تیر کی طرح ہے جو کمان سے نکل جاتا ہے۔ جو بات ایک مرتبہ منہ سے نکل جاتی ہے۔ وہ پھر واپس نہیں آتی۔ شاید میرے بادشاہ نے سلطان محمود غزنوی کی داستان نہیں سنی۔ بادشاہ نے کہا "اچھا سناؤ" بیگم نے کہا +

ملکہ کی سولھویں داستان

سلطان محمود نے ایک لفظ کے باعث اپنے وزیر حسن میمندی[1] کو معزول کر کے اس کی تمام جائداد ضبط کر لی تھی۔ حسن میمندی سوائے اس کے کچھ نہ کر سکتا تھا۔ کہ مصیبت اور بد قسمتی کو صبر و تحمل سے برداشت کرے۔ ایک روز جلا وطنی کی حالت میں جب وہ بازار میں سے گذر رہا تھا۔ لڑکوں کی جماعت اس طرح ملکر کھیل رہی تھی۔ کہ ایک بادشاہ اور ایک وزیر بنا ہوا تھا۔ بادشاہ ناراض ہو گیا۔ اور وہ وزیر کو جلا وطن اور اُس کی جائداد ضبط کرنا چاہتا تھا۔ اُس لڑکے نے جو وزیر بنا ہوا تھا۔ کہا "کیا تم منصف ہو یا ظالم ہو؟" بادشاہ لڑکے نے کہا "میں منصف ہوں" تب وزیر نے کہا "تم منصف ہو۔ اچھا جب میں تمہارے پاس آیا تھا۔ میں نوجوان تھا۔ میں نے اپنی عمر تمہاری خدمت میں بسر کی ہے۔ اور جائداد حاصل کی ہے۔ اب تم میری جائداد ضبط اور مجھے عہدہ سے معزول کرتے ہو۔ میں اب تم سے وہ عمر واپس مانگتا ہوں۔ جو میں نے تمہاری خدمت میں بسر کی ہے۔ اگر تم منصف ہو۔ تو انصاف کا اقتضا یہی ہے۔ کہ تم مجھکو میری عمر واپس دیدو" لڑکا جو بادشاہ بنا ہوا تھا۔ خاموش ہو گیا۔ اور پھر اسی لڑکے کو وزیر بنا لیا۔ حسن میمندی کو لڑکے کی بات پسند آئی۔ وہ فی الفور واپس چلا گیا۔ اور ایک عرضی تحریر کر کے سلطان محمود کی خدمت میں ارسال کی۔ جب عرضی پہنچی تو اراکین دولت نے اس کو بادشاہ کے

---

[1] احمد میمندی سلطان سبکتگین کا وزیر تھا۔ اور احمد کا بیٹا حسن میمندی محمود غزنوی کا وزیر تھا۔ (مصنف)

حضور میں پیش کیا۔ جس نے اس کو پڑھکر اس کا مطلب سمجھ لیا۔ اور فی الفور حکم دیا۔ کہ حسن کا قصور معاف۔ اور اس کو سابق عہدے پر بحال کیا جائے۔ چنانچہ وزیر کو ایک بات سے معزول اور ایک ہی بات سے بحال کیا گیا۔"

اُسے بادشاہ میں نے یہ داستان اس واسطے مناسب سمجھی۔ کہ قادر الکلام شخص آسانی سے دستیاب نہیں ہوتا۔ اور قادر الکلام وہ شخص ہوتا ہے۔ جس کو یہ معلوم ہو کہ اب کون سے کلام کرنے کا محل ہے۔ کیونکہ کلام دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک قسم صداقت اور دوسری قسم حماقت ہوتی ہے۔ دانشمند آدمی دانا اور احمق کی کلام میں تمیز کر سکتا ہے۔ دانشمند سوچ سمجھ کے بات کرتا ہے۔ مگر احمق مکرو حیلے سے بولتا ہے جو شخص ان دونوں میں تمیز نہیں کرتا۔ وہ بمنزلہ ایک حیوان کے ہے کیونکہ حیوان کو اُسی وقت حس ہوتی ہے۔ جب وہ بھوکا ہو یا جب سیر ہو۔ اب تیرے اس کپوت بیٹے نے تیری جان اور تیرا تخت لینے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ تو نہ اس رحم کرے۔ اور نہ مہلت دے۔ تم کو چاہئے۔ کہ اس کو کل صبح ہی قتل کر ڈالو۔ ورنہ وہ تم کو مار ڈالیگا۔" جب بادشاہ نے ملکہ سے یہ داستان سنی۔ تو اُس نے کہا۔ کل صبح کو میں اس معاملہ کا فیصلہ کر دونگا۔" اور یہ کہکر بادشاہ آرامگاہ میں جا سوئے۔

جب صبح ہوئی۔ اور آفتاب سے ضیا بخش کرنیں نکلنے لگیں۔ اور بادشاہ اور درویش کی معمہ دار گفتگو کی طرح روشنی (عشق) نمودار ہوئی۔ اور دنیا بقعہ نور ہو گئی۔ خوش قسمت بادشاہ اپنے تخت پہ جلوہ افروز ہوا۔ اور اس نے جلاد سے کہا۔ کہ شاہزادے کو لے آئے۔ اور جب شاہزادہ لایا گیا۔ تو اُس نے حکم دیا کہ وہ اس کا سر قلم کر دو"

اُس کے سامنے دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔

اے دنیا کے بادشاہ شاہزادے کو قتل کرنے میں عجلت نہ کر۔ ابھی تک سوال کے دونوں پہلو معلوم نہیں ہوئے۔ جب تک الزام لگانیوالا اور ملزم اکٹھے اور ایک دوسرے کے سامنے نہ ہوں۔ ملزم کو قتل نہ کرنا چاہئے۔ فی الحال وہ معصوم ہے۔ اور اس پر بہت ظلم کیا گیا ہے۔ اور یہ مصیبت ان لوگوں پر پڑی ہے۔ جو تیرے خادم ہیں۔ اگر آپ معاف کر دیں گے۔ تو اُس پر جتنی تکالیف گذری ہیں۔ فراموش ہو جائینگی۔ پاک نبی نے کہا ہے "تحقیق خداوند میری امت کے لوگوں سے یہ نہ پوچھیگا کہ ان کے جذبات اور خواہشات ان کو کہاں لیگئی ہیں۔ بشرطیکہ انہوں نے کسی سے ان کا ذکر یا واقعی ارتکاب نہیں کیا" اگر تم شاہزادے کو قتل کر ڈالو گے۔ تو خداوند تعالےٰ قیامت کے روز پوچھیگا۔ کیا تم نے اپنے بیٹے کو شریعت کی رو سے قتل کیا تھا۔ اگر گناہ عورت کا ہوگا۔ تو تم اُس کی کیا جواب دوگے۔ کیونکہ داناؤں کا قول ہے کہ مرد کی شہوت ایک اور عورت کی نو ہے۔ کیونکہ حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس دس سیب لاکر کہنے لگے "آدم یہ سیب شہوت ہیں۔ خبردار حضرت حوا ان کو کھانے نہ پائے۔ تم ان سب کو خود کھاؤ" حضرت آدم علیہ السلام نے ان میں سے ایک کھایا۔ پھر چونکہ فردوس بریں میں کوئی عجیب و غریب نظارہ نمودار ہوا تھا۔ انہوں نے سیب حضرت حوا کے سپرد کئے۔ اور ان کو بدیں الفاظ متنبہ کیا۔ خبردار ان کو مت کھائیو" اور یہ کہکر چلے گئے۔ جب حضرت حوا اکیلی رہگئیں۔ شیطان آیا اور ان کو ترغیب دی۔ چنانچہ حضرت حوا نے نو سیب کھائے۔ اس لئے مرد میں شہوت ایک حصہ اور عورت میں نو حصہ ہے۔ عورت کی فرونی

شہوت پر ایک داستان ہے۔ اگر بادشاہ اجازت دیں۔ تو میں وہ سناؤں۔ بادشاہ نے کہا: "اچھا سناؤ۔ دیکھیں یہ کیسی ہے"۔ وزیر کہنے لگا +

سترھویں وزیر کی داستان

ایک سال مکہ معظمہ میں قحط پڑا۔ وہاں ایک عورت بڑی مالدار تھی۔ اُن دنوں اس کے پاس بہت سا غلہ جمع تھا۔ جس کو وہ فروخت کرتی تھی۔ اس کے پاس ایک نوجوان آیا۔ اور اس سے گندم مانگے۔ عورت کو وہ نوجوان پسند آیا۔ وہ اس کے حسن سے بے اختیار ہو کر اس کی تعریف کرنے اور اس سے کہنے لگی "گندم ختم ہو گئے ہیں"۔ اب نوجوان کیا کر سکتا تھا۔ بھوک کی وجہ سے اس کی طاقت و توانائی کافور ہو گئی تھی۔ وہ عورت کے سامنے عاجزی کرنے لگا۔ تب عورت نے ہزارہا ناز و ادا سے نوجوان سے کہا۔ "میں تم کو گیہوں کی دو بوری دیدوں گی۔ جو میں خود کھانا چاہتی ہوں۔ بشرطیکہ تم میری خوشی کرو۔ نوجوان نے کہا "اعوذ باللہ (خدا سے پناہ مانگتا ہوں) خدا نہ کرے کہ میں یہ گناہ اس مقدس مقام یا کسی اور مقام میں کروں"۔ عورت نے جواب دیا "تو میرے ساتھ خوشی کر۔ ورنہ میں چیخ پکار کر کہہ دونگی۔ یہ نوجوان میرے گھر میں گھس آیا ہے اور میرے ساتھ زبردستی کرنا چاہتا ہے۔ اور اس طرح تم کو دنیا کے سامنے رسوا کرونگی"۔ نوجوان متحیر ہو گیا۔ اور اپنے دل میں کہنے لگا "دیکھو یہ کیسی مصیبت نازل ہوئی ہے۔ اگر میں یہ گناہ کروں۔ تو قیامت کے روز خداوند تعالےٰ کو کیا جواب دونگا۔ اگر میں یہ گناہ نہ کروں۔ تو وہ مجھ کو دنیا کے سامنے رسوا و ذلیل کریگی"۔ وہ کچھ دیر تک غور کرتا رہا۔ اور پھر یہ عزم

کر لیا۔ کہ اس مکان کے ایک کمرے میں جا کر اپنے آپ کو چھپا دے وہ اس ارادے سے اس مکان کے ایک کمرے میں چلا گیا۔ وہاں جا کر دیکھا۔ کہ اس کمرے کی دیوار ٹوٹی ہوئی ہے۔ اور اس سے نکل جانے کا راستہ ہے۔ پس نوجوان اس راستہ سے نکل کر چلا گیا۔ اور اُس نے دس اونٹ کھڑے ہوئے دیکھے۔ تمام پہ گیہوں کی بوریاں لدی ہوئی تھیں اور ان کا کوئی مالک نہ تھا۔ نوجوان کو معلوم ہو گیا۔ کہ وہ خدا تعالے کا عطیہ ہیں۔ وہ ان کو لیکر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ وہ عورت اس نوجوان کی یاد میں بے قرار ہو رہی تھی۔ وہ اس کمرہ میں گئی۔ مگر اس کا کوئی نشان یا کھوج نہ ملا۔ اور دن رات وہ نہائت اداس اور غمگین رہی۔ اگر کوئی شخص خدائے عزوجل سے ڈرے۔ تو خدائے عزوجل اس کو تکلیف میں نہ رکھیگا۔ بلکہ اس پر بے حد احسان کریگا۔ اور اس کو طرح طرح کی نعمتیں دیگا۔

“اے بادشاہ یہ داستان میں نے اس لئے سنائی ہے۔ کہ آپ کو معلوم ہو جائے۔ کہ عورت میں اس قسم کی بے اختیار کر دینے والی شہوت ہوتی ہے۔ آعوذ باللہ۔ خدا کرے کہ عورتوں کے مکر سے شاہزادے کو ضرر نہ پہنچے۔ اس معاملہ میں بادشاہ پہ لازم ہے۔ کہ عجلت نہ کرے۔ بلکہ ہوشیاری سے اس کی تحقیقات کرے۔ اور میں نے بادشاہ کے حضور میں شاہزادے کے واسطے اس روز کی سفارش کی۔ جب بادشاہ نے وزیر سے یہ داستان سنی۔ اس نے نوجوان شاہزادہ کو قید خانہ میں بھیج دیا۔ اور خود گھوڑے پر سوار ہو کر شکار کے واسطے چلا گیا۔ وزیر اعظم نے اس کو ہر چند روکنے کی کوشش کی۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اس روز شام کے وقت پادشاہ کو بمشکل راستہ مل سکا۔

وہ محل میں آیا۔ اور ملکہ اُس کو سلام کرنے کے واسطے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور وہ دونوں بیٹھ گئے۔ کھانے کے بعد ملکہ گویا ہوئی۔

چونکہ وہ شب و روز نوجوان شاہزادے کے خیال میں محو رہتی تھی۔ اس لئے اُس نے شاہزادے کا حال پوچھا۔ بادشاہ نے جواب دیا "آج میرے فلاں وزیر نے اُس کے واسطے سفارش کی۔ اور میں نے اُس کو قیدخانہ میں بھیجدیا" ملکہ نے کہا "اے بادشاہ۔ بقراط حکیم نے کہا ہے "اپنے عیوب اور قصوروں کی جستجو میں سعی کرتے رہو۔ کیونکہ تمہارا دشمن ہر وقت تاک میں لگا رہتا ہے" اور افلاطون حکیم نے کہا ہے "اُس شخص کو جو اپنے دوستوں کو خوش اور اپنے دشمنوں کو حیران و پریشان کرنا چاہتا ہے۔ اپنے قصور چھوڑنے کی کوشش کرنی چاہئیے" چنانچہ ایک شخص اپنے ایک دوست کے پاس گیا۔ اور کہنے لگا "فلاں شخص میری بدگوئی کرتا ہے" دوست نے جواب دیا "جاؤ اور اچھے کام کر کے اس آدمی کو شرمسار کر دو" اُس نے کہا "وہ تمہاری بھی بدگوئی کرتا تھا" دوست نے جواب دیا "خیر۔ مجھے دق نہ کرو۔ وہ میرے گناہ کو محو کر رہا ہے" اور وہ شخص چلا گیا۔ اس طرح وزیر میرے گناہوں کو آپ کے سامنے بیان کرتے ہیں۔ ستائش و حمد خدا کے لئے ہے۔ مگر میں ہر طرح کے گناہ سے مبرا ہوں۔ اگر تم اپنی جان کو عزیز سمجھتے ہو۔ تو نوجوان (شاہزادے) کو زندہ نہ چھوڑو۔ کیونکہ وہ عیار و شاطر ہے۔ اس کی داستان کسی شاطر کی داستان سے مشابہ ہے۔ شائد آپ نے وہ داستان نہیں سنی۔ بادشاہ نے کہا "بیان کر دو تاکہ ہم سنیں" ملکہ نے کہا +

ملکہ کی سترھویں داستان

قدیم زمانہ میں شہر بغداد میں چالیس شاطر تھے۔ اُن میں سے

ایک نوجوان تھا۔ ایک رات کو جب وہ بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے۔ ان کے سردار نے ایک دینار نکالا۔ اور ان کے درمیان زمین پر رکھکر کہنے لگا "تم میں سے کون ہے۔ جو ایک دینا کی مٹھائی خرید لائے۔ اور مٹھائی اور دینار دونوں لے آئے" کسی نے جواب دیا۔ ابھی سب چپ تھے۔ کہ ایک نوجوان اٹھا۔ دینار لیکر چند نوجوانوں کے ہمراہ ایک حلوائی کی دوکان پر گیا۔ مٹھائی خریدی۔ اور دینار دیدیا۔ اور اور ان نوجوانوں کے ہاتھ مٹھائی بھیجدی۔ اس نوجوان نے اس جگہ سے دینار چرالیا۔ جہاں مٹھائی فروش نے رکھا تھا۔ اور بازار میں چلا گیا۔ حلوائی کو معلوم ہوگیا۔ کہ دینار اڑگیا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ نوجوان نے چرایا ہے۔ بنیا دو کوزے ہاتھ میں لے کر نوجوان سے پیشتر اس مکان کے دروازے پر پہنچ گیا۔ جہاں اس کے ہمراہی رہتے تھے۔ وہ اس جگہ کھڑا ہو گیا۔ اور نوجوان آیا۔ تو حلوائی کہنے لگا "کیا تم دینار واپس لے آئے" نوجوان نے اس کو اپنے ہمراہیوں سے خیال کرکے جواب دیا "ہاں لے آیا" حلوائی نے کہا "لاؤ۔ وہ مجھے دیدو۔ اور یہ کوزے بھر لاؤ" نوجوان نے اس کو دینار دے دیا۔ کوزے لے لئے۔ اور دریا کی طرف چلا گیا۔ حلوائی دینار لے کر اپنے مکان کی طرف چلا گیا۔ نوجوان کوزے بھر کر واپس آیا۔ عیاروں نے جب اس کو دیکھا تو کہنے لگے "دینار کہاں ہے" نوجوان تاڑ گیا۔ کہ حلوائی مکان کے دروازے پر آیا تھا۔ اور وہ فی الفور دوڑا۔ حلوائی اپنے مکان پر پہنچنے نہ پایا تھا۔ کہ وہ وہاں پہنچا۔ اور عورت کا بھیس بدلکر دروازے کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ جب حلوائی آیا۔ نوجوان نے کہا۔ "تم وہاں کھڑے کیا کر رہے ہو۔ گدھا کھل گیا۔ اور بازار میں چلا گیا ہے۔ جاؤ اس کو پکڑ کر لے آؤ" حلوائی نے خیال کیا۔ کہ متکلم اس کی بیوی

ہے۔ اور یہ کہکر "یہ دینار لے لو"۔ اس کو دینار دیدیا۔ نوجوان دینار لیکر چلا گیا۔ حلوائی باہر گیا تو کوئی گدھا نظر نہ آیا۔ اور وہ واپس آکر اپنی بیوی سے کہنے لگا "مجھے نہیں ملا" اس کی بیوی نے پوچھا "تم کو کیا نہیں ملا" حلوائی نے جواب دیا "گدھا" اس کی بیوی کہنے لگی "تم دیوانے ہو۔ تم سے گدھے کی نسبت کس نے کہا تھا۔ کیا تم میرے ساتھ تمسخر کرتے ہو" حلوائی نے جواب دیا "میری جان مجھے تمہارے ساتھ تمسخر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم دیوانی ہو" اس کی بیوی نے کہا "میں کیوں دیوانی ہوں" حلوائی نے کہا "مجھے وہ دینار دیدو۔ جو میں نے تم کو دیا" اس کی بیوی نے جواب دیا "مجھے دینار کا کچھ حال معلوم نہیں" پھر حلوائی کو معلوم ہوگیا۔ کہ یہ عیار کی کارستانی ہے۔ پس اس نے ایک گھڑا لیا۔ اور دوڑا دوڑا عیار کے دروازے پر آیا۔ نوجوان ابھی واپس نہ آیا تھا۔ اس نے نوجوان کو آتے ہوئے دیکھا۔ اور آگے بڑھکر کہنے لگا "نوجوان کیا تم اس مرتبہ دینار لے آئے ہو" نوجوان نے کہا "میں لے آیا ہوں" تب حلوائی نے کہا "اچھا تو مجھے دکھاؤ" نوجوان نے دینار اس کو دیدیا۔ اور حلوائی اس کو کہنے لگا "یہ گھڑا لو اور اس میں تھوڑا سا پانی ڈالکر لے آؤ۔ نوجوان نے گھڑا لے لیا۔ اور اس میں پانی ڈالکر واپس چلا آیا۔ اس نے دیکھا کہ دروازے پر کوئی نہیں۔ اور وہ تاڑ گیا کہ حلوائی نے پھر چکمہ دیا۔ وہ جلدی سے چلا گیا۔ اور حلوائی کے گھر میں داخل ہوا۔ اس نے دیکھا کہ حلوائی اور اس کی بیوی اکٹھے سو رہے ہیں۔ وہ کپڑے اتار کر دونوں کے درمیان لیٹ گیا۔ اور تھوڑی دیر تک انتظار کرنے کے بعد حلوائی کو کہنے لگا "خاوند بتاؤ۔ کہ تم نے دینار کہاں رکھا ہے۔ میں اس کو چھپا دونگی۔ تاکہ جب عیار پھر آئے۔ تو لے نہ سکے" حلوائی نے کہا۔

مٹکے کے پیچھے ہے۔" یہ سنکر نوجوان نے مٹکے کے پیچھے سے دینار نکال لیا۔ اور عیاروں کے سونے سے پیشتر وہ واپس آگیا۔ اور دینار کو اُن کے درمیان زمین پر رکھدیا۔ اور جو واقعات پیش آئے تھے۔ ان کے سامنے بیان کئے۔ وہ سب اس کی تعریف کرکے کہنے لگے "شاباش، ہمارے میں ایسا عیار و شاطر کوئی نہیں۔"

آب اے بادشاہ میں یہ داستان اس واسطے سنائی ہے۔ کہ آپ کو یہ معلوم ہو جائے۔ کہ نوجوانوں میں اس قسم کی عیاری پائی جاتی ہے۔ خبردار نوجوان شاہزادے کے دم میں نہ آؤ۔ ورنہ بعد میں تم پچھتاوگے۔ اور بعدازوقت پچھتانے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔" جب بادشاہ نے ملکہ کی یہ دلفریب داستان سنی تو اُس نے کہا "کل صبح کو میں اُسے ضرور قتل کروں گا۔ غمگین نہ ہو۔ اور وہ بستر استراحت پر چلے گئے۔

جب صبح ہوئی اور آفتاب نمودار ہوا۔ جس طرح کہ مکہ میں اس نوجوان کو گندم سے لدے ہوئے دس اونٹ نمودار ہوئے۔ جو خدائے عزوجل سے خائف ہوا تھا۔ اس طرح دنیا روشنی سے منور ہو گئی۔ بادشاہ آیا اور اپنے تخت پر بیٹھ گیا۔ اور اُس نے نوجوان کو بلایا۔ اور جلاد کو حکم دیا "اُس کا سر قلم کردو"۔ اٹھارہواں وزیر آگے بڑھا۔ اور کہنے لگا "اے بادشاہ بیشک بادشاہوں کو دو چیزیں لازم ہیں پہلے یہ کہ لوگوں پر رحم کریں۔ اور دوسرے یہ کہ غصے کے وقت مہربانی کریں جو بادشاہ ایسا کرتا ہے۔ اس کی زندگی دراز ہوتی ہے۔ اور خدائے عزوجل اس کو تمام مصیبتوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ ہمارے نبی اور خدا کے پیغمبر نے بھی ایسا ہی کہا ہے "زمین کے رہنے والوں پر رحم کرو تاکہ آسمان پر رہنے والے تمہارے اوپر رحم کریں۔" جو بادشاہ فیاض

اور مہربان ہوتا ہے۔ اُس کے بہت سے دوست ہوتے ہیں۔ اور وہ اپنے دشمنوں پر فتح پاتا ہے۔ اور وہ نبیوں اور اولیاؤں کے گروہ سے شمار کیا جاتا ہے۔ سلطان محمود کی ایک داستان بالکل اس کے مناسب ہے۔ اگر بادشاہ اجازت دے۔ تو میں اُس کو بیان کرونگا۔ بادشاہ نے کہا" اچھا بیان کرو۔ ہم سُنینگے۔ وزیر نے کہا +

اٹھارہویں وزیر کی داستان

ایک روز جب سلطان محمود پسر سبکتگین شکار کر رہا تھا۔ وہ اپنے سپاہیوں سے علیحدہ ہو گیا۔ اور اُس نے ایک شخص کو بےکھوج راستہ میں جاتا ہوا دیکھا۔ وہ گھوڑا دوڑاتا ہوا اُس کے پاس پہنچا۔ اور سلام کر کے کہنے لگا" اے شخص تو کہاں سے آیا ہے۔ اور تمہاری اصل کیا ہے" اس شخص نے جواب دیا" اس ملک سے۔ اور میری اصل میری ماں جانتی ہے" سلطان نے دیکھا کہ وہ سیاہ کپڑے پہنے ہوئے ہے۔ اور سیاہ گدھے پر سوار ہے۔ پھر بادشاہ نے پوچھا" اب تو کہاں جاتا ہے" اس شخص نے جواب دیا" میں سلطان محمود کی طرف جاتا ہوں" بادشاہ نے کہا" سلطان سے تمہارا کیا کام ہے" اس شخص نے جواب دیا" میں اس سے دس ہزار اشرفیاں لینا چاہتا ہوں۔ مجھے قرضہ ادا کرنا ہے۔ شائد وہ مجھ کو دیدے۔ اور میں اپنے قرض سے آزاد ہو جاؤں گا۔ سلطان نے کہا اگر وہ نہ دے۔ تو کیا کرو گے۔ اس شخص نے جواب دیا۔ اگر وہ دس ہزار نہ دیگا۔ شائد ایک ہزار دیدے۔ پھر سلطان نے

کہا "اگر وہ ایک ہزار بھی نہ دے۔ تو تم کیا کرو گے" اس شخص نے جواب دیا "اگر وہ ایک ہزار اشرفی نہ دے۔ تو ایک سو دیدے" سلطان نے کہا۔ اگر وہ ایک سو بھی نہ دے۔ تو تم کیا کرو گے۔ اس شخص نے جواب دیا۔ اگر وہ ایک سو اشرفی بھی نہ دے۔ تو میں کچھ نہ کہوں گا۔ اور منہ پھیر کر چلا آؤنگا اور کچھ نہ کہونگا۔ بادشاہ اس شخص اور اُس کے الفاظ سے حیران رہ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے سپاہیوں سے ملا۔ اور محل کی طرف چلا گیا۔ اور تخت پر جلوہ افروز ہو کر دربان اعظم کو حکم دیا۔ ایک شخص سیاہ لباس پہنے اور سیاہ گدہے پر سوار آئے گا۔ اس کو اندر آنے دینا" دوسرے روز علی الصباح وہ شخص آیا۔ دربان اعظم اس کو لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب اُس نے بادشاہ کو دیکھا۔ تو اُس نے جان لیا۔ کہ کل میں نے اس کو دیکھا تھا۔ اور اس نے فی الفور بادشاہ سے درخواست کی۔ کہ مجھے دس ہزار اشرفیاں دی جائیں۔ بادشاہ نے کہا "خدا تم کو دے"۔ اس شخص نے کہا "اچھا آپ ایک ہزار اشرفی ہی عنایت کریں" بادشاہ نے پھر جواب دیا "خدا تم کو دے" اس شخص نے کہا "اچھا ایک سو اشرفی عنایت فرمائیں"۔ بادشاہ نے پھر جواب دیا "خدا تم کو دے" پھر اُس شخص نے کہا۔ "تم بخیر و عافیت رہو۔ سیاہ گدہا دروازے پر بندہا ہوا ہے" اس پر ایک درباری نے کہا "بادشاہ نے تم کو کچھ عطا نہیں کیا۔ گدھے کا کیا ذکر" اس شخص نے کہا "اگر اُس نے نہیں دیا۔ تو اُس کے یہ معنی ہیں۔ کہ میں یہاں سے چلا جاتا ہوں" اس دلیری سے بادشاہ خوش ہوا۔ اور کہنے لگا۔ اس کی خواہش ہے۔ کہ اس کو ایک تکلیف سے نجات اور آرام ہو۔ اور چونکہ ہم نے اس کو عطیہ نہیں دیا۔ وہ گدھے پہ سوار ہو کر جاتا ہے" بس یہ ضرب المثل

ہو گئی" گدھا دروازے پر کھڑا ہے۔ پھر بادشاہ نے رقم کثیر انعام میں دی"۔

یہ داستان اس سے مشابہ ہے۔ ایک خوجہ ہندوستان سے بغداد جا رہا تھا۔ جب وہ راستہ میں تھا۔ اس کو یہ خیال آیا۔ شہر بغداد میں داخل ہو کر میں کیا چیزیں خریدوں گا۔ وہ جوں توں کر کے شہر بغداد میں داخل ہوا۔ اور وہاں ایک بہت ابدال تھا۔ جس نے اپنی ڈاڑھی منڈا کر کاغذ کے ایک پرزے میں باندھ رکھی تھی۔ وہ خوجہ کے پاس آکر کہنے لگا" اے خوجے میں نے سنا ہے کہ تو چیزیں خریدنے آیا ہے۔ میرے پاس ایک چیز ہے اس کو خرید لے"۔ اور اس نے کاغذ خوجے کے ہاتھ میں دیدیا۔ خوجے نے کاغذ لیکر کھولا۔ اور اس میں ڈاڑھی کے بال دیکھے اور وہ کہنے لگا" میں ان کو کیا کروں"؟ ابدال نے کہا" ان کو لیلے۔ اور پیسہ دیدے"۔ خوجے نے کہا۔ "میں اس کے معاوضہ میں ایک پیسہ نہ دونگا"۔ ابدال نے کہا تم کیوں نہ دو گے۔ یہ ڈاڑھی کے بال ہیں۔ کیا یہ سو اشرفی کا مال نہیں ہے"؟ خوجے نے کہا "نہیں"۔ ابدال نے کہا" کیا یہ دس اشرفی کا مال نہیں"؟ خوجے نے جواب دیا "نہیں"۔ ابدال نے کہا" پانچ اشرفیاں ہی سہی۔ کیا یہ اتنے کا مال بھی نہیں"؟ خوجے نے کہا" نہیں"۔ ابدال نے کہا" ڈاڑھی کی قیمت پانچ اشرفی نہیں۔ تو پھر تم نے کیوں ڈاڑھی رکھ چھوڑی ہے۔ اس کو منڈا ڈالو اور صفایا کر دو"۔ خوجہ ابدال کے اس نطق پہ خوش ہوا۔ اور اس کو ایک سو اشرفیاں دیں۔

اے بادشاہ میں نے آپکو یہ داستان اس واسطے سنائی ہے کہ آپ کو معلوم ہو جائے۔ کہ بادشاہوں کو لازم ہے۔ کہ مفلسوں

اور نکبت زدوں کو ترقی اور مظلوموں کو انعام و اکرام دیں۔ اور بہت رعایت کریں اس نے زمین خدمت کو بوسہ دیا۔ اور شاہزادے کے واسطے سفارش کی جب بادشاہ نے یہ داستان سنی۔ اس نے شاہزادے کو قید خانہ میں بھیجدیا۔ اور خود شکار کو چلا گیا۔

جب شام ہوئی۔ بادشاہ شکار سے واپس ہو کر محل میں آیا۔ ملکہ اس کو سلام عرض کرنے کے واسطے اٹھی۔ اور وہ دونوں بیٹھ گئے۔ کھانے کے بعد ملکہ نے نوجوان شاہزادے کا حال پوچھا۔ بادشاہ نے کہا "آج میرے فلاں وزیر نے اس کی سفارش کی۔ اور میں نے اس کو قید خانہ بھیجدیا" ملکہ نے کہا "اے صاحب تم یہ خیال نہ کرو۔ کہ یہ نوجوان تمہارے بعد تمہارے عہد پر قائم رہیگا۔ اور تمہارے احکام کو مدنظر رکھیگا۔ بادشاہی کرنا ایک سخت کام ہے۔ میں جانتی ہوں کہ وہ سچا آدمی نہیں۔ وہ موقع کا منتظر ہے کسی روز وہ تم کو قتل کریگا۔ پھر لوگ اس کو بھی مار ڈالیں گے۔ مزید برآں حسب و نسب اور خاندان انسان کے واسطے ضروری ہیں۔ اور جو شخص خاندانی نہیں وہ حکمرانی نہیں کر سکتا۔ انسان کا مزاج بھی عمدہ ہونا چاہئے بعض خاندانی اور شریف لوگ ایسے ہیں۔ کہ ان کے مزاج برے ہوتے ہیں۔ کیونکہ ہر ایک شہد کی مکھی میں شہد اور ہر ایک صدف میں موتی نہیں ہوتا۔ گویا یہ نوجوان بدمزاج ہے۔ اس میں شاہوں کے اوصاف نہیں۔ وہ ہمیشہ شرارتیں کیا کریگا۔ اور وہ ان سے برائی کریگا۔ جو اس سے بھلائی کرتے ہیں۔ اس پر ایک سوداگر کے بیٹے کی داستان صادق آتی ہے شاید بادشاہ نے سنی ہوگی" بادشاہ نے کہا "اچھا بیان کرو۔ ہم سنتے ہیں" ملکہ نے کہا

ملکہ کی اٹھارہویں داستان

شہر عرفہ میں ایک جوتی گانٹھنے والا تھا۔ ایک روز اس نے کسی درویش کو گذرتے ہوئے دیکھا۔ جس کی جوتی کے ٹانکے نکل گئے تھے۔ جوتی گانٹھنے والے نے کہا۔ بابا ذرا ٹھہر جاؤ۔ تاکہ میں تمہاری جوتی کے ٹانکے سی دوں۔ اور جہاں جہاں سوراخ ہیں۔ ان کی مرمت کردوں۔ درویش نے جواب دیا "اگر تمہارے پاس کوئی علاج ہے تو میرے دل کے سوراخ کو اچھا کردو۔" جوتی گانٹھنے والے نے اپنا دایاں ہاتھ مصافحہ کے واسطے بڑھایا۔ فقیر آکر بیٹھ گیا۔ جوتی گانٹھنے والے نے اس کو کھانا دیا۔ اور اس کی جوتی کی اچھی طرح مرمت کردی۔ اور کہنے لگا "میاں صاحب میں بھی سفر کرنا چاہتا ہوں۔ تم مجھے کیا مشورہ دیتے ہو؟" درویش نے جواب دیا "میں تین نصیحتیں کرونگا۔ دیکھو ان پہ عمل کرنا۔ سفر شروع نہ کرو جب تک تم کو ایک اچھا ساتھی نہ ملجائے۔ کیونکہ رسول اللہ نے کہا ہے: پہلے ساتھی۔ پھر راستہ۔" دوسری نصیحت یہ ہے۔ کہ جس جگہ پانی نہ ہو۔ وہاں مقام نہ کرو۔ تیسری نصیحت یہ ہے۔ کہ بڑے شہروں میں آفتاب طلوع ہونے کے وقت داخل ہو۔" اتنا کہہ فقیر نے اپنا راستہ لیا۔ چند روز کے بعد جوتی گانٹھنے والے کو کوئی دل پسند ہمراہی مل گیا۔ اور وہ روانہ ہوا۔ جب وہ راستہ طے کر رہے تھے۔ ایک روز سہ پہر کو ان کے سامنے ایک شہر نظر آیا۔ کفش دوز نے نوجوان سے پوچھا "یہ کونسا شہر ہے۔" ہمراہی نے جواب دیا "یہ شہر حلب ہے۔" کفش دوز نے کہا آج شام کا وقت قریب آگیا ہے میں شہر میں داخل نہ ہوں گا۔ اگرچہ اس کے ہمراہی نے اس کو ترغیب دی۔

مگر اس نے اس کی ایک نہ مانی۔ آخر وہ اس کو چھوڑ کر چلا گیا۔ نوجوان نے ایک ندی کے کنارے پر جا مقام کیا۔ اور اس رات وہیں رہا۔ اب نوجوان کے قریب قبرستان تھا۔ اور جب آدھی رات ہوئی۔ اس نے دیکھا کہ شہر سے دو آدمی کچھ چیز لائے۔ اور قبرستان میں رکھکر واپس چلے گئے ہیں۔ تب نوجوان اس قبر کے پاس گیا۔ اور چقماق اور فولاد کو رگڑ کر آگ نکالی۔ اور چراغ روشن کیا۔ اس نے دیکھا کہ وہ لوگ ایک نیا تابوت رکھ گئے ہیں۔ اور اس تابوت کے چاروں طرف سے خون کے فوارے بہہ رہے ہیں۔ جوتی گانٹھنے والے نوجوان نے تابوت کا تختہ کھولا تاکہ یہ معلوم کرے۔ کہ اس کے اندر کیا ہے۔ اس میں ایک لاش خون سے تر بتر تھی۔ اس کا لباس ریشمی اور اس پر زردوزی کام تھا۔ اور انگلی میں ایک انگشتری تھی۔ جس میں ایک قیمتی پتھر چمک رہا تھا۔ نوجوان کو انگشتری پہننے کا لالچ ہوا۔ اس نے انگشتری اتار لینے کے خیال سے اس کو کھینچا۔ لاش نے سر اٹھا کر کہا "اے صاحب تم خدا سے نہیں ڈرتے۔ کہ تم میری انگشتری لینا چاہتے ہو؟" نوجوان نے دیکھا کہ یہ ایک لڑکی ہے۔ جس کی شکل ماہ کامل سی اور جس کو دیکھ کر تمام زمانہ کے دل بے چین ہو جاتے ہیں۔ غرض وہ حسین نزاکت میں گلاب کے پھول سے کسی طرح کم نہ تھی۔ اس نے کہا "تمہاری کیا حالت ہے" لڑکی نے کہا۔ اب یہ وقت سوال کرنے کا نہیں۔ اگر مجھ کو کچھ مدد دے سکتے ہو۔ تو میری دستگیری کرو۔ اور بعد ازاں میں تم کو امداد دونگی نوجوان نے فی الفور۔ اپنی چادر پھاڑ ڈالی۔ اور اس کی پٹیاں بنا کر لڑکی کے زخم باندھ دیئے۔ اور اس کو ایک مقام میں لٹا دیا۔ جب صبح ہوئی۔ اس نے لڑکی کو اپنی پشت پر ڈال لیا۔ اور اس کو شہر میں لے آیا۔ اور اس کو ایک مقام پر کوٹھڑی میں لٹا دیا۔

جو لوگ اس عورت کے متعلق اس سے سوال کرتے کہ یہ کون ہے وہ کہدیتا یہ میری ہمشیرہ ہے۔ مجھے غصہ آگیا۔ اور میں نے اس کی یہ درگت بنادی بحالیکہ وہ معصوم ہے۔" نوجوان لڑکی کے زخموں کی مرہم پٹی کرتا رہا۔ اور ایک دو مہینے کے عرصہ میں وہ تندرست ہوگئی۔ ایک روز وہ حمام میں گئی۔ اور جب وہ واپس آئی۔ تو اُس نے نوجوان سے دوات قلم اور کاغذ مانگا۔ نوجوان یہ چیزیں لے آیا۔ اور اُس کے سامنے رکھ دیں۔ لڑکی نے ایک خط تحریر کیا۔ اور نوجوان کے ہاتھ میں دیدیا۔ اس میں یہ لکھا ہوا تھا: "خواجہ دیباب۔ بازار کے چودھری۔ حامل رقعہ کو ایک سو اشرفی دیدو۔ اور اس کو میرے پاس بھیجدو۔ اور میرے باپ کے پاس میری صحت یا موت کے متعلق کچھ بیان نہ کرو۔ اگر تم ایسا کرو تو نتیجہ سوچ کر کرنا۔" اس نے خط پر مہر لگائی۔ اور کہنے لگی۔ جاؤ۔ یہ خط اس خوجے کو دیدو۔ جو بازار میں فلاں مقام پر بیٹھتا ہے۔ اور جو کچھ وہ دے۔ لے آؤ۔" نوجوان خط لیکر بازار کی طرف چلا گیا۔ اور خوجے کا پتہ پوچھا۔ لوگوں نے اس کو بتا دیا۔ اور اُس نے وہ خط خوجے کے ہاتھ میں دیدیا۔ جب خوجے نے خط کھولکر پڑھا۔ تو اُس نے اس کو چوم کر ماتھے سے لگا لیا۔ اور فی الفور اشرفیوں کی ایک تھیلی نکالکر جوان کے حوالے کردی۔ نوجوان تھیلی لے آیا۔ اور اس کو لڑکی کے سامنے رکھ دی۔ لڑکی نے کہا۔ جاؤ۔ ایک گھر لے لو۔ اور جو روپیہ باقی بچے اس سے اپنے اور میرے لئے کپڑے خرید لو۔ نوجوان چلا گیا۔ اور ایک گھر لے لیا۔ اور نفیس نفیس کپڑے خرید کر لڑکی کے پاس لے آیا۔ وہ اٹھے۔ اور اُس گھر کی طرف چلے گئے۔ جو انہوں نے لیا تھا۔ اس نے پھر ایک خط لکھا۔ اور نوجوان کے حوالے کیا۔ جو اُس کو خوجے کے پاس لے گیا۔ اِس مرتبہ اُس نے

دو تھیلیاں اور دیں ۔ وہ اُن کو لڑکی کے پاس لے گیا ۔ وہ اس کو کہنے لگی " اچھا ذرا بازار جاؤ ۔ اور کچھ کھانے پینے کی چیزیں اور گھر کے واسطے اسباب خرید لاؤ " نوجوان خرید لایا ۔ پھر لڑکی نے اشرفیوں کی ایک اور تھیلی منگالی ۔ اور وہ نوجوان سے کہنے لگی ۔ جاؤ گھوڑے اور اسلحہ غلام اور لونڈیاں خرید لاؤ " نوجوان یہ چیزیں خرید لایا ۔ اور لڑکی کے حوالے کیں ۔ پھر وہ کہنے لگا " اب مجھے بتاؤ کہ یہ کیا معاملہ ہے ۔ لڑکی نے جواب دیا ۔ ابھی وقت نہیں ۔ رفتہ رفتہ بتاؤں گی ۔ لڑکی نے وہاں بتدریج محل بنا لئے ۔ اور اپنے غلاموں اور کنیزکوں کی تعداد بڑھا لی ۔ جب کبھی وہ اس نوجوان کو خط دیتی تھی ۔ وہ خوجے سے اشرفیوں کی دو تین تھیلیاں لے آتا تھا ۔ ایک روز لڑکی نے نوجوان کو سونے کی ایک تھیلی دی ۔ اور کہنے لگی بازار میں ایک نوجوان ہے ۔ جس کو لوگ غضنفر آغا کہتے ہیں ۔ اب جاؤ اور اس کو تلاش کرو ۔ اس سے کوئی قیمتی کپڑا مانگنا ۔ اور وہ تم کو دکھا دیگا ۔ کپڑے کی وہ جتنی قیمت مانگے ۔ اس کو اُس سے دو چند دینا ۔ اور کپڑا لے آنا " نوجوان گیا اور اُس کو تلاش کیا ۔ اور کچھ دیر تک بیٹھ کر اس سے باتیں کرتا رہا ۔ اور اُس نے کپڑے کی جتنی قیمت مانگی ۔ اُس نے دو چند دی ۔ اور غضنفر آغا اس امر سے حیران ہوا ۔ نوجوان واپس آیا ۔ اور لڑکی کو کپڑا دیدیا ۔ اُس نے پھر پوچھا یہ کیا معاملہ ہے ۔ مگر لڑکی نے کہا ابھی وقت نہیں ۔ اُس نے جواہرات کی ایک تھیلی نکالکر نوجوان کے حوالے کی اور کہنے لگی " یہ جواہرات لو ۔ اور غضنفر آغا کے پاس جاؤ ۔ اور اس سے کہو کہ ان کی قیمت بتا دے ۔ یہ تمام جواہر اُس کے سامنے رکھدینا ۔ اور خیال رکھنا کہ وہ تم کو کیا جواب دیتا ہے ۔ جب تم جواہرات کو پھر تھیلی میں ڈالو ۔ تو تم ان میں سے تین اس کو بطور تحفہ کے دیدینا " اس لڑکی نے نوجوان

کو بھیجدیا۔ نوجوان نے کہا: "میں جاؤں گا۔ لیکن جب میں واپس آؤں۔ تو مجھے یہ بتا دینا۔ کہ تمہارے ساتھ کیا واقع ہوا ہے" وہ گیا۔ اور جس طرح لڑکی نے کہا تھا۔ کیا۔ جب غضنفر آغا نے وہ تحائف دیکھے تو وہ نوجوان سے کہنے لگا "اے نوجوان تم نے ہم کو شرمسار کیا ہے۔ براہ نوازش ایک مرتبہ پھر ہمارے گھر آیا۔ اور ضرور تشریف لاؤ تاکہ ہم آپ کی خدمت کریں۔ نوجوان نے جواب دیا۔ خیر کچھ ہی ہو۔ میں کل آؤں گا" وہ اس سے رخصت ہو کر گھر آیا۔ اور لڑکی کو تمام ماجرا کہہ سنایا۔ لڑکی نے کہا "کل صبح کو چلے جانا۔ مگر جب تم اُس کے گھر میں داخل ہو۔ تو دائیں بائیں نہ دیکھنا۔ بلکہ سیدھے دیکھتے رہنا" اس نے یہ الفاظ بطور تنبیہ کہے۔ جب صبح ہوئی۔ نوجوان اُٹھا غضنفر آغا نے نوجوان کو آتے ہوئے دیکھا۔ اور اُس نے کہا "خوش آمدید" وہ اس کو اپنے گھر لے گیا۔ نوجوان نے کسی چیز کی طرف نظر نہ کی۔ بلکہ ناک کی سیدھ میں چلا گیا۔ اور بیٹھ گیا۔ غضنفر آغا نے اس نوجوان کو انواع واقسام کے لذیذ اور نفیس کھانے کھلائے۔ اور پھر اُس کو بھیجدیا۔ نوجوان نے گھر آکر تمام قصّہ لڑکی کو سُنا دیا۔ اور وہ کہنے لگی "کل صبح کو پھر اُس کے پاس جاؤ۔ اور اُس کے ساتھ گفتگو کرو۔ اور جب اٹھ کھڑے ہو تو اُس کو یہاں بلاؤ۔ اور رقابت نہ کرنا" نوجوان اپنے دل میں سوچنے لگا اور خیال کیا "یہ شخص غضنفر آغا اس لڑکی کا دوست ہوگا۔ بہرکیف ہم دیکھیں گے۔ خدا جو کرتا ہے۔ اچھا کرتا ہے" وہ صبح کو گیا۔ اور اس شخص کو دعوت کا پیغام دیکر کہنے لگا "مجھ کو اُس رات کے واقعات بتاؤ۔ تاکہ مجھے معلوم ہو جائے۔ کہ کیا بات ہے" لڑکی نے جواب دیا "ابھی وقت نہیں ہے۔ جاؤ۔ اور ضیافت کے واسطے جو چیزیں ضروری ہیں لے آؤ۔ نوجوان وہ

چیزیں لے آیا۔ اور لڑکی کے حوالے کر کے کہا "اب تو میں چیزیں خرید لایا ہوں۔ مجھے بتاؤ۔" لڑکی نے کہا "اب مہمان کے آنے کا وقت ہے۔ میں نہیں بتا سکتی۔ میں تم کو رفتہ رفتہ بتا دوں گی۔" جب غضنفر آغا آیا۔ نوجوان نے لڑکی کو اطلاع دی۔ وہ کہنے لگی "جاؤ اُس کا استقبال کرو۔ اور اُس کو راستہ دکھلا کر یہاں لے آؤ۔" نوجوان نے اپنے دل میں کہا "یہ بلا وجہ نہیں۔ لیکن انتظار کرو۔ ہم دیکھ لینگے۔" وہ ادب سے اُس کے آگے آگے ہو گیا۔ اور وہ گھر میں داخل ہوا۔ اور لڑکی کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اس کے بعد کھانا آیا۔ اور وہ کھاتے اور شراب پیتے رہے۔ اور شام تک رنگ رلیاں کرتے رہے۔ پھر لڑکی نے نوجوان کو بلایا۔ جب وہ اندر آیا۔ تو وہ کہنے لگی "خبردار غضنفر آغا کو آج شام کو جانے نہ دینا۔" نوجوان نے کہا "کیا وجہ ہے کہ تم اُس کو جانے نہیں دیتیں؟" لڑکی نے جواب دیا "میں تم کو پھر بتا دوں گی۔" نوجوان نے اپنے دل میں کہا "میں آج رات تم دونوں کو قتل کر ڈالوں گا۔" اور اور وہ باہر گیا۔ جب شام ہوئی۔ غضنفر آغا نے چلے جانے کی اجازت مانگی۔ لیکن نوجوان اُس کو جانے نہ دیتا تھا۔ جب غضنفر آغا نے دیکھا۔ کہ وہ جانے نہیں دیتا۔ وہ ٹھہر گیا۔ اور غلام اس کے واسطے ایک صاف رضائی اور بسترہ لے آئے۔ اور بستر کر دیا۔ اور غضنفر آغا لیٹ گیا۔ نوجوان لڑکی کے پاس لیٹ گیا۔ مگر وہ نہ سویا۔ تاکہ لڑکی کو دیکھتا رہے۔ جب آدھی رات ہوئی۔ لڑکی اٹھی۔ نوجوان نے اُس کو دیکھا۔ مگر اس نے آواز نہ نکالی۔ اس لڑکی غضنفر آغا کے بالکل قریب چلی گئی۔ اب نوجوان سے صبر نہ ہو سکا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا۔ اور لڑکی کو بڑے غصے سے کہنے لگا "تو وہاں کیا کرتی ہے؟" لڑکی نے دیکھا کہ نوجوان غضب آلود ہو کر بول رہا ہے۔ اس نے

اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور اس کو ایک طرف لے گئی۔ کہا "میں غنیمت آنا کو فرض کرتی ہوں۔" نوجوان نے کہا "اس کی کیا وجہ ہے؟" لڑکی نے جواب دیا "اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ میں اس ملک کے بادشاہ کی لڑکی ہوں۔ یہ نوجوان قصاب کا شاگرد تھا۔ ایک روز جب میں حمام کو جا رہی تھی۔ میں نے اس نوجوان کو دیکھا۔ مجھے اس سے عشق ہو گیا۔ اور میرا طائر دل اس کی محبت کے دام میں گرفتار ہو گیا۔ آرام کافور ہو گیا۔ کسی کل مجھے چین نہ آتا تھا۔ جب میں نے دیکھا۔ کہ کوئی چارہ نہیں۔ بلا ملے گذارا نہیں۔ پس میں نے اس کو روپیہ کے زور سے منگوایا۔ بعض اوقات میں اس کے گھر چلی جاتی تھی۔ اور بعض اوقات اس کا بھیس بدلوا کر اپنے محل میں بلوا لیتی تھی۔ ایک رات میں بھیس بدلوا کر اس کے گھر گئی۔ کیا دیکھتی ہوں۔ کہ ورنے میں بیٹھا ایک چڑیل سی رنڈی کے ساتھ گفتگو کر رہا ہے دیکھتے ہی تن بدن میں آگ لگ گئی۔ غصہ میں دونوں کو برا بھلا کہا۔ اس وقت نوجوان کے پاس خنجر تھا۔ بے رحم کافر نے بہت سے زخم لگائے اور مجھے مردہ خیال کر کے تابوت میں ڈال دیا۔ اور مجھے آدمیوں کے ساتھ بھیجدیا۔ جو مجھے اس قبر میں رکھ آئے۔ جہاں تو نے دیکھا تھا۔ حمد و ثنا خدا کے لئے ہے۔ اب تک میرا وقت نہ آیا تھا۔ تو میرے پاس خضر کی طرح آیا۔ اب اس کو قتل کر ڈالو۔" نوجوان نے کہا "میں اس کو قتل کر ڈالوں گا۔ کیا تم شریعت اور اللہ کے حکم کے موافق میرے ساتھ شادی کر لو گی؟" اس نے جواب دیا "میں تیرے ساتھ شادی کروں گی۔ لیکن فدیہ کی مجھ سے بھی زیادہ خوبصورت بیوی ہے۔ میں وہ تجھے دلوا دوں گی۔" تب نوجوان نے اسے مار کر قتل کر دیا۔ لڑکی نے کہا "صبح کو میرے باپ کے پاس جاؤ۔ اور اس کو خوشخبری دو۔ اور آج رات جا کر اس نوجوان کا تمام مال و اسباب لے آؤ۔" نوجوان نے کہا "کل صبح کو تمہارے

باپ یہ چیزیں لے آئیگا۔" جب صبح ہوئی۔ نوجوان گیا۔ اور بادشاہ کو خوشخبری سنائی۔ بادشاہ نے کنیزکیں بھیجیں۔ جو شاہزادی کو محل میں لیگئیں۔ جب اُس کی والدہ نے اُس کو بخیر و عافیت دیکھا۔ تو وہ خوش ہوئی۔ بادشاہ نے غضنفر آغا کی جائداد اور مال و اسباب ضبط کر کے نوجوان کو عطا فرمایا۔ لیکن نوجوان مال و متاع اور جائداد کو کیا کرتا۔ وہ لڑکی کی تمنا رکھتا تھا۔ بادشاہ کے وزیروں نے کہا "بادشاہ سلامت بہتر ہے کہ تم لڑکی نوجوان کو دیدو"۔ بادشاہ نے کہا "میری خواہش بھی یہی ہے کیونکہ جب میری لڑکی غائب ہوگئی تھی۔ میں نے دل میں عہد کیا تھا۔ کہ جو شخص لاکر ملائیگا۔ لڑکی کو اُس کے حوالے کردونگا۔ لیکن لڑکی کی یہ خواہش نہیں"۔ وزیروں نے کہا "ہمارے بادشاہ ہماری لڑکیاں آپ کی ہیں۔ اس نوجوان کے حال پر رحم فرمائیں۔ اور جو لڑکی چاہیں۔ اس کو دیدیں"۔ بادشاہ نے کہا "میں ایک تجویز کرونگا"۔ وہ گیا اور لڑکی کی والدہ کے ساتھ تذکرہ کیا۔ اور بادشاہ بیگم نے بمشکل اپنی لڑکی کو سمجھایا۔ اور پھر بادشاہ کو صورت حال سے اطلاع دی۔ انہوں نے اسی ساعت شادی رچائی۔ اور بادشاہ نے نوجوان کو اپنے وزیروں میں داخل کر لیا۔ اور وہ مدت تک خوش وخرم رہتے تھے"۔

"اے بادشاہ میں نے آپ کو یہ داستان اس لئے سنائی ہے۔ کہ آپ کو معلوم ہوجائے بلکہ آپ کا بیٹا نصیحت کو نہیں مانیگا۔ بلکہ تمہاری جان لینے کا قصد رکھتا ہے۔ چونکہ اس جوتیاں گانٹھنے والے نوجوان نے دلی کی نصیحت پہ عمل کیا۔ اس کو عزت و جاہ ملا۔ اور قصاب کے شاگرد نے اپنی مربیہ شاہزادی کو زخمی کیا۔ اسی کا پھل ملا۔ اگر شاہزادی اس کو قتل نہ کرتی۔ تو وہ اس کو دنیا کے سامنے ذلیل و رسوا کرتا۔ اے بادشاہ آپ بھی اس داستان سے مستفید ہوں۔ خبردار اُس احمق نوجوان کو

زندہ نہ رہنے دو۔ بلکہ قتل کر ڈالو۔ ورنہ تم پچھتاؤ گے۔" جب بادشاہ نے ملکہ سے یہ داستان سنی۔ اُس نے کہا۔ میں کل صبح اس کو قتل کر ڈالونگا۔ اور وہ بستر استراحت پر چلے گئے۔

جب صبح ہوئی۔ اور آفتاب نمودار ہوا۔ جس طرح کہ اس مہربانی کا ظہور ہوا۔ جو شاہزادی نے قصاب کے شاگرد پر شفقت کی تھی۔ اور دنیا بھی روشنی سے منور ہو گئی۔ بادشاہ محل سے نکل کر تخت پر جلوہ افروز ہوا۔ اور اُس نے شاہزادے کو بلایا۔ اور جلاد کو حکم دیا۔ اس کا سر قلم کر دو۔ انیسواں وزیر آگے بڑھا۔ اور کہنے لگا۔ جہاں پناہ اس معاملہ میں شتاب زدگی نہ کریں۔ عقبے کا خیال فرمادیں۔ اور شریعت کو مد نظر رکھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے۔ خدا تعالے بیشک اُس شخص کو دانا بنا دیتا ہے۔ جس کا وہ بھلا کرنا چاہتا ہے۔ اس مقدس حدیث کے رو سے بادشاہ کے واسطے یہ مناسب ہے کہ وہ خدا کی حدود سے تجاوز نہ کرے۔ سچ یہ ہے۔ کہ اس معاملہ میں شاہزادہ بے گناہ ہے۔ اے بادشاہ انسان کو بیٹا کب حاصل ہو سکتا ہے۔ اپنے شاہزادے کو قتل نہ کرو۔ ورنہ تم کو اپنے بیٹے کا سخت صدمہ ہوگا۔ اور انجام کار تم اُس کو برداشت کرنے کے ناقابل نہ ہوگے۔ اس کے مناسب ایک داستان ہے۔ اگر بادشاہ اجازت دے۔ تو میں اُس کو بیان کروں گا۔ بادشاہ نے کہا۔ "بیان کرو۔ ہم سننا چاہتے ہیں۔" وزیر نے کہا +

انیسویں وزیر کی داستان

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ابتدا میں جوہری تھے۔ ایک روز وہ

تجارتی کاروبار کی غرض سے ایک بادشاہ کے پاس مال فروخت کرنے گئے۔ وزیر نے کہا: "آج ہم ایک جگہ تماشہ دیکھنے جائینگے۔ آپ بھی ہمارے ہمراہ چلیں۔" اس نے جواب دیا "ہاں میں بھی چلا جاؤں گا۔" جب وزیر اور بادشاہ اپنے بادپیماؤں پر سوار ہو گئے۔ خادم ان کے واسطے بھی ایک گھوڑا لے آئے۔ وہ سب دروازے سے باہر نکل کر ایک میدان میں آئے۔ انہوں نے دیکھا۔ کہ اس میدان کے وسط میں ایک سفید شامیانہ ہے۔ جس کا گنبد سر بفلک نظر آتا تھا۔ سب اس شامیانے کے قریب گئے۔ اور گھوڑوں سے اتر پڑے۔ دوسری طرف سے چند لوگوں کی ایک جماعت آئی۔ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے دیکھا۔ کہ یہ علماء ومشائخ کی ایک جماعت ہے۔ جن کے پاس رحلیں اور قرآن شریف ہیں۔ وہ اس شامیانے میں داخل ہو کر خوش الحانی سے قرآن شریف کی تلاوت کرنے لگے۔ پھر وہ باہر نکلے۔ اور اس گنبد کے گرد تین چکر لگائے۔ اور پھر دروازے پر کھڑے ہو کر کہنے لگے "اے بادشاہ اگر قرآن شریف کی تلاوت سے تمہاری روح کو نجات ہوتی۔ تو ہم سب شب و روز تلاوت کرتے۔ مگر یہ اس احکم الحاکمین کا حکم ہے۔ جس کے حکم کے آگے اطاعت اور صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں۔" اور یہ کہکر وہ چلے گئے۔ ان کے بعد سفید ریش نورانی چہرہ اور درویش آئے۔ وہ تسبیح اور دعائیں پڑھتے ہوئے اس گنبد کے گرد تین مرتبہ گھومے۔ اور پھر دروازے پر کھڑے ہو کر کہنے لگے "اے بادشاہ ہم کیا کر سکتے ہیں! اگر تسبیح دعا سے تمہاری روح کو نجات ہوتی۔ تو ہم سب تسبیح اور دعا میں مشغول رہتے یہ اس احکم الحاکمین کا حکم ہے۔ اور اس سے سوائے رضی برضا کے کوئی چارہ نہیں" یہ کہکر وہ چلے گئے۔ ان کے بعد بہت

سی ماہرو نو عمر لڑکیاں آئیں جن میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں سونے کی ایک رکابی تھی۔ ان رکابیوں میں انواع و اقسام کے جواہرات بھرے ہوئے تھے۔ انہوں نے گنبد کے گرد تین چکر لگائے۔ اور پھر دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگیں "اے بادشاہ ہم کیا کر سکتی ہیں؟۔ اگر تمہاری روح کو دولت دینے سے نجات ہوتی تو ہم یہ جواہرات دیدیتیں۔ اور ہم خود غلام بن جاتیں۔ لیکن کیا فائدہ؟ یہ اس قادر مطلق کا حکم ہے۔ اور اس کو ایسی چیزوں کی ضرورت نہیں۔ اس حکم سے سوائے صبر کے کوئی گریز نہیں" یہ کہکر وہ چلی گئیں۔ ان کے بعد ایک بے شمار سپاہ آئی۔ جو صف بستہ ہو کر اس گنبد کے گرد کھڑی ہو گئی۔ اور کہنے لگی "اے بادشاہ اگر تمہاری روح کو لڑائی سے نجات ہوتی۔ تو ہم شب و روز آپ کی حمایت کے واسطے لڑتے۔ لیکن کیا فائدہ؟ یہ اس قادر مطلق کا حکم ہے۔ بس سوائے صبر و رضا کے کوئی چارہ نہیں" یہ کہکر سپاہی چلے گئے۔ ان کے بعد شاہزادے کا باپ۔ وزیر اور امیر آئے۔ اور انہوں نے اس گنبد کے گرد تین مرتبہ چکر لگائے اور پھر دروازے پہ کھڑے ہو گئے۔ بادشاہ نے کہا "نور چشم لخت جگر اگر تیری روح کو علم سے نجات ہوتی۔ تو میں تیری عالموں کے ذریعہ سے مدد کرتا۔ یا اگر داد و دہش اور سخاوت سے حاصل ہوتی تو میں خزانہ لٹا دیتا اور اگر زور سے تو میں اپنی تمام سپاہ جمع کر لیتا۔ اور اس کو جنگ کر کے حاصل کرتا۔ لیکن کیا فائدہ؟ یہ خدا کا حکم ہے۔ اس کو کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ اس کے فیصلہ پہ راضی اور شاکر ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں" وہ زار و قطار رونے لگا۔ اور سب وزیر اور امیر بھی رونے لگے جب حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باتیں دیکھیں تو انہوں نے ضعیفہ سے

پوچھا۔ "یہ کیا معاملہ ہے؟" وزیر نے جواب دیا "کہ ہمارے بادشاہ کا ایک بیٹا تھا۔ وہ حسن میں یوسف ثانی اور لکھنے پڑھنے میں طاق اور شاہسواری میں اس کا کوئی نظیر نہ تھا۔ چونکہ وہ بادشاہ کا اکلوتا بیٹا تھا بادشاہ کو اس سے بہت محبت تھی۔ ایک روز موت نے اُس کو آلیا۔ وہ ابدالآباد میں چلا گیا۔ مایوسی وگریہ زاری کے بعد چونکہ حکم ربی سے سوائے صبر کے کوئی چارہ نہ تھا۔ اس کو اس گنبد میں دفن کر دیا گیا۔ اب بادشاہ کا معمول ہے کہ سال میں ایک مرتبہ اس قبر کی اس طرح زیارت کی جاتی ہے۔" جب حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے وزیر سے یہ الفاظ سنے۔ تو ان کے دل سے دولت ومال جمع کرنے کا خیال بالکل مٹ گیا۔ اور وہ درویش بن کر گدائی کا خرقہ زیب تن کیا۔ اس دن سے پیشہ سوداگر ترک کیا۔ اب اس کا نام جس تعظیم سے لیا جاتا ہے وہ آپ کو معلوم ہے۔" "اے بادشاہ میں نے یہ حکایت اس لئے سنائی ہے کہ آپ کو معلوم ہو جائے۔ کہ بیٹوں کا غم بہت سخت ہوتا ہے۔ اب تک تو آپ کو محسوس ہی نہیں ہوا۔ اور خدائے تعالےٰ آپ کو اپنے بیٹے کا دکھ نہ دکھائے۔ اے شاہ شاہزادے کو قتل نہ کریئے۔ ورنہ بعد میں آپ تا مرگ پچھتائینگے۔ افسوس کرینگے"۔ وزیر نے اس روز کے واسطے شاہزادہ کی جان بخشی چاہی۔ جب بادشاہ نے وزیر سے یہ داستان سنی۔ تو اُس کے دل میں رحم آیا۔ شاہزادہ کو قید خانہ میں بھیج دیا۔ اور خود شکار کو چلا گیا +

جب شام ہوئی۔ بادشاہ محل میں واپس آگیا۔ ملکہ پھر اُس کو سلام کرنے کے واسطے اٹھی۔ بادشا ملکہ کے پاس بیٹھ گئے۔ کھانے کے بعد ملکہ نے شاہزادے کا حال پوچھا۔ بادشاہ نے کہا "آج بھی میرے فلاں وزیر نے اس کی سفارش کی تھی۔ اور میں نے اس کو قید خانہ میں

بھیجدیا ہے۔" ملکہ نے کہا اے بادشاہ آپ میری نصیحت پر کیوں عمل نہیں کرتے۔ اور اپنی سمجھ سے کیوں کام نہیں لیتے۔ کیا تم نے یہ الفاظ نہیں سنے۔ جو لوگوں نے لاپرواؤں کے متعلق کہے ہیں۔ جو شخص اپنی عقل پر فخر کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ ذلیل ہوتا ہے۔" عقلمندوں نے کہا ہے کہ آٹھ چیزیں آدمی کو رسوا و ذلیل کرتی ہیں۔ پہلے یہ کہ کسی جگہ میں بغیر بلائے کھانا کھانے چلے جائیں۔ دوسرے یہ کہ کسی میاں بیوی کے معاملہ میں دخل دیں۔ تیسرے یہ کہ ہر ایک شخص کی بات کو سنیں۔ چوتھے یہ کہ بادشاہ کی ہتک کریں۔ پانچویں یہ کہ کسی بڑے آدمی سے بے ادبی کریں۔ چھٹے یہ کہ ان لوگوں سے گفتگو کریں۔ جو غرور سے بات کو نہ سنیں۔ ساتویں یہ کہ لالچی اور لاپرواہ آدمی سے رعایت مانگی جائے۔ اور آٹھویں یہ کہ دشمن کے دروازے پہنچ جائیں۔ اے بادشاہ اب وزیر آپ کے میرے معاملہ میں دخل دیتے ہیں۔ جو کچھ وہ کہیں آپ اس پر عمل نہ کریں۔ شائد حضور نے بوڑھے باغبان اور اس کے بیٹے کی داستان نہیں سنی۔" بادشاہ نے کہا "اچھا سناؤ" ملکہ نے کہا۔

ملکہ کی انیسویں داستان

قدیم زمانہ میں ایک بوڑھے باغبان نے اپنے بیٹے کو تو گھوڑے پر سوار کیا اور خود پیادہ پا ہوا۔ راستہ میں اُس کو چند آدمی ملے۔ جنہوں نے کہا "اس بوڑھے کو دیکھو۔ اس نے لڑکے کو کیوں گھوڑے پر سوار کیا ہے۔ اور خود ساتھ ساتھ دوڑا جاتا

ہے" جب بوڑھے نے یہ بات سنی۔ اس نے لڑکے کو اتار دیا۔ اور خود گدھے پر سوار ہو گیا۔ پھر آگے اور آدمی ملے۔ انہوں نے کہا۔ اس سنگدل بوڑھے آدمی کو دیکھو۔ وہ خود تو گدھے پر سوار ہے اور بیچارے لڑکے کو پیدل چلا رہا ہے" جب بوڑھے نے یہ بات سنی۔ اس نے لڑکے کو اپنے آگے بٹھلا لیا۔ پھر جو آگے آدمی ملے۔ انہوں نے ان دونوں کو گدھے پر سوار دیکھ کر کہا۔ "اس بوڑھے کو تو دیکھو اس نے لڑکے کو اپنے سامنے بٹھایا ہے" بوڑھے نے یہ سنکر لڑکے کو اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ اور چلدیا۔ آگے اور آدمی ملے۔ انہوں نے دیکھکر کہا" اس بوڑھے پاجی کو دیکھو۔ اس نے اپنے لڑکے کو پیچھے بٹھایا ہے" بوڑھا حیران کہ کیا کرے۔ پس اس نے اپنے لڑکے کو گدھے سے اتارا۔ اور خود بھی اتر آیا۔ اور گدھے کو اپنے آگے کر لیا۔ یہ دونوں پیدل جا رہے تھے۔ کہ آگے اور آدمیوں نے دیکھکر بڈھے کو کہا۔ کہ کیا احمق آدمی ہے۔ کہ سواری موجود اور پھر پیدل جا رہا ہے۔ اور ساتھ میں بیچارے لڑکے کو بھی پیدل گھسیٹ رہا ہے۔ اتنے میں یہ دونوں منزل مقصود پہ پہنچ گئے۔ اب اے بادشاہ میں نے یہ داستان اس لئے سنائی ہے۔ کہ دنیا میں کوئی شخص بھی لوگوں کی زبان سے بچ نہیں سکتا۔ ہر ایک شخص اپنی اپنی ہانکتا ہے۔

"اے بادشاہ تم بھی کسی کے کہنے پر نہ رہو۔ اس نوجوان سے تم کو کوئی فائدہ حاصل نہ ہو گا" جب بادشاہ نے ملکہ سے یہ داستان سنی۔ اس نے کہا۔ کل صبح کو میں اسے قتل کر ڈالوں گا" یہ کہکر بستر استراحت پر چلا گیا۔

جب صبح ہوئی۔ بادشاہ محل سے نکل کر اپنے تخت پر جلوہ افروز

ہوا۔ اور اس نے شاہزادے کو بلا جلاد کو حکم دیا "کہ اس کا سر قلم کر دو۔"

بیسواں وزیر آگے بڑھا اور کہنے لگا "شاہنشاہ عالم پناہ میں آپ کو ایک نیک صلاح دیتا ہوں۔ جتنے وزیروں نے آپ کے سامنے داستانیں بیان کی ہیں۔ آپ کے خیر خواہ ہیں۔ خدا کے سچے اور مقدس پیغمبر نے کہا ہے "جو شخص خدا اور روز قیامت پر یقین کرتا ہے۔ جب وہ کسی چیز کو دیکھے تو اس کو چاہئے۔ کہ اچھی بات نکالے ورنہ خاموش رہے" اب آپ کے معاملہ میں آپ کے واسطے بہترین امر یہ ہے۔ جیسا آپ کے تمام وزیر کہتے ہیں۔ کہ "آپ اس شاہزادے کو قتل نہ کریں" میں بھی کہتا ہوں۔ کہ آپ صبر کریں ورنہ اس کا انجام حسرت اور پشیمانی ہوگی۔ شائد آپ نے ایک بادشاہ کی داستان نہیں سنی۔ بادشاہ نے کہا "اچھا سناؤ" وزیر بیان کرنے لگا۔

بیسویں وزیر کی داستان

قدیم زمانہ میں ایک بادشاہ تھا۔ ایک روز جب وہ شکار کھیل کر واپس آ رہا تھا۔ اس نے ایک درویش کو راستہ کے پاس بلند آواز کے ساتھ کہتا ہوا سنا "میرے پاس ایک نصیحت ہے۔ اور جو شخص مجھے ایک ہزار اشرفی دیگا۔ اس کو یہ نصیحت دونگا" جب بادشاہ نے یہ الفاظ سنے۔ اس نے اپنے گھوڑے کو روک کر درویش سے کہا "وہ نصیحت کیا ہے؟" درویش نے کہا۔ "اشرفیاں لا کر مجھے دیدو۔ میں نصیحت بتا دونگا۔ بادشاہ کے

حکم سے ایک ہزار اشرفیاں گن کر درویش کی جھولی میں ڈال دیں۔ درویش نے کہا "اے بادشاہ وہ نصیحت یہ ہے۔ کہ انسان جب کوئی کام کرے تو اس کام کا انجام سوچ لے" جو امیر اس وقت موجود تھے۔ یہ الفاظ سنکر ہنسے اور کہنے لگے "یہ تو ہر شخص جانتا ہے" لیکن بادشاہ نے ان کے کہنے پر کچھ خیال نہ کیا۔ اور درویش کی نصیحت سے بہت خوش ہوا۔ اور حکم دیا۔ کہ اس کو محل کے دروازے پر کندہ کرا دیا جائے۔ اور اس نیک نہاد پادشاہ کا ایک دوسرا بادشاہ سخت دشمن تھا۔ حریف اُس وقت موقع کا منتظر رہتا تھا۔ مگر اُس کو سوائے اس تدبیر کے اور کچھ نہ بن پڑی۔ اور یہ اپنے دل میں کہنے لگا "کہ بادشاہ کے حجام کے پاس چل کر اس کو دنیاوی لالچ دوں۔ کہ بادشاہ کو ہلاک کر ڈالے۔ اس نے حجام کو زہر میں بجھا ہوا نشتر اور دس ہزار اشرفیاں دیں۔ حجام لالچی تھا۔ اس نے وعدہ کیا کہ جب بادشاہ کو فصد کرانیکی ضرورت ہوگی تو اس نشتر سے فصد کھول دونگا۔ اتفاق سے بادشاہ بیمار ہوا۔ اور اُسنے حجام کو بلا بھیجا کہ فصد کھول جائے۔ یہ سنکر حجام وہی زہر میں بجھا ہوا نشتر لے کر چلا گیا۔ غلاموں نے ایک ظرف خون کے لئے بادشاہ کے سامنے لا رکھا۔ جس میں حجام نے ظرف کے کنارے پر لکھا ہوا دیکھا۔ کہ "جب تم کوئی کام کرنا چاہو۔ تو اس کے انجام کو سوچو" وہ حجام یہ الفاظ لکھے دیکھتے ہی اپنے دل میں کہنے لگا۔ میں اب بادشاہ کی اس نشتر سے فصد کرنے کو ہوں۔ اور بے شک وہ اس سے ہلاک ہو جائیگا۔ پھر مجھے وہ لوگ زندہ نہ چھوڑیں گے انجام کار قتل کر ڈالیں گے۔ جب میں ہی مر جاؤں گا۔ تو یہ اشرفیاں میرے کس کام آئینگی۔ اس نے اس نشتر کو علیحدہ خلنے

میں رکھدیا۔ اور بادشاہ کی فصد کے واسطے ایک اور نشتر نکالا۔ جب اس نے دوبارہ ہاتھ ڈالکر دوسرا نشتر نکالا۔ تو بادشاہ نے کہا "پہلی ہی نشتر سے کیوں فصد نہیں کرنا ؟" حجام نے کہا "اے بادشاہ اس کی نوک پہ کچھ زنگ سا تھا" بادشاہ نے کہا "میں نے اس کو دیکھ لیا ہے۔ یہ خزانہ شاہی کا نشتر نہیں۔ ضرور کوئی راز ہے۔ مجھے جلد بتا۔ ورنہ ابھی قتل کر ڈالونگا" جب حجام نے بادشاہ کے اصرار کو دیکھا۔ اس نے اول سے آخر تک تمام داستان کہہ سنائی۔ اور کہا ظرف پہ جو عبارت لکھی تھی۔ اس کو دیکھکر میں نے اپنی نیت بدل دی۔ بادشاہ نے حجام کو خلعت فاخرہ دیا۔ اور اس کے پاس وہ اشرفیاں بھی رہنے دیں۔ جو اس کے دشمن نے دی تھیں۔ اس وقت بادشاہ نے کہا۔ کہ "درویش کی نصیحت ایک ہزار اشرفی کی نہیں۔ بلکہ ایک لاکھ اشرفی کی ہے"

بادشاہ سلامت میں نے آپ کو یہ داستان اس لئے سنائی ہے کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ اسی طرح کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ درویش نے نصیحت کی تھی یعنی "جو کام کرو اس کا انجام سوچ کر کرو۔" اگر تم شاہزادے کو قتل کر ڈالو گے آخر پچھتاؤ گے۔ باقی سب کچھ بادشاہ کو معلوم ہے۔ اور اس نے شاہزادے کی سفارش کی۔ چنانچہ بادشاہ نے وزیر کی سفارش منظور کر کے شاہزادے کو قید خانہ میں بھیجدیا اور سوار ہو کر شکار کو چلا گیا۔

جب شام ہوئی تو بادشاہ شکار سے واپس ہو کر محل میں آیا۔ کھانے کے بعد ملکہ نے پھر نوجوان کا حال پوچھا۔ بادشاہ نے کہا "آج میرے فلاں وزیر نے اس کے واسطے سفارش کی۔

یہی وجہ ہیں سے اس کو قید خانہ بھیجدیا ہے۔" ملکہ نے کہا "اے بادشاہ سنا گیا ہے کہ لطیفہ ناموں نے کہا تھا۔ "بادشاہوں کے واسطے چار چیزیں مضر ہیں۔ پہلے یہ کہ اس کے اراکین سلطنت غافل ہوں۔ دوسرے یہ کہ وزیر حاسد ہو۔ تیسرے یہ کہ کمینے دربار میں بار پائیں۔ اور چوتھے یہ کہ وزیر کوتاہ عقل ہوں۔" داناؤں نے کہا ہے "امیروں۔ وزیروں میں کوئی دوستی نہیں ہوتی۔ جھوٹوں میں وفاداری نہیں ہوتی۔ حاسدوں کو آرام نہیں۔ لاپرواؤں میں فیاضی نہیں ہوتی۔ اور بدطینت کے دل میں کسی کی عظمت نہیں ہوتی۔ اے بادشاہ سچ جانیئے یہ وزیر آپ کے بیٹے کی طرح جھوٹے اور بدطینت ہیں۔ ان کی باتوں پر یقین کرنا سراسر نادانی ہے۔ حماقت کی نشانی ہے۔ اس شاہزادے کی داستان بالکل ترکمان کے بیٹوں سے مشابہ ہے۔" بادشاہ نے کہا "وہ داستان بیان کرو ہم سنتے ہیں۔" ملکہ نے کہا:

ملکہ کی بیسویں داستان

ایک روز چند ترکمان اپنے خیمہ گاہ سے کسی شہر میں گئے۔ شہر سے خیمہ گاہ کی طرف واپس آ رہے تھے۔ کہ ان کو بھوک بڑی شدت سے لگی۔ جب وہ اپنے خیموں کے قریب آ پہنچے۔ تو انہوں نے ایک چشمے کے قریب بیٹھکر پیاز سے روٹی کھائی۔ پیاز کا عرق جو ان کی آنکھوں میں جا پڑا۔ اس کی تاثیر کے سبب سے ان کی آنکھوں میں سے آنسو نکلنے لگے۔ ان کے بچے بھی کھیلتے ہوئے یہاں آ نکلے۔ بچوں نے دیکھا۔ کہ ان کے باپوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔

تو انہوں نے خیال کیا۔ کہ کوئی شخص شہر میں مرگیا ہے۔ پس دوڑے دوڑے خیمہ گاہ میں واپس آئے۔ اور اپنی ماؤں سے کہنے لگے "ہم میں سے کوئی آدمی مرگیا ہے۔ کیونکہ ہمارے والد روتے ہوئے واپس آ رہے ہیں۔ اس خیمہ گاہ کے تمام بچے اور عورتیں روتی ہوئیں ان کا استقبال کرنے کو آئیں۔ ترکمان جو شہر سے واپس آ رہے تھے۔ انہوں نے خیال کیا۔ کہ اُن کا کوئی آدمی خیمہ گاہ میں مرگیا ہے ان کو ایک دوسرے کی خبر نہ تھی۔ سب نے زور زور سے رونا شروع کیا۔ اور ایسا نالہ و بکا رکیا کہ جس کو معرض تحریر میں نہیں لا سکتے سب کے سب کہنے لگے "خدا کرے تم سب سلامت رہو۔ یہ خدا کا حکم ہے۔ سوائے صبر کے کوئی چارہ نہیں" ترکمان جو شہر سے آئے تھے۔ انہوں نے پوچھا "کہ خیمہ گاہ میں کون مرگیا ہے" انہوں نے جواب دیا "خیمہ گاہ میں کوئی آدمی نہیں مرا۔ شہر میں کون مرا ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ شہر میں کوئی نہیں مرا" پھر ہم کس واسطے آہ و بکا کر رہے ہیں" آخر ان کو معلوم ہو گیا۔ کہ یہ آہ و بکا اور شور و غوغا اس واسطے ہو رہا ہے۔ کہ انہوں نے بچوں کی بات پر اعتبار کیا تھا"

اے بادشاہ میں نے یہ داستان اس لئے سنائی ہے۔ کہ آپ کو معلوم ہو جائے۔ نادانوں کی بات پر عمل کرنے سے خواہ مخواہ کی خفت حاصل ہوتی ہے۔ میں یہ جانتی ہوں۔ کہ اگر آپ اس نوجوان کو قتل نہ کرینگے۔ تو نتیجہ اچھا نہ ہوگا" بادشاہ نے ملکہ سے یہ باتیں سنکر کہا "کل میں اس کو قتل کر ڈالوں گا" اور بستر استراحت پر چلے گئے۔

جب صبح ہوئی۔ بادشاہ تخت پر جلوہ افروز ہوا۔ اور جلاد کو حکم دیا کہ شاہزادے کا سر قلم کر دو۔ اکیسواں وزیر آگے بڑھا۔ اور کہنے

لگائے شاہ عالم پناہ۔ کل میں ایک کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اس میں یہ لکھا ہوا تھا۔ ہندوستان میں ایک بڑا بادشاہ تھا۔ اس کے زمانہ میں دانشمندی کے مقولوں پر مشتمل ایک کتاب لکھ کر مصنف کتاب کو تین اونٹوں پر لاد کر بادشاہ کے پاس لایا۔ بادشاہ نے کتاب کو دیکھکر کہا۔ اس کتاب کا خلاصہ تیار کرو۔ تاکہ میں اس کا مطالعہ کر سکوں"۔ تب ہندوستان کے تمام داناؤں نے جمع ہو کر کتاب سے ضروری نصیحتوں کو جمع کیا۔ ایک کتاب تیار کر دی۔ بادشاہ اس کتاب کو پڑھکر نہایت خوش ہوا۔ خلاصہ اس کتاب کا یہ تھا۔ کہ بادشاہ دنیا کے دھوکہ میں آکر مغرور نہ ہو۔ کیونکہ دنیا ایک حسین عورت کی طرح سلوک کرتی۔ اور انسانوں کو اپنی چھاتی پر کھلاتی ہے۔ اور جب وہ سو جاتے اور غافل اور بے پرواہ ہو جاتے ہیں۔ وہ یکایک ان کو قتل کر دیتی ہے۔ جب تم کو یقیناً یہ معلوم ہو گیا۔ کہ دنیا ایسی ہے۔ اگر یہ تمہارے پاس آئے۔ تو اس سے بچتے رہو۔ تاکہ تم سرسبز اور صاحب اقبال ہو جاؤ۔ اور جب کماؤ اس کو اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ کر ڈالو۔ اور بے انصافی سے پرہیز کرو۔ اور فیاضی اور سخاوت میں ناموری پیدا کرو۔ اور طمع کو چھوڑ دو۔ دنیا کا نور ظلمت ہے۔ اس کی ہستی فنا ہونے والی ہے۔ ہمیشہ اس سے بچنے کی کوشش کرتے رہو۔ اور ناجائز دولت جمع کرنیکا لالچ نہ کرو۔ کیونکہ یہ تمہارے ہاتھ سے جاتی رہیگی۔ اور تم کو افسوس ہوگا۔ جائز طور پر دولت جمع کرنے کی کوشش کرو۔ اور اس کو اچھے کاموں میں صرف کرو۔ اور حتے المقدور لوگوں میں انصاف کرو۔ تاکہ تمام دنیا کے لوگ تم سے محبت کریں۔ اور تم خدا تعالےٰ کے عتاب سے بچے رہو۔ اور عقبےٰ کے واسطے اپنے ایمان کی حفاظت کرو۔ عورتوں سے

محبت نہ کرو۔ اور ان کو اپنے راز نہ بتاؤ۔ عورتوں کے مکر میں نہ آؤ۔ گو وہ جسم میں کمزور ہیں۔ لیکن مکروفریب میں قوی ہیں۔“ یہ نصیحتیں بہت عمدہ ہیں۔ لہذا بادشاہ کو لازم ہے کہ ان کو مدنظر رکھے۔ اور داناؤں کا یہ قول درست ہے۔ کہ عورتیں جسم میں کمزور۔ لیکن مکروفریب میں قوی ہیں۔ شائد آپ نے نہیں سنا۔ کہ ایک بادشاہ اور ایک عورت کے ساتھ کیا واقع ہوا تھا۔ بادشاہ نے کہا ”وہ داستان سناؤ“ وزیر بیان کرنے لگا +

اکیسویں وزیر کی داستان

ایک بادشاہ تھا۔ اس کی ایک ایسی خوبصورت اور حسین بیوی تھی۔ کہ بہت سے آدمی اس کی زلف کے دام میں گرفتار تھے اس بیگم کا ایک نوجوان سے خفیہ تعلق تھا۔ اور وہ اس کو محل میں ایک صندوق میں چھپا رکھتی تھی۔ ایک روز اس نوجوان نے اس بیگم کو کہا ”اگر بادشاہ کو ہمارے اس کام کی خبر ہو جائے۔ تو وہ ہم دونوں کو قتل کر ڈالے“ ملکہ نے کہا ”اس خیال خام کو چھوڑ دو۔ میں تجھے صندوق میں چھپا کر بادشاہ سے کہہ سکتی ہوں ”کہ دیکھو اس صندوق میں میرا عاشق ہے“ اور جب بادشاہ تجھے قتل کرنے لگیگا۔ تو میں اس کو ایک لفظ کہکر نادم کر دونگی“ جب نوجوان اور ملکہ یہ باتیں کر رہے تھے۔ اسی اثنا میں بادشاہ آگیا۔ اور ملکہ نے فوراً نوجوان کو صندوق میں چھپا اس کو مقفل کر دیا۔ بادشاہ نے کہا ”تو نے اس صندوق کو اتنی عجلت سے کیوں مقفل کر دیا ہے۔ اس صندوق

میں گیا ہے!" ملکہ نے جواب دیا: "خدا کی قسم" اس میں میرا عاشق ہے۔ میں نے تم کو آتے ہوئے دیکھا۔ میں نے اس کو صندوق میں بند کر کے قفل لگا دیا" بادشاہ یہ سنکر غضبناک ہو گیا۔ اور شمشیر برہنہ کر کے اس شخص کو جو صندوق کی طرف قتل کرنے کے ارادے سے گیا۔ ملکہ نے کہا: "اے بادشاہ کیا آپ دیوانے ہیں؟ آپ کی عقل کہاں گئی ہے؟ کیا میں دیوانی ہوں۔ کہ ایک اجنبی کو آپ کے پلنگ پر آنے دوں اور پھر کہوں "دیکھو وہ اس صندوق میں ہے" سچ تو یہ ہے کہ میں حیران تھی۔ کہ آیا آپ کو میرے پر اعتماد ہے۔ اور میں نے آپ کی آزمائش کی۔ اور اب مجھکو معلوم ہو گیا ہے۔ کہ آپ میرے سے بدگمان ہیں" بادشاہ کو اپنے کئے کی ندامت ہوئی۔ اور ملکہ کی منت و سماجت کر کے کہنے لگا: "مجھے معاف کرو" یہ بات رفع دفع ہوئی۔ اور بادشاہ محل میں چلا گیا۔ ملکہ نے اس نوجوان کو صندوق سے نکالا۔ اور کہنے لگی: "تم نے دیکھا میں نے بادشاہ سے کیسا فریب کیا ہے" اور وہ رنگ رلیاں منانے لگے"

بادشاہ سلامت! میں نے یہ داستان اس لئے سنائی ہے۔ کہ آپ کو معلوم ہو جائے۔ کہ اس قسم کے مکر و فریب عورتوں میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ احتیاط کرو۔ شاہزادے کو ملکہ کے کہنے پر قتل نہ کرو۔ ورنہ آپ بعد میں پچھتائیں گے۔ اور بعد از وقت پچھتانے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔" اور اس نے ایک دن کے واسطے شاہزادے کی سفارش کی۔ جب بادشاہ نے وزیر سے یہ داستان سنی۔ شاہزادے کو قید خانہ میں بھیجدیا۔ اور خود سوار ہو کر شکار کے واسطے چلا گیا۔

جب شام ہوئی بادشاہ شکار سے واپس آ محل میں گیا۔ کھانے کے بعد ملکہ نے نوجوان کا پھر تذکرہ کیا۔ بادشاہ نے کہا: "آج بھی فلاں شخص نے

اُس کے واسطے سفارش کی۔ اور میں نے اُس کو قیدخانہ میں بھیجدیا۔"

ملکہ نے کہا: "اے بادشاہ یہ نوجوان بدپاجی ہے۔ اس کا حال بعینہٖ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کا سا ہے۔ جس کے متعلق خدا تعالےٰ نے حضرت نوحؑ سے فرمایا: "وہ تیرے کنبے میں سے نہیں بتحقیق یہ کام اچھا نہیں" (اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَہْلِکَ۔ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ) تو گویا اس سے یہ معلوم ہوا۔ کہ جو شخص اپنے باپ کے طریقے پر نہیں چلتا وہ حقیقی بیٹا کہلانیکا مستحق نہیں۔ پس جب دانا لوگ دوسروں میں کوئی عیب دیکھتے ہیں۔ تو اس کو چھپا دیتے ہیں۔ اور اگر وہ کسی عیب کو اپنے اندر دیکھتے ہیں۔ تو اس کو دور کر دیتے ہیں یہ پاجی اس کے برخلاف۔ شائید آپ نے ایک ابدال اور بادشاہ کی حکایت نہیں سنی۔ بادشاہ نے کہا: "اچھا سناؤ" ملکہ نے کہا کہ

ملکہ کی اکیسویں داستان

ایک بادشاہ کو شکار کا نہایت شوق تھا۔ تمام دن سیر و شکار میں مصروف رہتا۔ ایک روز اس بادشاہ نکتہ رس سخن سنج۔ شوقین مزاج کے ہمراہ کسی سادہ لوح بزرگ کے جانے کا اتفاق ہوا۔ اس بزرگ بیچارے نے کبھی تمام عمر ایسی صحبت نہ اٹھائی تھی۔ اثناء شکار میں بادشاہ نے یکہ باز اس کو دیا۔ اور کہدیا کہ جب ہم حکم دیں۔ باز کو شکار پر چھوڑ دینا۔ سے یہ باز اور اس کے پنجوں میں جو ڈوری بندھی ہوئی اُس کو اپنے انگوٹھے میں باندھ لے۔ بزرگ نے "بہت اچھا" کہہ باز لے لیا۔ اور خوب مضبوط جکڑ کر اپنے انگوٹھے میں ڈورا باندھ لیا۔

تھوڑی دیر ہی گذری ہوگی۔ کہ بادشاہ کی نظر ایک جانور پر پڑا۔ فوراً گھبرا کر اُس فقیر مرد سے کہا۔ باز کو چھوڑ۔ فقیر نے بموجب حکم باز کو ہاتھ سے جھٹکا دیا۔ باز نے پرواز کے لئے جست کی۔ مگر نیچے میں رسی بندھی ہوئی تھی۔ اڑتا کیونکر۔ آخر کار بہتیرا پھڑپھڑایا۔ مگر نہ اڑا گیا۔ بادشاہ نے اتنی دیر ہونے سے پر اس عجیب حرکت سے متنفر ہو کر غصہ کی آواز میں کہا۔ نادان شکاری ہاتھ سے چلا جلد باز کو اڑا۔ اس بیچارے نے جلدی جلدی ہاتھ کو گھمانا شروع کیا۔ بادشاہ اور بھی خفا ہوا۔ اور کہا کیوں نہیں چھوڑتا۔ یہ کیا بیہودہ حرکت ہے۔ اس نے اور پہلے سے زیادہ گھمانا شروع کیا۔ اور کہنے لگا۔ لیجئے اڑاتا تو ہوں۔ اس حرکت مجنونانہ سے باز آ۔ وہ موا ہوگیا جب اس کے ہاتھ سے ڈورا ٹوٹ گیا۔ باز بہت دور جا کر گرا۔ اوّل پھرانے سے ہی بیچارہ نیم جان ہو گیا تھا۔ اب جو زمین پر گر کے چوٹ لگی اور بھی بیہوش ہو گیا۔ بادشاہ اس حماقت آمیز کرشمہ سے نہایت برگشتہ ہو کر سادہ لوح بزرگ سے بولا۔ احمق آدمی ہم کہیں کچھ اور تو سمجھے کچھ اور۔ باز کو چھوڑنے کے واسطے کہا۔ تو تو اس کو گیند کی طرح چاروں طرف پھرانے لگا۔ اُس نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا۔ حضور خفا نہ ہوں۔ میں بے قصور ہوں۔ آپ ہی نے تو پہلے فرمایا تھا۔ باز کو ہمارے کہنے کے ساتھ ہی چھوڑ دیجو۔ اور بعد میں کہا۔ ڈورے کو مضبوط لنگوٹے میں باندھ لے۔ اب آپ ہی انصاف فرما کر بتائیے۔ کہ آپ نے یہ حکم کب دیا تھا۔ ڈورے کو لنگوٹے میں سے کھول۔ اور باز کو چھوڑ۔ یہ جواب سن بادشاہ کا غصہ خوشی سے مبدل ہو گیا۔ بے اختیار ہنسی آگئی۔ اور اُس کی خطا معاف کی۔

اب اے بادشاہ میں نے آپ کو یہ داستان اس واسطے سنائی ہے۔ آپ کو معلوم ہو جائے۔ کہ ایسے پاجی آدمی سے جو اپنے باپ اور ماں کے

طریقہ پر نہیں چلتا۔ کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ خبردار اے بادشاہ اس نوجوان کے معاملہ میں غفلت نہ کرنا۔ ورنہ انجام کار آپ کو اس سے کچھ نقصان ہوگا۔ باقی آپ کو اختیار ہے۔"

جب بادشاہ نے ملکہ سے یہ داستان سنی۔ اس نے کہا۔ کل ضرور قتل کر ڈالونگا۔"

جب صبح ہوئی تو بادشاہ تخت پر جلوہ افروز ہوا۔ اس نے شاہزادے کو بلا جلاد کو حکم دیا۔ "کہ اس کا سر قلم کردو۔" بائیسواں وزیر آگے بڑھا۔ اور کہنے لگا۔ "شاہ عالم پناہ۔ خدا کے مقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے۔ "در تحقیق جب تک بادشاہ انصاف کرتا ہے۔ خدا اس کے ہمراہ رہتا ہے۔" لیکن جب وہ ظلم کرتا ہے۔ تو وہ اس کو شہوت و حرص میں مبتلا اور اس پر شیطان کو تسلط کر دیتا ہے۔ اور پیغمبر علیہ السلام نے یہ بھی کہا ہے۔ "اے لوگو تحقیق جور و جفا سے دل کا ناس ہو جاتا ہے۔ اب اے بادشاہ ان احادیث کے موافق ظلم کرنے سے بچتے رہو۔ انسان بہت سے ایسے فعل کرتا ہے۔ جن کو وہ ظلم خیال نہیں کرتا۔ حتےٰ کہ قیامت کے روز وہ اس کو پہاڑوں کی طرح نظر آئینگے۔ اور وہ یہ کہکر پچھتائیگا۔ "افسوس میں نے برا کیا۔ ممکن ہے کہ اس دنیا میں بے پروائی اس کی آنکھوں پر پردہ ڈالدے۔ اور وہ ظلم۔ رحم میں تمیز نہ کر سکے۔ جیسا کہ ایک ترکی شعر کا ترجمہ اردو میں یہ ہے۔ ؎

غبار صاف جو ہوگا تو دیکھ لوگے تم
کہ زیر ران تمہارے گدھا ہے یا گھوڑا

اسی مطلب کی ایک داستان ہے۔ یعنی اس بادشاہ کی حکایت جس کو قیامت اور حشر پر بن دیکھے یقین نہ آتا تھا۔ حتےٰ کہ اس کو رویا میں دکھایا گیا۔ بادشاہ نے کہا۔ "اچھا وہ داستان سناؤ۔" وزیر نے کہا۔

بائیسویں وزیر کی داستان

کسی شہر میں کوئی بادشاہ تھا۔ اور اس کے ایک بیٹا نہایت حسین مہ جبین جس کے حسن کی عالم میں دھوم تھی۔ اس کی خوبصورتی کا یہ حال کہ جب سیر کو نکلتا۔ بازار میں جو تماشائی دیکھتا۔ عاشق ہو کر نقد دل حوالے کر کھوٹا سودا عشق کا مول لے بیٹھتا۔ سواری کا نکلنا دشوار تھا۔ جہاں شاہزادہ نکلا۔ ہزارہا لوگ بے تاب تمنائے دید میں سواری کے پیچھے پیچھے ہوتے۔ اسی وجہ سے اس کا معمول تھا۔ کہ ہمیشہ نقاب ڈالکر باہر آیا جایا کرتا۔ جب اس پر بھی لوگ باز نہ آئے شاہزادے نے باپ سے شکائیت کی۔ بادشاہ نے حکم دیدیا۔ جو شخص اب سے ایسی حرکت کرے۔ اسے قتل کر دیا جائے۔ لاکھوں شیدائی قتل ہوئے۔ ہزاروں عاشق مارے گئے۔ ایک بزرگ بھی شاہزادے کے عاشق ہو گئے۔ جونہی سواری سیر کو نکلتی۔ آگے آگے نقیب کی طرح دوڑتے۔ ہرچند شاہزادے کے نوکروں نے منع کیا۔ مگر انہوں نے نہ مانا۔ رفتہ رفتہ بادشاہ تک خبر پہنچی۔ کہ ایک فقیر بزرگ صورت شہزادے کا عاشق ہے۔ جب شاہزادے کی سواری نکلتی ہے آگے آگے دوڑا جایا کرتا ہے۔ اور لوگ اُسے تارک الدنیا سمجھکر چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ سنتے ہی بادشاہ نے حکم دیا۔ کہ اُسے گرفتار کر کے سولی پر چڑھا دو۔ تاکہ لوگوں کو عبرت ہو۔ اور آئندہ کسی کو جرأت نہ ہو۔ وزیر نے ہاتھ باندھ کر کہا۔ حضور کسی کا ناحق خون بہانا گناہ کبیرہ ہے ظالم اور بیرحم کبھی نہیں بخشا جائیگا۔ کل قیامت کے دن جب خداوند تعالیٰ قاضی

ہوگا۔ اور تم سے تمہارے گناہوں کی بابت سوال کریگا۔ تو تم کیا جواب دو گے؟" بادشاہ نے کہا "اسے وزیر کون جانتا ہے؟ وہاں کون گیا ہے؟ اور اپنی آنکھوں سے دیکھکر کون واپس آیا ہے؟ یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔ اور کچھ نہیں" اور اُس نے قیامت ہونے سے انکار کیا۔ اس گفتگو کے بعد یہ منکر تکیہ پر سر رکھکر سوگیا۔ تو اُس نے فی الفور خواب میں دیکھا۔ کہ قیامت آگئی ہے۔ اور پلصراط قائم ہوگئی ہے اور بہشت کے دروازے کھل گئے ہیں۔ اور دوزخ کی آگ جل رہی ہے اور شعلے بھڑک رہے ہیں۔ اور بنی نوع انسان فوج در فوج ہے فرشتے بعض کو بہشت اور بعض کو دوزخ کی طرف لیجا رہے ہیں۔ جو لوگ بہشتی ہیں۔ وہ حوروں اور غلمانوں کے ساتھ باغات میں پھرتے ہیں۔ اور ان کے ہاتھ میں شراب طہور کی صراحیاں ہیں۔ اور نہروں کے کنارے پر طرح طرح کے میوے پکے ہوئے ہیں۔ اور انسان جس میوے کی خواہش کرتا ہے۔ اس کی ایک شاخ اس کے سامنے جھک جاتی ہے۔ اور وہ اس کو پکڑ لیتا ہے۔ اور جہاں سے وہ کھانا چاہتا ہے وہاں ایک پھل پیدا ہو جاتا ہے۔ اور بہشت کے غلمان اور حوریں اس کو برابر فردوس کی شراب دے رہے ہیں۔ بادشاہ نے دیکھا۔ کہ بہشتی اس طریقے سے خوشیاں منا رہے ہیں۔ اور دوزخیوں کو پکڑ کر جلتی ہوئی آگ میں ڈال دیا جاتا ہے۔ ان کو ایسا عذاب جو معرض تحریر میں نہیں آسکتا۔ اور ان کی فریاد اور گریہ زاری کی آواز عرش بریں تک پہنچ رہی ہے۔ ان کے دل و جگر کو آگ لگی ہوئی تھی۔ اور جب وہ پانی کا ایک گھونٹ مانگتے تھے۔ تو پانی کی بجائے ان کو زقوم (تھوہر) دیتے تھے۔ جب وہ اس کو کھاتے تھے۔ تو ان کی تمام انتڑیاں اور ان کے منہ کا گوشت پھٹ جاتا تھا۔ بادشاہ نے ان کو اس عذاب میں مبتلا دیکھا۔ یہ عقوبت اہل دوزخ کی دیکھ

بھاگا۔ فرشتے پھر بادشاہ کو بھی خدا تعالےٰ کے حضور میں لے آئے۔ اور انہوں نے اس کے اعمال نیک اور اعمال بد کا اندازہ کیا۔ اس کے نیک اعمال تھوڑے اور بد اعمال زیادہ نکلے۔ فوراً فرشتے اُس کو دوزخ کی طرف لے چلے۔ جب دور پہنچ گئے۔ پیچھے سے ایک آواز آئی "اگر دنیا میں تو اُن لوگوں پر جو ہم سے محبت رکھتے تھے۔ رحم کرتا۔ تو اب ہم تجھ پر رحم کرتے" جب اُسے دوزخ میں لے گئے۔ اس کے سامنے ایک فرشتہ آیا۔ اور پکڑ کر کہنے لگا "کیا تم وہ شخص نہیں۔ جو بہشت و دوزخ سے انکار کرتے تھے۔ اور ایمان نہیں لاتے تھے" اور اس نے اس کو گندھک کی ایک دیگ میں غوطہ دیا۔ بادشاہ کو خیال ہوا کہ اب رہائی مشکل ہے۔ سوزش سے بے تاب ہو گیا۔ اور اسی کی درد سے وہ بیدار ہوا۔ وزیر اس کے پاس ہی تھا۔ پادشاہ نے اس کو ان تمام نشانات کا جو اس نے دیکھے تھے۔ ایک ایک کر کے حال بیان کیا۔ اور کہنے لگا "جلدی سے اس بزرگ کو لے آؤ" اور اُس نے شاہزادے کو بھی اُس کے پیچھے بھیجدیا۔ دوسری طرف جب جلاد بیچارے اس بزرگ کو سولی کے قریب لائے۔ تو وہ کہنے لگا "خدا کے لئے مجھے ایک لحظہ کی اجازت دو۔ تاکہ میں وضو کر کے دوگانہ ادا کروں۔ پھر تمہارا جو جی چاہے کرو" پس اُنہوں نے اُس کو مہلت دی۔ اور اُس نے وضو کیا۔ اور دو نفل پڑھے۔ اور سجدہ کر کے دعا مانگی "میرے خدا تو عالم الغیب ہے۔ میں اس معاملہ میں معصوم ہوں۔ یہ لازم تھا کہ یا تو بادشاہ کے بیٹے کو اتنا حسن نہ دیا جاتا۔ یا میرے دل میں اتنی محبت پیدا نہ کی جاتی۔ جب تو نے شاہزادے کو نہایت دلفریب حسن اور مجھکو محبت دی ہے۔ تو اب یہ لوگ مجھے اس واسطے قتل کرتے ہیں۔ میں اُس حسین آدمی پر جس کو تو نے پیدا

کیاہے۔ عاشق ہوں۔ اے میرے خدا شاہزادے کی محبت میرے دل میں اپنی مرضی سے پیدا نہیں ہوئی۔ آخری وقت میں تو مجھ کو ایک مرتبہ اور بھی اس کی پیاری صورت دکھادے۔ چاہے پھر میری جان لے لینا" جب بزرگ خدائے عزوجل کی بارگاہ میں دعا کررہا تھا۔ تب ہی وزیر اور شاہزادہ آپہنچے۔ جب وزیر نے اس کو اس حالت میں دیکھا۔ تو اُس کو رحم آیا۔ اور شاہزادے کو کہنے لگا" اپنی محبت کے قیدی کو زمین سے اٹھاؤ۔ اور اس کا سر اپنے زانوؤں پر رکھ لو۔ اور اپنے رومال سے اس کی آنکھوں سے آنسو اور اُس کے منہ سے خاک پونچھ دو" وزیر کی بات سنکر اس بزرگ نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ کہ شاہزادہ کھڑا ہے۔ دیکھتے ہی اس کے منہ سے ایک آہ نکلی۔ اور ٹھنڈا سانس بھر کر جان بحق ہوگیا" تب وزیر اور شاہزادہ اس بات کو دیکھکر نہایت متعجب ہوئے۔ اور انہوں نے بادشاہ کو بتایا۔ جب بادشاہ نے ان کی زبانی حالات سنے۔ تو اُس کو بہت رحم آیا۔ اور وہ اس بزرگ کے جنازہ کے ہمراہ گیا۔ اور اس کو اپنی قبر کے پہلو میں دفن کیا۔ اور پتھر پر یہ الفاظ لکھے" یہ شہید عشق ہے۔ اور معشوق کی محبت میں مرا۔ پس وہ ہمارے میں سے ہے" اس کے بعد شاہزادے کے عاشقوں کو کچھ نہ کہا۔ اور شاہزادہ بھی ان لوگوں سے جو اُس کے عشق میں بیخود ہورہے تھے۔ مہربانی سے سلوک کرنے لگا"

"اے بادشاہ میں نے یہ داستان اس لئے سنائی ہے۔ تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے۔ کہ خدائے عزوجل کی جناب میں حاضر ہونا ہوگا۔ اس وقت قیدیوں کی طرح گردن باندھ دی جائے گی۔ آپ کو چاہئے کہ ظلم وستم سے پرہیز کریں۔ تاکہ بہشت میں دائمی مسرت حاصل ہو۔

اور جو شخص بُرے عمل کرتا ہے۔ وہ دوزخ میں جا ئیگا۔ تم اس امر کو خیال رکھکر عمل کرو۔ کیونکہ اس دنیا کی زندگی صرف ایک ساعت کی ہے۔ ایک ساعت کی خاطر اپنے آپ کو دائمی مسرت سے محروم نہ کرو۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کہا تھا۔ "دنیا ایک ساعت ہے۔ اس کو عبادت میں گذارو"۔ یہ کہہ وزیر نے زمین خدمت کو بوسہ دیا۔ اور شاہزادے کے واسطے سفارش کی۔ جب بادشاہ نے وزیر سے یہ داستان سنی۔ تو اُس نے شاہزادے کو قیدخانہ میں بھیجدیا۔ اور خود شکار کو چلا گیا۔

جب شام ہوئی۔ تو بادشاہ شکار سے محل میں واپس آیا۔ کھانے کے بعد ملکہ نے شاہزادے کا حال پوچھا۔ بادشاہ نے کہا۔ آج بھی میرے فلاں وزیر نے اس کی سفارش کی تھی۔ اور میں نے اس کو قیدخانہ میں بھیجدیا تھا"۔ ملکہ نے کہا "داناؤں نے خوب کہا ہے۔ لوگ قسمت کو الزام دیتے ہیں۔ لیکن اپنے قصور پر نادم نہیں ہوتے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ اے بادشاہ تیرے وزیروں میں بھلائی کے نشان نہیں پائے جاتے۔ ان کے کام ہمیشہ فریب پر مبنی ہیں۔ اور وہ مغرور۔ لالچی اور حاسد ہیں۔ اس واسطے میرے ساتھ حسد کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ اگر بادشاہ میرے کہنے سے شاہزادے کو قتل کرڈالے۔ تو میں بادشاہ کی نظروں میں مغرور ہو جاؤنگی اور بوجہ میری صداقت کے بادشاہ ہمیشہ مجھ سے مشورہ لیگا۔ اور وہ بے عزت رہیں گے۔ پس وہ میرے سے حسد کرتے ہیں۔ اے بادشاہ خدا تعالے ہمیشہ بہتری کرتا ہے۔ شائد آپ نے کسی بادشاہ کی حکایت نہیں سنی۔ بادشاہ نے کہا "اچھا سناؤ"۔ ملکہ نے کہا +

ملکہ کی بائیسویں داستان

قدیم زمانہ میں ایک عظیم الشان بادشاہ تھا۔ اور اُس کے پاس ایک ایسا شخص تھا۔ جو ہمیشہ یہ کہتا تھا "اے بادشاہ تم جو کرتے ہو۔ اپنے لئے کرتے ہو۔ خواہ یہ نیک ہو یا بد" بادشاہ اس سے محبت کرتا تھا۔ اور وہ بادشاہ کی نظروں میں زیادہ عزیز۔ زیادہ قابل تعظیم ہوتا گیا۔ ایک روز کوئی حاسد اس کا بادشاہ کے حضور میں گیا۔ اور کہنے لگا "اے بادشاہ تو فلاں شخص کی بہت تعظیم و تکریم عزت و آبرو کرتا ہے۔ مگر وہ بادشاہ کا شکر گزار نہیں۔ وہ کہتا ہے۔ (خدا سننے والوں کو محفوظ رکھے۔) کہ بادشاہ کو مرض برص ہے۔ اگر بادشاہ کو میری بات کا یقین نہ آئے۔ تو آپ کل اس کو بلائیں۔ اور جب وہ آپ کے نفس کے قریب آئے۔ تو دیکھیں کہ وہ آپ سے کس طرح کتراتا ہے" جب صبح ہوئی تو اُس کے حاسد نے ایک کھانے میں لہسن زیادہ ڈال دیا۔ اور اس شخص کو یہی بدبودار کھانا کھلایا۔ اور پھر بادشاہ کے دیوان خانے میں لے گیا۔ حاسد نے اس کو پہلے یہ سمجھا دیا تھا کہ اگر بادشاہ تمہارے ساتھ تخلیہ میں گفتگو کرنا چاہے تو اس کو لہسن کی بو معلوم نہ ہونے دینا۔ کیونکہ بادشاہ کو یہ بو پسند نہیں۔ اگر وہ تم کو اپنی طرف بلائے۔ تو اپنی آستین اپنے منہ پر رکھ لینا۔ تاکہ تمہارے منہ سے بو نہ نکل سکے" بادشاہ نے یہ بات معلوم کرنیکو اشارہ کیا۔ اور کہا۔ کہ یہاں آؤ۔ میں تمہارے کان میں کچھ کہنا چاہتا ہوں" جب درباری بادشاہ کے قریب آیا۔ اُس نے اپنی آستین اپنے منہ پر رکھ لی۔

اور وہ کسی قدر الگ ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ تاکہ بو بادشاہ تک نہ پہنچے۔ بادشاہ نے اپنے دل میں کہا "جو کچھ لوگوں نے اس کے متعلق کہا تھا۔ وہ سچ ہے" درباری کے دل میں یہ خیال تھا "خدا کرے لہسن کی بو بادشاہ تک نہ پہنچے" پس وہ دونوں ایک دوسرے کا حال نہ جانتے تھے۔ اس پر بادشاہ نے ایک حکم نامہ لکھا۔ اور اس درباری کے ہاتھ میں دیکر کہا "یہ رقعہ لو۔ اور اس کو قاضی اعظم کے پاس لیجاؤ اور وہ جو عطیہ دے۔ اس کو اپنے پاس رکھو" پس درباری رقعہ لے باہر چلا آیا۔ یہاں جب وہ اُس حاسد کو ملا۔ تو اُس نے پوچھا "تم کہاں جاتے ہو" درباری نے جواب دیا "بادشاہ نے مجھے یہ رقعہ دیکر کہا ہے کہ "اس کو قاضی اعظم کے پاس لیجاؤ۔ اور جو تحفہ یا عطیہ وہ دے اُس کو اپنے پاس رکھو" اُس حاسد نے کہا "تم ہمیشہ بادشاہ کے الطاف سے اور اُس کے انعام و اکرام سے مستفید ہوتے رہتے ہو مگر وہ ہم کو پوچھتے تک نہیں۔ کم از کم مجھے یہ رقعہ ہی دیدو۔ کیا ہم تم کو اس کا معاوضہ نہیں دینگے" درباری نے غور کیا۔ اور اپنے دل میں کہنے لگا "اس شخص نے مجھے کھانا کھلایا تھا۔ اور وہ بیشک مجھ سے اُس کے عوض کوئی چیز لینا چاہتا ہے" اُس نے حاسد کو رقعہ دیا۔ اور کہا "یہ رقعہ لو اور قاضی اعظم کے پاس جاؤ۔ اور اپنا مقصد لو" حاسد نے رقعہ لیا۔ اور قاضی اعظم کے پاس چلا گیا۔ جس نے رقعہ لیکر پڑھا۔ بادشاہ نے لکھا تھا "اس شخص کو جو تمہارے ہاتھ میں رقعہ دے۔ گرفتار کر لو۔ اور اس کے جسم کی کھال کھینچ کر بھس بھروا دو۔ اور سر راہ جس طرف سے کہ میں اکثر آیا جایا کرتا ہوں لٹکا دو۔ تاکہ جب میں وہاں سے گذروں۔ تو اُس کو دیکھوں۔ قاضی نے فی الفور اپنے ملازموں کو حکم دیا "اس کمبخت کو پکڑ لو۔ اور قتل

کر ڈالو۔" اب تو حاسد کے ہوش پراگندہ ہوئے۔ چلا کر کہنے لگا۔ بادشاہ نے مجھ کو یہ رقعہ نہیں دیا تھا۔ بلکہ اور شخص کو دیا تھا۔ میں غلطی سے آگیا ہوں۔" لیکن اُس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ قاضی کے ملازموں نے اس کا جیتے جی چمڑا اتارا اس میں بھس بھر دیا۔ اور قاضی کے حکم کے موافق اس کو بادشاہ کے راستہ میں آویزاں کر دیا۔ ایک گھنٹہ کے بعد بادشاہ اس راستہ سے گذرا۔ جب وہ اس جگہ پہنچا کہ جہاں وہ بھس بھری ہوئی کھال آویزاں تھی۔ تو اُس نے دیکھا۔ کہ یہ اس شخص کی کھال نہیں۔ جس کی نسبت اس نے حکم دیا۔ بلکہ اس شخص کی معلوم ہوتی ہے۔ جس نے درباری کی بدگوئی کی تھی۔ بادشاہ حیران ہو کر واپس گیا۔ اور جاتے ہی اپنے خادموں کو حکم دیا۔ کہ اس درباری کو حاضر کرو۔ فوراً نوکر دوڑے گئے۔ اور اس شخص کو بلا لائے۔ جب یہ بادشاہ کے پاس حاضر ہوا۔ تو بادشاہ نے کہا۔ "میں نے آج صبح تم کو اپنے پاس بلا کر تمہارے کان میں کچھ کہنا چاہا تھا۔ مگر تم نے اپنے منہ پہ اپنی آستیں رکھ لی۔ اور کسی قدر الگ کھڑے ہو گئے۔ اس کی کیا وجہ تھی؟" درباری نے جواب دیا۔ "فلاں امیر نے میری ضیافت کی تھی۔ اور مجھ کو ایسا کھانا دیا تھا۔ جس میں لہسن زیادہ تھا اُس کی بدبو کی وجہ سے میں آستین سے اپنا منہ چھپا کر ایک طرف علیحدہ ہو کر کھڑا ہو گیا تھا۔ تاکہ آپ کو اس کی بو ناگوار نہ گذرے۔" یہ کہکر وہ خاموش ہو گیا۔ بادشاہ نے کہا۔ "تم نے اس رقعے کو جو میں نے تم کو دیا تھا۔ کیا کیا؟" درباری نے جواب دیا۔ "اے بادشاہ جب میں اس رقعے کو لیکر باہر گیا۔ میں فلاں شخص کو ملا۔ اور اس نے مجھ سے اسکے متعلق سوال کیا۔ میں نے جواب دیا۔ یہ رقعہ قاضی کے نام کا ہے۔ اور اس میں بادشاہ نے لکھا ہے۔ کہ حامل رقعہ کو تحفہ دو۔ اس شخص نے اصرار

کرکے وہ رقعہ مجھ سے لے لیا۔ مجھے ضیافت کی وجہ سے شرمساری ہوئی۔ اور میں نے اس کو رقعہ دیدیا۔ اگر آپ کو یقین نہ ہو۔ تو اس کو بلاکر پوچھ لیں"۔ جب بادشاہ نے دربار ہی سے یہ الفاظ سنے تو اس نے کہا: کوئی شخص جو کرتا ہے اپنے لئے کرتا ہے۔ داناؤں کا یہ قول صحیح ہے:" بدکردار کو اسکے اعمال کا بدلہ مل جاتا ہے"۔ جاؤ اور چین مناؤ"۔

اے بادشاہ میں نے یہ داستان اس لئے سنائی ہے کہ آپ کو معلوم ہو جائے۔ کہ حاسد اچھے آدمیوں سے اس طرح حسد کرتے ہیں۔ لیکن میں خداوند تعالےٰ سے ہر وقت پناہ مانگتی ہوں۔ آپ دیکھیں گے۔ کہ خداوند تعالےٰ اُن کو کس طرح پامال کریگا۔ اے بادشاہ اس شاہزادے کی طرف توجہ ان کی طرف سے غفلت نہ کر۔ کیونکہ داناؤں نے کہا ہے۔ کہ غافل اور بے پرواہ کا سر (قلم کرکے) زمین کے ساتھ بندھا ہوا اچھا نظر آتا ہے۔ جب بادشاہ نے ملکہ سے یہ داستان سنی۔ اس نے کہا: کل صبح میں اسے کو قتل کرڈالونگا۔ یہ کہہ کر آرام کیا۔

جب صبح ہوئی۔ بادشاہ اپنے محل سے نکلا۔ اور تخت پر جلوہ افروز ہوا۔ اس نے جلاد کو بلاکر حکم دیا۔ کہ شاہزادے کا سر قلم کردو۔ تیئسواں وزیر آگے بڑھا۔ اور کہنے لگا:" شاہ عالم پناہ پیغمبر علیہ السلام نے کہا ہے:" انصاف کی ساعت ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے اور ایک ساعت ظلم کرنے سے ستر سال کی عبادت رائگاں ہو جاتی ہے۔ اے بادشاہ حکم شریعت کو رائگاں نہ خیال کرو۔ تاکہ قیامت کے روز آپ بھی منصف بادشاہوں کے گروہ میں سے ہوں اور عورتوں کی حمایت نہ کرو۔ کیونکہ ان میں مکروفریب بہت ہوتا ہے شائید آپ نے خوجے اللہ اس کے بیٹے کی داستان نہیں سنی"۔ بادشاہ

نے کہا: "اچھا سناؤ"۔ وزیر نے کہا "

تیئسویں وزیر کی داستان

قدیم زمانہ میں ایک نامی اور مشہور تاجر تھا جس کے ایک ہی فرزند تھا۔ یہ سوداگر ایک روز اپنے بیٹے کو لیکر ایک علیحدہ مکان میں گیا کہنے لگا: "اے بیٹے میں ایک بات کا سمجھانا تمہارے حق میں مناسب خیال کرتا ہوں"۔ بیٹے نے جواب دیا۔ بلا تامل فرمائیے۔ میں تعمیل کرونگا۔ خواجے نے سلسلہ کلام کو شروع کر کے کہا: "بیٹا جب میں مر جاؤں تم اس دولت کو جو میں چھوڑ مرونگا۔ ضائع نہ کرو گے۔ تو یقین کرتا ہوں جب تک تم جیتے رہو گے۔ خوش و خورم اور ہر طرح سے فارغ البال رہو گے۔ لیکن اگر نادانی سے اس کو ضائع بھی کر دو۔ تو کسی سے سوال نہ کرنا۔ بلکہ ایک رسی اس کنڈھے میں باندھ کر گلے میں پھانسی ڈالکر مر جانا ہرگز کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا۔ نوجوان نے اس حکم کی تعمیل کرنیکا حلفیہ اقرار کیا۔ کچھ مدت بعد تاجر رحلت کر گیا۔ اور نوجوان نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے خوشامدیوں کے کہنے میں آکر دولت کو برباد کر دیا۔ جب اس کے پاس ایک پیسہ نہ رہا۔ سب سے پہلے خوشامدی دوست اس سے طوطا چشم ہو گئے۔ وہ جب اس کو دیکھتے تھے۔ کہتے تھے۔ "احمق ہے"! اور اس کو ملامت کرتے تھے۔ آخرش یہ نوجوان زندگی سے بیزار ہو گیا۔ ایک روز جب وہ بیکار بیٹھا ہوا تھا۔ اس کو اپنے والد کی وصیت یاد آئی۔ اس پر وہ باہر سے جا کر رسی لایا۔ اور اس گھر میں داخل ہوا۔ اس نے رسی کا ایک سرا اس چوبی حلقے میں جو

اس کے باپ نے دکھایا تھا۔ باندھا۔ اور اس کا دوسرا سرا اپنی گردن میں ڈال لیا۔ اور اپنے پاؤں کے نیچے ایک سٹول رکھا۔ اور اس سٹول سے کودا۔ جب اُس نے ایسا کیا۔ تو وہ کنڈا جڑ سے اکھڑ گیا۔ اور چھت کا ایک تختہ ٹوٹ گیا۔ اور نوجوان زمین پر گر پڑا۔ جہاں سے یہ تختہ ٹوٹا تھا۔ اس جگہ سونا اور جواہرات بھرے ہوئے تھے۔ اور وہ چھما چھم نیچے گرنے لگے۔ تب نوجوان کو معلوم ہوا۔ کہ اس کے باپ نے اس دولت کی وجہ سے یہ عجیب وصیت کی تھی۔ بس اب اس کو ہوش آیا۔ اور اپنے کئے سے نادم ہوا۔ اور پھر تجارت میں مشغول ہو گیا۔ ایک روز وہ میدان میں جانا چاہتا تھا۔ وہ شہر سے نکلکر باہر جا رہا تھا۔ کہ ایک سپیرے سے ملا۔ جس نے چند سانپ جمع کئے ہوئے تھے۔ اور کھیل رہا تھا۔ منجملہ اور سانپوں کے ایک سفید سانپ تھا۔ جو بہت حلیم اور اوداس تھا۔ اسے وہ سانپ خرید لیا۔ اور اس شخص سے ایک طلسم یا منتر لیا۔ تاکہ سانپ اس کو ضرر نہ پہنچائے۔ وہ اس کو اپنے گھر لے گیا۔ اور اس سے ہمیشہ جی بہلایا کرتا تھا۔ ایک روز اس سانپ نے اپنا بدن ہلایا۔ اور ایک خوبصورت لڑکی بن گیا۔ جب نوجوان نے یہ حالت دیکھی۔ وہ حیران ہوا۔ اور لڑکی سے پوچھا ”یہ کیا معاملہ ہے؟“ لڑکی نے جواب دیا ”میں جنوں کے بادشاہ کی بیٹی ہوں۔ اوائل بہار میں جب میں سبزہ زاروں میں پھر رہی تھی۔ مجھے وہ سپیرا اٹھا لا۔ اور منتر پڑھ کر میرے اوپر پھونک دیا۔ میرے جسم میں حرکت کرنے یا اپنی اصلی شکل پر عود کر جانے کی طاقت نہ رہی۔ اب وہ سپیرا مر گیا ہے۔ اور اس کا جادو بے اثر ہو گیا ہے۔ اور میں نے اپنی اصلی شکل اختیار کر لی ہے۔ اب مجھے میرے شہر میں لے چلو۔ اور میرے ماں باپ کے پاس فروخت کر دو۔

اگر وہ تجھ سے پوچھیں۔ کہ کیا قیمت دی جائے۔ تو چینی آئینہ مانگنا وہ تم کو کوئی اور چیز دینگے۔ نگران سے کہنا "اگر تم مجھ کو وہ آئینہ دیدو تو یہ لو اپنی بیٹی ورنہ یہ لو میں چلتا ہوں" وہ مجبوراً تم کو آئینہ دیکر مجھے لے لینگے" نوجوان نے کہا "اس آئینہ میں کیا خوبی ہے؟" لڑکی نے کہا "اس کی خوبی یہ ہے۔ اگر تم اُس آئینہ کو ہاتھ میں لیکر کہو "اے آئینے تجھکو خدا کے ان اسماء کی قسم جو تیرے سر پر ہیں۔ مجھکو فلاں مقام پر لیچل" اور اپنی آنکھیں بند کر لو۔ آنکھیں کھولنے پر تم اس مقام پر موجود ہو گے۔ تب لڑکی نے نوجوان سے کہا "کہ اپنی آنکھیں بند کر لو" اور تھوڑی دیر بعد میں کہا "اپنی آنکھیں کھول لو" اس نے آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو ایک پہاڑ پر دیکھا۔ اس پہاڑ کے نیچے ایک میدان ہے اُس نے ایک عظیم الشان شہر دیکھا۔ جس کے مینار۔ محلوں کے کنگرے اور فصیلیں بادلوں تک پہنچی ہوئی تھیں۔ جب نوجوان نے شہر کو دیکھا۔ تو وہ حیران ہوا۔ پھر وہ نوجوان اور لڑکی شہر میں چلے گئے۔ اور اس نے لڑکی کو اس کی ماں کے پاس بھیجدیا۔ جب لڑکی کی ماں نے اس کو دیکھا۔ تو وہ رونے لگی۔ اور اُس کا حال پوچھا۔ لڑکی نے تمام ماجرا مو بمو کہہ سنایا۔ ماں لڑکی کو لیکر اپنے گھر جانا چاہتی تھی۔ مگر لڑکی نے کہا "میں نے نوجوان سے وعدہ کیا تھا۔ اور کہا تھا۔ کہ مجھے میری ماں کے پاس لیچلو۔ وہ مجھکو قیمت دیکر خرید لے گی" اگر میں اب تمہارے ساتھ چلی جاؤں۔ تو نوجوان ناخوش ہوگا۔ لڑکی کی ماں نے نوجوان سے پوچھا "اے نوجوان تم اس لڑکی کے بدلے میں کیا چاہتے ہو؟" نوجوان نے جواب دیا "میں چینی آئینہ چاہتا ہوں" عورت نے لڑکی کے باپ سے جاکر کہا "ایک نوجوان

ہماری لڑکی لایا ہے۔ مگر وہ اُس کی قیمت چینی آئینہ مانگتا ہے۔" اس پر باپ نے چینی آئینہ لیا۔ اور آکر نوجوان کو دیدیا۔ اور لڑکی لے لی۔ نوجوان نے کہا "لے آئینے بہ برکت خدا کے اُن اسماء کی جو تیری پشت پر منقوش ہیں۔ تو مجھ کو میرے گھر میں لے چل" اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اور جب اُس نے آنکھیں کھولیں۔ تو اُس نے دیکھا کہ اپنے گھر میں ہے۔ اب اس ملک کے بادشاہ کی ایک بیٹی تھی۔ اور یہ نوجوان بن دیکھے اس پر عاشق ہو گیا تھا۔ کیونکہ اُس نے اُس کے حسن کا شہرہ سنا تھا۔ ایک روز اُس نے آئینہ نکالا۔ اور حسب معمول اسکو حلف دیکر کہا "مجھے بادشاہ کی بیٹی کے سامنے لے چل" اور اُس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اُس نے پھر آنکھیں کھولیں۔ اور اپنے آپ کو لڑکی کے سامنے دیکھا۔ انہوں نے ایک دوسرے کو سلام کیا۔ اور لڑکی کہنے لگی "میرے باپ کو معلوم ہو جائے گا۔ اور وہ نہ مجھے نہ تجھ کو زندہ چھوڑیگا" نوجوان نے جواب دیا "اپنی آنکھیں بند کر۔ میں تجھ کو کہیں اور پہنچا دونگا" لڑکی نے کہا "تم بھی میرے ساتھ آؤ۔ اس پر دونوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ اور اس نے آئینہ کو حلف دیا۔ اور وہ دونوں لڑکی کے کمرہ میں بستر پر جا پہنچے۔ لڑکی نے کہا "تم کون ہو؟" نوجوان نے کہا "میں ایک تاجر کا بیٹا ہوں" تھوڑے عرصہ بعد لڑکی نے کہا "چلو ہم تمہارے گھر چلیں" اور وہ اس گھر میں رنگ رلیاں کرنے لگے۔ جب صبح ہوئی۔ تو شاہزادی کے باپ کو معلوم ہوا۔ کہ وہ غائب ہو گئی ہے۔ اور کچھ وقت تک آہ و فغاں کرنے کے بعد وہ سب طرف تلاش کرنے لگا۔ لیکن اُس کا کچھ پتہ نہ ملا۔ تو بادشاہ نے بہت سی ساحرہ عورتیں ملک میں دوڑائیں۔ کہ شاہزادی کو

تلاش کر کے لائیں۔ ان میں سے ہر ایک مختلف طرف اور سمت میں تلاش اور جستجو کرنے لگی۔ اب ان عورتوں میں سے ایک اس شہر میں آئی۔ جہاں لڑکی رہتی تھی۔ جب وہ تمام مکانات میں جستجو کر رہی تھی۔ تو اُس کو یکایک کھڑکی سے لڑکی۔ نظر پڑی۔ اور اُس نے پہچان لیا کہ یہ بادشاہ کی بیٹی ہے۔ جب رات ہوئی۔ تو وہ عورت اپنے سحر کے زور سے اس گھر میں داخل ہو گئی۔ اسی نوجوان نے چینی آئینہ کو دیوار پر چسپاں کر رکھا تھا۔ تاکہ اُس کی خاصیت سے کوئی سحر نہ چل سکے۔ ساحرہ نے آئینہ کو دیکھا۔ اور سحری قوت کی وجہ سے اُس کو آئینے کی خاصیت معلوم ہو گئی۔ اُس نے آئینہ لے لیا۔ اور لڑکی کے پاس چلی گئی۔ اور چینی آئینہ کو حلف دیا۔ اور کہنے لگی "شتاب اس لڑکی کو اور مجھ کو بادشاہ کے محل میں لے چل" اس وقت یہ نوجوان سویا ہوا تھا۔ ساحرہ نے آنکھیں بند کر کے پھر کھول دیں۔ اور خود اور شاہزادی دونوں محل میں پہنچ گئیں۔ اور اُس نے آئینہ اور لڑکی بادشاہ کو دیدیئے۔ بادشاہ نے آئینہ کو خزانہ میں رکھ دیا۔ اور لڑکی کو حرم میں بھیج دیا۔ اور اُس نے ان ساحرہ عورتوں کو جاسوس بنا کر نوجوان کے گرفتار کرنے کے واسطے بھیجا۔ اب ہم نوجوان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جب صبح ہوئی۔ تو وہ بیدار ہوا۔ تو شاہزادی کو اپنے پہلو میں نہ پایا۔ اور آئینہ بھی دیوار پر موجود نہ تھا۔ اس نے اپنے دل میں کہا "یہ لڑکی کا فریب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس نے خود میرے سے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ میں اُس کو لے چلوں۔ ضرور اُس کے باپ کی طرف سے کوئی ساحرہ آئی ہو گی۔ جس نے یہ کام کیا ہو گا" چونکہ اُس کے پاس کوئی اور ذریعہ نہ تھا وہ آہ و فغاں کرتا ہوا شہر کی طرف چلا۔ ایک روز وہ شہر میں داخل ہوا۔ ایک ساحرہ جو اُس کی جستجو میں پھر رہی تھی۔ اُس کو ملی۔ اُس کو دیکھتے

رہی دوڑی ہوئی بادشاہ کے پاس گئی۔ اور اطلاع دی۔ بادشاہ نے فوراً آدمیوں کو بھیجا۔ جنہوں نے فوراً نوجوان کو گرفتار کر لیا۔ اور اس کو بادشاہ کے حضور میں لے آئے۔ بادشاہ نے کہا۔ او کمبخت تجھپر خدا کی لعنت تو نے یہ کیا کیا ہے۔ میں بادشاہ ہوں۔ تو نے میرے ساتھ ایسا کیا ہے۔ میں تجھ کو طرح طرح کے عذاب دیکر قتل کر ڈالونگا۔ تاکہ تو بطور ایک مثال کے ہو۔ بادشاہ نے ایک گہرا گڑھا اس واسطے بنایا تھا۔ کہ جن لوگوں پر وہ غضبناک ہوتا۔ ان کو اس گہرے گڑھے میں ڈالدیتا۔ وہ آخر کار۔ ہلاک ہو جاتے تھے۔ بادشاہ نے حکم دیا۔ کہ اس کو اُسی گڑھے میں قید کر دیں۔ اور کھانا نہ دیں۔ تاکہ وہ اس میں فاقوں سے مر جائے۔ اب نوجوان کے پاس ایک چھوٹی بلی۔ اور ایک چھوٹا کتا تھا۔ اور یہ دونوں اُس کے ساتھ آئے تھے۔ وفادار کتے نے آقا کو اس مصیبت میں گرفتار دیکھکر ہمدردی اور رفاقت سے زمین کھودتے کھودتے آنے جانے کے لئے ایک چھوٹا سا سوراخ بنا لیا۔ چھوٹی بلی اس سوراخ میں داخل ہوکر نوجوان کے پاس چلی جاتی تھی۔ اس گڑھے کے اندر بہت سے چوہے رہتے تھے۔ ان کا قاعدہ تھا کہ جو آدمی اس جگہ قید کیا جاتا۔ یہ بدمعاش چوہے سب ملکر اُسے تکا بوٹی کر کے کھا جاتے۔ جب ان چوہوں نے بلّی کی صورت دیکھی۔ دم دبا کر فرار ہوئے۔ پھر پیچھے پھر کر نہ دیکھا۔ کسی چوہے کو اپنے بل سے نکلنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ تب چوہوں نے تنگ ہوکر اس امر کی اطلاع اپنے سرداروں کو دی۔ سرداروں نے کہا۔ جاؤ اور پوچھو کہ اس آدمی کو کس چیز کی ضرورت ہے۔ اور جو مانگے دو۔ تاکہ وہ ہم سے خوش ہوکر بلی کو نکال دے۔ اور ہم عذاب سے نجات پائیں۔ چنانچہ سب چوہے آئے۔ اور نوجوان سے کہا۔ جو ہمارے لائق کار ضرورت ہو

فرمایئے۔ تعمیل میں عذر نہ ہوگا۔ نوجوان کے حکم سے انہوں نے ایک زیر زمین راستہ بادشاہ کے محل تک کھودا۔ جو اس قدر فراخ تھا کہ اُس میں ایک آدمی بخوبی گذر سکتا تھا۔ جب راستہ بادشاہ کے محل تک پہنچ گیا۔ تو چوہوں نے نوجوان کو خبر کی۔ وہ اٹھا اور بادشاہ کے محل میں چلا گیا۔ اور لڑکی سے ملا۔ اور اُس سے پوچھا۔ آئینہ کہاں ہے؟ لڑکی نے بتایا۔ کہ خزانہ میں ہے۔ پھر اُس نے چوہوں کو حکم دیا۔ کہ خزانہ تک بھی سرنگ کھودیں۔ نوجوان خزانہ میں چلا گیا۔ اور آئینہ لیکر شاہزادی کے پاس واپس آیا۔ یہ دونوں وہاں سے نکل کسی اور ملک میں چلے گئے۔ دوسرے روز علی الصباح کنیزوں نے دیکھا۔ تو شاہزادی نظر نہ آئی۔ دوڑ کر انہوں نے اپنی ملکہ کو خبر کی۔ اور ملکہ نے بادشاہ کو اطلاع دی۔ بادشاہ نے فی الفور ساحرہ عورتوں کو بلایا اور کہا ”شام کو نوجوان پھر آئینہ اور میری بیٹی چرا کر لیگیا ہے جاؤ اور جہاں ملے۔ اس کو قتل کر ڈالو۔ اور میری بیٹی اور آئینے کو میرے پاس لے آؤ“ ساحرہ عورتوں نے شتابی سے نوجوان کو تلاش کر لیا۔ اور اُس کو قتل کر ڈالا۔ اور لڑکی اور آئینہ لیکر آ گئیں۔ اور دونوں چیزیں بادشاہ کے حوالے کیں۔ پس آخرکار نوجوان کی جان عورتوں کے ذریعہ ضائع ہوئی“

”اب اے بادشاہ یہ داستان میں نے اس لئے سنائی ہے۔ کہ آپ کو معلوم ہو جائے۔ کہ عورتوں میں اس قسم کے مکر و فریب اور سحر بکثرت ہوتے ہیں۔ خبردار ہو کر مستورات کا کہنا نہ مانو۔ شہزادے کو جو قتل مہتاب کے ہے۔ قتل نہ کرو۔ تاکہ آپ کو بعد میں پچھتانا اور افسوس کرنا نہ پڑے“ اس نے زمین خدمت کو بوسہ دیا۔ اور شاہزادے کے واسطے سفارش کی۔ جب بادشاہ نے وزیر سے یہ داستان سنی تو اس نے

ہزادے کو قید خانہ میں بھیجدیا۔ اور خود شکار کو چلا گیا۔

جب شام ہوئی۔ تو بادشاہ شکار سے واپس آیا۔ اور محل میں گیا۔ ملکہ اس کو سلام کرنے کے واسطے اٹھی۔ پھر دونوں یکجا بیٹھ گئے۔ کھانے کے بعد ملکہ نے پھر نوجوان شاہزادے کا حال پوچھا۔ بادشاہ نے کہا آج بھی میرے فلاں وزیر نے اس کے واسطے سفارش کی اور میں نے اس کو قید خانہ میں ڈالدیا۔" ملکہ نے کہا "اے بادشاہ کیا تم نہیں جانتے۔ کہ یہ نوجوان تم کو قتل کر ڈالیگا۔ کیونکہ اس نے اپنے استاد سے علم سحر سیکھا ہے۔ اور وہ طلسم اور سحر سے تمہارا منہ اور زبان بند کر دیگا۔ یہ تیرا معاملہ ساحر اور اس کے شاگرد کی طرح ہے۔ شاید بادشاہ نے اس کی داستان نہیں سنی۔ بادشاہ نے کہا "اچھا سناؤ۔" ملکہ نے کہا۔

ملکہ کی تیئسویں داستان

"کہتے ہیں۔ کہ شہر قاہرہ میں ایک عورت تھی۔ اس عورت کا ایک نالائق بیٹا تھا۔ خواہ ماں اس کو کسی کام پر لگاتی۔ وہ کچھ فایدہ نہ پہنچاتا تھا۔ ایک روز اس عورت نے بیٹے سے کہا۔ "اے میرے بیٹے میں تم کو کس پیشے میں لگاؤں۔" نوجوان نے جواب دیا۔ چلو ہم دونوں بازار چلیں۔ وہاں میں جو بھی تجارت پسند کروں۔ مجھے اس میں لگا دینا۔" وہ عورت اور اس کا بیٹا دونوں بازار میں گئے جب وہ دونوں جا رہے تھے۔ انہوں نے ایک ساحر کو دیکھا۔ اس نوجوان کو اس کا کام پسند آیا۔ اس پر عورت نے اپنے بیٹے کو اس کی

سپرد کیا۔ ساحر نے نوجوان کو اس علم کے اصول سکھانے شروع کئے۔ چند روز کے بعد استاد نے شاگرد کو کہا: "میں کل مینڈھا بن جاؤنگا۔ مجھے فروخت کر دینا۔ لیکن خبردار میری رسی نہ دینا۔" نوجوان نے کہا: "بہت اچھا۔" اُستاد مینڈھا بن گیا۔ نوجوان اس کو بازار میں لے گیا۔ اور اس کو ایک ہزار اشرفی کو فروخت کر دیا۔ مگر اُس کو رسی نہ دی۔ یہ گلے کی رسی لیکر واپس آیا۔ جب شام ہوئی۔ اُس کا اُستاد آن موجود ہوا۔ چند روز بعد استاد نے کہا: "اب کے نوجوان میں گھوڑا بنونگا۔ لیکن خبردار لگام نہ دینا۔" وہ گھوڑا بن گیا۔ نوجوان نے اُس کو لیجاکر فروخت کر دیا۔ مگر لگام نہ دی۔ اُس سے روپیہ لے لیا اور اپنے گھر چلا گیا۔ جب شام ہوئی اُس کا استاد اپنے گھر میں واپس آیا۔ اور دیکھا کہ نوجوان موجود نہیں۔ الغرض اُس نے اپنے دل میں کہا: "وہ صبح کو آجائیگا۔" یہاں سے وہ نوجوان اپنی والدہ کے پاس گیا۔ اور کہنے لگا: "کل صبح کو میں فاختہ بن جاؤنگا۔ تم مجھے بازار میں فروخت کر دینا۔ لیکن میرے پنجرے کی چابی نہ دینا۔" جب صبح کو وہ فاختہ بن گیا۔ تو عورت نے اس فاختہ کو بازار میں جا نیلام کرنا شروع کیا۔ اور بولی دینے والوں نے بولی بڑھانی شروع کی۔ یہ فاختہ جو اُس شہر کے لوگوں کی زبان بول سکتی تھی۔ نہایت مشہور ہو گئی۔ چونکہ ہر ایک شخص اس فاختہ کی خوبیوں کا چرچا کر رہا تھا۔ نوجوان کے اُستاد نے بھی اُس کا تذکرہ سنا۔ جب اُس نے فاختہ کو دیکھا۔ تو اُس کو معلوم ہو گیا کہ یہ وہ نوجوان ہے۔ "کمبخت تجھ پر خدا کی لعنت۔ تو نے یہ کیا کیا۔ دیکھو میں اب تیرے ساتھ کیا سلوک کروں گا۔" اُس نے اس فاختہ کو اس عورت سے خرید لیا۔ عورت نے کہا: "میں چابی نہیں دونگی۔" اُستاد نے کہا۔ "پچاس اشرفیاں لو۔ اور

جس قسم کی اور چابی چاہو خرید لو۔" اس نے عورت کو تمام رقم دیدی عورت کو لالچ آگیا۔ روپیہ لے لیا۔ اور اپنی کمر سے چابی نکال کر دینے کو تھی۔ کہ زمین پر چابی گر پڑی۔ اور گرتے ہی کبوتر بن گئی۔ اور اڑنے لگی۔ اُستاد باز بن گیا۔ اور کبوتر کا تعاقب کیا۔ جب وہ دونوں اڑ رہے تھے۔ اس وقت بادشاہ میدان میں بیٹھا ہوا دل بہلا رہا تھا۔ نوجوان نے دیکھا کہ اب مفر نہیں۔ وہ سرخ گلاب بن کر بادشاہ کے سامنے گر پڑا۔ بادشاہ حیران ہوا اور کہنے لگا "اس بے موسم گلاب سے کیا مراد ہے؟" اُس نے اُس کو اٹھا لیا۔ تب اُستاد مطرب بن گیا۔ وہ ایک ستار لیکر بادشاہ کے پاس آیا۔ اور بڑی عمدگی اور خوش الحانی سے گانے لگا۔ بادشاہ نہایت خوش ہوا۔ اور مطرب سے کہا "تم مجھ سے کیا انعام چاہتے ہو" مطرب نے جواب دیا "میں گلاب کا وہ پھول لینا چاہتا ہوں جو آپ کے ہاتھ میں ہے" بادشاہ نے کہا "یہ پھول مجھ کو خدا نے دیا ہے۔ کوئی اور چیز مانگو" مطرب خاموش ہو گیا۔ پھر اُس نے ایک اور چیز گائی۔ بادشاہ نے پھر کہا "تم مجھ سے کیا انعام چاہتے ہو" مطرب نے پھر گلاب کا پھول مانگا۔ اِس پر گلاب کا پھول زمین پر گر پڑا۔ اور باجرا بن گیا۔ مطرب مرغ بن کر باجرے کو چگنے لگا۔ باجرے کا ایک دانہ بادشاہ کے زانو کے نیچے چھپا ہوا تھا۔ وہ دانہ آدمی بن گیا۔ اُس نے مرغ کو پکڑ لیا۔ اور اُس کا سر مروڑ دیا۔ بادشاہ اور اُس کے اراکین حیران ہوئے۔ اور انہوں نے نوجوان سے اس معاملہ کی کیفیت پوچھی۔ اور اُس نے اُن کے روبرو تمام ماجرا بیان کیا۔

"اب اے بادشاہ میں نے یہ داستان اس لئے سنائی ہے۔ کہ آپ کو معلوم ہو جائے۔ کہ جس طرح اس نوجوان نے اپنے اُستاد کو مار ڈالا تھا۔

اسی طرح یہ نوجوان تم کو قتل کر ڈالیگا۔ اور اس کے بعد مجھ کو کبھی آرام نہ لینے دیگا۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ تمہارے بغیر دنیا میرے واسطے بالکل ہیچ اور فضول ہے۔ تم میرے دل کی آرزو ہو۔ جب بادشاہ نے ملکہ سے یہ داستان سنی۔ اُس نے کہا۔ کل صبح میں اُس کو قتل کر ڈالونگا۔ پھر یہ دونوں بستر استراحت پر چلے گئے۔

جب صبح ہوئی۔ بادشاہ محل سے نکل کر تخت پر جلوہ افروز ہؤا۔ اُس نے نوجوان کو بلا کر جلاد کو حکم دیا "کہ اس کا سر قلم کردو" یہ سنکر چوبیسواں وزیر آگے بڑھا۔ اور کہنے لگا "شاہ عالم پناہ شہوت پرستی نہ کرو۔ اور عورت کی بات نہ سنو۔ اور اپنے لخت جگر کو قتل نہ کرو۔ بلکہ رحم کرو۔ ہمارے پاک نبی نے کہا ہے "سچ بولو۔ خواہ تلخ ہی ہو" اے بادشاہ عورتوں کے مکر و فریب کی بہت سی داستانیں ہیں۔ شاید بادشاہ نے دلالہ مکارہ کی داستان نہیں سنی۔ بادشاہ نے کہا۔ "اچھا سناؤ" وزیر نے کہا +

چوبیسویں وزیر کی داستان

"قدیم زمانہ میں شہر قاہرہ میں ایک عورت، لالہ مکارہ نامی رہتی تھی۔ اس عورت کے دو خاوند تھے۔ ان میں سے ہر ایک یہ جانتا تھا۔ کہ یہ پارسا عورت میری بیوی ہے۔ اور بہت مدت تک وہ عورت دونوں کی بیوی رہی۔ مگر اُن دونوں شخصوں میں سے کسی کو دوسرے کا حال معلوم نہ تھا۔ ان میں سے ایک کیسہ بُر اور دوسرا چور تھا۔ ایک روز چور کچھ کپڑا چرا کر بازار میں فروخت کرنے کے واسطے لے گیا۔

جس شخص کے پاس اُس نے یہ کپڑا فروخت کیا تھا۔ اس کی کپڑے کے اصلی مالک سے ملاقات ہوئی۔ اور وہ کہنے لگا: "الحمدللہ۔ اب مجھے سراغ مل گیا ہے۔ باقی کپڑا بھی تیرے پاس ہے۔ مجھے جلدی بتا۔" اس شخص نے جواب دیا: "خبردار زبان سنبھال کر بول۔ میں نے یہ کپڑا روپیہ دیکر لیا ہے۔" چور نے اُن کو دیکھا۔ اور جلدی سے اپنے گھر جاکر کہنے لگا: "اے بیوی۔ میری چوری کا حال معلوم ہوگیا ہے۔ مجھ کو کچھ روٹیاں دیدو۔ تاکہ جب تک یہ معاملہ رفع دفع نہ ہو جائے میں کسی اور جگہ چلا جاؤں۔" عورت جلدی سے جا دنبے کی چکتی اور بھیڑ کی ران خرید لائی۔ اُس نے چکتی اور ران کے دو برابر حصے کئے۔ اور دونوں کا نصف چور کو دیدیا۔ چور دونوں چیزیں لے کر روانہ ہوا۔ کچھ دیر کے بعد کیسہ بُر یکایک گھر میں آیا۔ اور کہنے لگا۔ "بیوی آج میری کیسہ بُری کا سراغ لگ گیا ہے۔ مجھے کچھ کھانا دو۔ تاکہ میں یہاں چند روز تک کسی کی نظر نہ آؤں۔ کسی اور جگہ چلا جاؤں۔" پس اس عورت نے کیسہ بُر سے چکتی اور ران کا باقی نصف حصہ جو چور سے بچا لیا تھا۔ دے دیا۔ یہ بھی دونوں چیزیں لے کر روانہ ہوا۔ اب چور جو پہلے روانہ ہوا تھا۔ ایک دلکش چشمے اور دلفریب درختوں کے سایہ کے نیچے پہنچا تو چشمے کے کنارے پر بیٹھ گیا۔ اور دنبے کی چکتی اور ران نکالکر کھانے لگا۔ اس وقت کیسہ بُر بھی یکایک آپہنچا۔ چور نے کہا: "بھائی آؤ۔ دونوں اکٹھے کھائیں۔" پس کیسہ بُر آیا۔ اور وہ اپنے گوشت اور چور کے گوشت کی طرف دیکھنے لگا۔ اور اس کو معلوم ہوا۔ کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ انہوں نے ران کے دونوں حصوں کو پاس رکھا۔ تو وہ دونوں مل گئے۔ اور انہوں نے دنبے کی

چکتی کے دونوں ٹکڑوں کو ملا کر رکھا۔ تو وہ بالکل ایک چکتی نظر آنے لگی۔ تو کیسہ بر حیران ہوا۔ کہنے لگا: "بھائی پوچھ لینے میں کوئی ہرج نہیں۔ تم کہاں سے آتے ہو؟" چور نے کہا "میں قاہرہ سے آیا ہوں۔" کیسہ بر نے کہا۔ تمہارا گھر کہاں ہے۔ چور نے جواب دیا۔ میرا گھر وا لہکار کے گھر میں ہے۔ اور وہ میری بیوی ہے۔" کیسہ بر نے کہا۔ "وہ تو میرا گھر ہے۔ اور وہ عورت میری بیوی ہے۔ میں وہاں کئی سال سے رہتا ہوں۔ تم جھوٹ کیوں کہتے ہو؟" چور نے کہا۔ "کیا تم دیوانے ہو۔ کیا تم تمسخر کر رہے ہو۔ وہ کئی سال سے میری منکوحہ بیوی ہے۔" دونوں سخت جھگڑنے لگے۔ پھر کیسہ بر نے کہا "یہاں جھگڑنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ چلو اس عورت کے پاس چل کر اس سے پوچھیں۔ تمہارا خاوند کون ہے۔ پھر اس معاملہ کا صاف صاف حال معلوم ہو جائے گا۔" پس وہ دونوں اس عورت کے پاس گئے۔ جب اس نے دونوں کو آتے دیکھا۔ تو اس کو معلوم ہو گیا۔ کہ راز کھل گیا۔ عورت نے دونوں کو الگ الگ جگہ پر بٹھا دیا۔ اور خود ان کے سامنے بیٹھ گئی۔ کیسہ بر نے کہا "تجھ پر خدا کی لعنت۔ تو کس کی بیوی ہے۔" عورت نے جواب دیا۔ خدا کی قسم۔ اب تک میں تم دونوں کی بیوی تھی لیکن اب اس کی بیوی بنوں گی۔ جس کے مکر و فریب اور کرتب بڑھ چڑھ کر ہوں گے۔ میں نے تم کو بہت سے فریب اور حیلے سکھائے ہیں۔ لیکن اب میں اس کی سچ مچ بیوی بن جاؤں گی۔ جو عیاری و شاطری میں کمال دکھائیگا۔ دونوں نے اس تجویز کو منظور کر لیا۔ کیسہ بر نے کہا۔ آج میں کیسہ بری کے واسطے جاؤں گا۔ بعد ازاں اپنا کرتب دکھاؤں گا۔ پھر کیسہ بر اور چور اٹھے۔ اور بازار کو چلے گئے۔ کیسہ

نے دیکھا۔ کہ ایک فرنگی تھیلی میں ہزار اشرفیاں بھر کر تھیلی کو
پھاتے میں رکھ کر بازار کی طرف چلا ہے۔ کیسہ بُر فی الفور فرنگی کے
پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ اور بازار کے درمیان چالاکی سے اس کی چھتری
سے اشرفیوں کی تھیلی نکال لی۔ اور ایک پوشیدہ مقام پر اس
میں سے نو اشرفیاں نکال لیں۔ بعد اپنی انگلی سے ایک انگشتری
نکالی۔ جس پر اُس کا نام لکھا ہوا تھا۔ اور اُس کو تھیلی میں ڈال دی اور
پھر تھیلی کو لا فرنگی کی چھتری میں رکھ دیا۔ چور یہ سب کارروائی دیکھتا
رہا۔ پھر کیسہ بر اس فرنگی سے آگے بڑھ اُس کے سامنے آ کہنے لگا۔
”ارے تجھ پر خدا کی لعنت۔ تو نے میری اشرفیوں کی تھیلی کیوں چرالی ہے“
فرنگی گھبرا کر کہنے لگا ”جا مسخرے اپنے کام کر۔ مجھ کو نہ چھیڑ۔ میں تو تجھ
کو جانتا بھی نہیں۔“ کیسہ بُر نے کہا ”تمہارے واسطے یہ ضروری نہیں
کہ تم مجھ کو جانو۔ یا تو تھیلی دو۔ ورنہ عدالت میں چلو“ فرنگی نے منظور
کیا۔ اور یہ دونوں عدالت میں گئے۔ کیسہ بُر نے عرضی پیش کی۔ قاضی
نے فرنگی سے پوچھا ”تمہاری اشرفیاں کتنی ہیں“ فرنگی نے جواب دیا۔
”ایک ہزار“ پھر قاضی نے کیسہ بُر سے پوچھا ”میاں تمہاری اشرفیاں
۹۹۱
کتنی ہیں“ اس نے جواب دیا۔ نو سو اکانوے ہیں۔ اور میری
انگشتری بھی جس پر میرا نام کندہ ہے۔ اس تھیلی میں ہے“ قاضی
نے تھیلی لی۔ اور اشرفیوں کو گنا۔ وہ ٹھیک نو سو اکانوے تھیں۔ اور
تھیلی میں انگشتری بھی موجود تھی۔ حکم ہوا کہ فرنگی کو مار کر نکال دو۔
اور اشرفیاں کیسہ بُر کو دیدو۔ کیسہ بُر ان کو لیکر اس عورت کے پاس
گیا اور عورت نے چور سے کہا ”دیکھ کیسہ بُر نے کیسا فریب کیا ہے
مگر اس وقت تک کسی نے نہ سنا ہوگا“ جب رات ہوئی۔ تو چور بھی کمند
لیکر کیسہ بُر کے ساتھ بادشاہ کے محل میں گیا۔ وہاں جا چور نے کمند

ڈالی۔ اور اُس کے ذریعے دیوار پر چڑھ گیا۔ اور پھر کیسہ بُر کو اوپر کھینچ لیا۔ پھر دونوں اتر خزانہ شاہی میں گئے۔ چور نے بہت سی چابیاں نکالیں۔ اور دروازہ کھول خزانہ میں داخل ہوا۔ اور کیسہ بُر سے کہنے لگا۔ "جتنا سونا اٹھا سکتے ہو۔ اٹھاؤ۔ اور سے چلو۔ پس کیسہ بُر نے سونا اٹھا لیا۔ اور وہ باہر آئے۔ پھر وہ مرغیوں کے دربے میں گئے۔ چور نے ایک مرغی پکڑی اور اُس کو ذبح کر آگ جلا اس کو ایک سیخ میں پرو آگ پر رکھ دیا۔ اور کیسہ بُر سے کہا "اس کو پھراتے رہو" خود سیدھا بادشاہ کی خواب گاہ کی طرف روانہ ہوا۔ کیسہ بُر نے کہا۔ "تم وہاں کیوں جاتے ہو؟" چور نے جواب دیا "میں تمہاری اور اپنی عیاری کو بادشاہ کے سامنے بیان کروں گا۔ تب معلوم ہو جائیگا کہ ہم میں سے کون زیادہ عیار ہے۔ پھر دیکھئے۔ عورت تمہاری ہوتی ہے۔ یا میری بیوی بنتی ہے" کیسہ بُر نے کہا۔ "للہ یہ کیا غضب کرتے ہو۔ میں عورت کو چھوڑتا ہوں۔ چلو وہ تمہاری ہی بیوی سہی" چور نے جواب دیا "اس وقت تو تم یہ کہتے ہو۔ لیکن کل تم اس بات سے پچھتاؤ گے۔ جب بادشاہ فیصلہ کر دے گا۔ تو تم منظور کر لو گے" چور گیا۔ اور دروازے کے پیچھے چھپکر کھڑا ہو رہا۔ اُس نے دیکھا کہ ایک غلام بادشاہ کے پاؤں دبا رہا ہے۔ غلام کے منہ میں عنبر ہے۔ وہ اُس کو چبا رہا ہے۔ اور کبھی سوتا اور کبھی بیدار ہوتا ہے چور نہایت آہستہ آہستہ بستر کے نیچے چھپ گیا۔ اور گھوڑے کے بال کا ایک سرا لڑکے کے منہ میں دیدیا۔ لڑکا بال کو بھی عنبر کے ساتھ چبانے لگا۔ جب وہ جمائی لینے لگا۔ اور اُس کا منہ کھلا چور نے بال کو کھینچا۔ اور عنبر اس کے منہ سے نکال لیا۔ لڑکے کی آنکھیں کھلیں۔ تو عنبر ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ مگر وہ گم ہو گیا تھا۔ جب تھوڑا

سا وقت گذر گیا۔ تو لڑکا سو گیا۔ اور چور نے اُس کی ناک پر کلوروفارم رکھ دی۔ اور لڑکا بالکل بے ہوش ہو گیا۔ پھر چور نے اُس کو اٹھایا۔ اور اُس کی پیٹی میں رسی ڈال کر لمپ کی طرح سقف سے آویزاں کر دیا۔ اور خود بادشاہ کے پاؤں دبانے لگا۔ کیسہ بر سب باتیں دھیان سے دیکھتا رہا۔ بادشاہ نے حرکت کی۔ اور چور نے بہت آہستگی سے کہا۔ میرے بادشاہ۔ اگر کہو تو ایک داستان بیان کروں" بادشاہ نے کہا" اچھا سناؤ" چور نے جو کچھ اُس کے اور کیسہ بر کے درمیان واقع ہوا تھا۔ سب بیان کر دیا۔ اور کبھی کبھی کیسہ بر کو جو باہر بیٹھا ہوا مرغ کا کباب بھونک رہا تھا۔ اس کو بھی تاکید کرتا جاتا کہ پھراؤ۔ مرغ جل رہا ہے۔ اُس نے یہ بھی بیان کیا۔ کہ وہ کس طرح خزانہ میں داخل ہوا۔ اور کیسہ بر باہر بیٹھا ہوا مرغ بھون رہا ہے۔ المختصر اسے تمام ماجرا مو بمو کہہ دیا۔ جب وہ یہ قصہ سنا رہا تھا۔ کیسہ بر کانپ رہا تھا۔ اور وہ اس کو اشاروں سے سمجھاتا تھا۔ مگر یہ اُس کو یہی تاکید کرتا تھا" کہ پھراؤ مرغ جل رہا ہے" پھر اُس نے بادشاہ سے دریافت کیا" کہ شاہ عالم پناہ۔ کیسہ بر کی عیاری زیادہ ہے۔ یا چور کی۔ اور ان میں سے کون عورت کا خاوند ہونے کا مستحق ہے؟" بادشاہ نے کہا" چور کی عیاری بڑھکر ہے۔ اور عورت اُس کی ہے" پھر چور تھوڑی دیر تک بادشاہ کے پاؤں دباتا رہا۔ جب بادشاہ سو گیا تو وہ آہستہ سے اٹھا۔ اور کیسہ بر کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا" کیا تم نے سنا کہ بادشاہ نے کہا تھا۔ کہ عورت چور کی ہے" کیسہ بر نے جواب دیا" میں نے سنا تھا" تب چور نے کہا" عورت کس کی ہے؟" کیسہ بر نے جواب دیا۔ وہ تیری ہے" چور نے کہا کہ جھوٹا ہے۔ میں جا کر بادشاہ سے پھر پوچھتا ہوں اب" کیسہ بر نے کہا" [illegible]

لہٰذا یہاں سے چلو۔ اگر تم چاہو۔ تو نہ صرف عورت بلکہ میں خود تمہارا غلام ہو جاؤں گا" پھر وہ اُٹھے۔ اور عورت کے پاس دولت لے آئے۔ اور اس سے سب باتیں بیان کیں۔ عورت نے اُن کی تعریف کی اور چور کو خاوند منتخب کیا۔ اب "پھراؤ مرغ جل رہا ہے" مثل مشہور ہوگئی۔ جب صبح ہوئی۔ بادشاہ بیدار ہوا۔ لڑکے کو بلایا۔ مگر وہاں کوئی لڑکا نہ تھا۔ وہ کچھ دیر تک انتظار کرتا رہا۔ اور دیکھا۔ کہ کوئی آدمی نہیں آیا۔ غضبناک ہوکر بستر سے اُٹھا۔ اور اُس نے دیکھا۔ کہ لڑکا سر کے آویزاں ہے۔ اُس نے لڑکے کو اتروایا۔ معلوم ہوا کہ وہ بے [illegible] اُس نے اپنے خادموں کو بلایا۔ اور دوا سنگھانے سے لڑکے کو ہوش آیا۔ اُس نے لڑکے سے رات کا ماجرا پوچھا۔ مگر اُس کو کچھ معلوم نہ تھا تو اس بادشاہ اپنے دل میں کہنے لگا" تب وہ شخص چور ہوگا۔ جس نے مجھ کو داستان سنائی تھی۔ اور میرے پاؤں دبا رہا تھا۔ بادشاہ صبح ہی تخت پر جلوہ افروز ہوا۔ اور کہا" وزیروں اور امیروں کو بلاؤ" اُن کو بلایا گیا۔ اور وہ فی الفور جمع ہوئے۔ اور بادشاہ نے اُن کے سامنے رات کا واقعہ بیان کیا۔ وہ سب حیران ہوئے۔ اور بادشاہ سے کہنے لگے" اس چور کو تلاش کرنا چاہئے" فی الفور بادشاہ نے حکم دیا۔ کہ شہر میں ڈھنڈورا پٹوا دیا جائے وہ جس شخص نے یہ کام کیا ہے۔ میرے حضور میں آئے۔ اور خدا کی قسم کہ میں اُس کو گزند یا تکلیف نہ پہنچاؤں گا۔ اس نے میرے خزانہ سے جو دولت لی ہے۔ وہ اس کی ہے۔ اور میں اُس کو اتنی ہی دولت اور دوں گا" چور نے بھی سنا۔ کہ بادشاہ نے بھی حلف اٹھایا ہے۔ اس نے بادشاہ کے قول پہ اعتبار کیا۔ اور حاضر ہوا۔ ڈھنڈورا دینے والوں نے چور کو پکڑ لیا اور بادشاہ کے حضور میں لے آئے۔ اُنہوں نے بادشاہ کو اطلاع دی۔ کہ یہ شخص چور ہے۔ بادشاہ نے چور سے سوال کیا۔ اور چور نے کہا" اے

بادشاہ خواہ آپ قتل کریں یا معاف کریں۔ یہ کام میں نے کیا ہے۔"
بادشاہ نے کہا "تیرے یہ فعل کرنے کی کیا وجہ ہے" اور چور نے اول سے اول سے آخر تک تمام کیفیت بیان کی۔ بادشاہ نے چور کی تعریف کی۔ اور اس کو وہ دولت بخش دی۔ جو وہ لے گیا تھا۔ اور نیز اس کا وظیفہ مقرر کیا۔ اور حکم دیا۔ کہ عورت اس کو ملے۔ چونکہ چور اس طرح سے بادشاہ کا منظور نظر ہو گیا۔ اس نے صدق دل سے توبہ کی۔ اور اس عورت [illegible] لی۔ مدت تک پادشاہ کی ملازمت کرتا رہا"

تھا۔ سب ہے بادشاہ یہ داستان میں اس لئے سنائی ہے۔ کہ آپ کو [illegible] جائے۔ کہ اس قسم کے فریب مستورات میں بکثرت پائے [illegible]۔ خبردار اپنے بچے کو عورت کے کہنے پر قتل نہ کرو۔ پھر پچھتانے اور کچھ فائدہ نہ ہوگا" وزیر نے اس روز شاہزادے کی جان بخشی چاہی [illegible] بادشاہ نے وزیر سے یہ داستان سنی۔ تو اُس نے نوجوان کو قیدخانہ [illegible] بھیج دیا۔ اور خود شکار کو چلا گیا۔

جب شام ہوئی۔ بادشاہ شکار سے واپس آیا۔ اور محل میں گیا۔ ملکہ اُس کو سلام کرنے کے واسطے اُٹھی۔ دونوں یکجا بیٹھ گئے۔ کھانے کے بعد ملکہ نے پھر شاہزادے کا حال پوچھا۔ بادشاہ نے کہا "آج میرے فلاں وزیر نے اس کی سفارش کی۔ اور میں نے اُس کو قید خانہ میں بھیج دیا" ملکہ نے کہا "اس طرح وزیر تم کو مجھ سے بدظن کرنا چاہتے ہیں۔ اور تم بھی ظاہری چیزوں کو اصلی خیال کرتے ہو۔ اور دیر کرتے ہو۔ بجائیکہ وہ موقع کا انتظار کر رہے ہیں۔ میں سچ کہہ رہی ہوں۔ مناسب حال ایک داستان ہے۔ اگر بادشاہ اجازت دے۔ تو میں سناؤں۔ بادشاہ نے کہا "سناؤ" ملکہ نے کہا +

ملکہ کی چوبیسویں داستان

وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ کسی زمانہ میں ایک بادشاہ تھا۔ اور اس بادشاہ کا ایک مصاحب تھا۔ ایک روز بادشاہ نے اُس کو مذاقیہ رقعہ دے کر حکم دیا۔ اس رقعہ کو قاضی القضاۃ کے پاس لے جاؤ۔ اور جو کچھ وہ دے لے آؤ۔" چونکہ اس وقت جاڑے کا موسم تھا۔ بہت سردی پڑتی تھی۔ درباری رقعہ لیکر باہر آیا۔ جونہی اُس نے رقعہ کسی شخص کو دیکر کھلوایا۔ اور پڑھوایا۔ تو اس میں لکھا تھا۔ کہ "برف کی چھ بوریاں دیدو۔ مصاحب رقعہ کو قاضی کے پاس نہ لے گیا۔ ویسے ہی بادشاہ کے حضور میں واپس چلا آیا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا "کیا تم وہ چیز لے آئے ہو جس کا میں نے قاضی القضاۃ کو حکم دیا تھا۔" اس نے جواب دیا "حضرت سلامت میں اس کو اس کے استعمال کے زمانہ میں لونگا۔" خیر بات گئی گذری ہوئی۔ جب گرمی کا موسم آیا۔ اُس نے قاضی القضاۃ کو رقعہ جا دیا۔ قاضی القضاۃ نے کہا "میں اتنی برف اس موسم میں کس طرح دے سکتا ہوں۔ اُس نے کہا "بادشاہ نے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ اگر برف نہ مل سکے۔ تو اس کی قیمت لے لینا۔ قاضی نے اس کو منظور کیا۔ اور برف کی قیمت ادا کی۔ پھر وہ اس کو بادشاہ کے دربار میں لے گیا۔ اور اُس کے سامنے رکھدی۔ بادشاہ نے مصاحب کی تعریف کی۔ اور اس کو یہ بات بہت پسند آئی۔ اُسے بہت سے تحائف دیئے۔"

• "اب اسے بادشاہ میں یہ ستان اس لئے سنائی ہے۔ کہ آپ کو

معلوم ہو جائے۔ کہ جس طرح مصاحب موقع کا انتظار کرتا رہا تھا۔ اسی طرح یہ ناخلف بیٹا اپنے موقع کا انتظار کرتا ہے۔ غفلت نہ کرو۔ بلکہ اس کو قتل کر ڈالو۔ ورنہ وہ ضرور تم کو قتل کر ڈالیگا۔ اور بادشاہ نے کہا "کل صبح میں اس کو قتل کروں گا" اور دونوں بستر استراحت پر چلے گئے۔

جب صبح ہوئی۔ بادشاہ محل سے نکل کر تخت پر جلوہ افروز ہوا۔ اس نے نوجوان کو بلایا۔ اور جلاد کو حکم دیا "اس کا سر قلم کر دو" چھبیسواں وزیر آگے بڑھا۔ اور کہنے لگا "شاہ عالم پناہ آپ کو زیبا نہیں کہ جادہ اعتدال و رحم سے گذر کر ظلم کی راہ اختیار کریں۔ اگر بادشاہ سے بے خوف ہو کر شاہزادے کو ہلاک کر دیں۔ تو اس کی مثال بعینہ اس طرح ہے۔ جیسے کہ ایک روز لوگوں نے مقدس نبی سے پوچھا تھا "ایمان کی جڑ کیا ہے۔ اور اس کا سر کیا۔ اور اس کی جان کیا۔ اس کا دل کیا۔ اور اس کا تخم کیا۔ اور اس کا پتہ کیا۔ اس کا مقام کیا۔ اور اس کا پھل کیا" آپ نے جواب دیا "ایمان کی جڑ خدا کا فضل ہے۔ اور اس کا سر کلمہ ہے۔ اس کی جان قرآن ہے۔ اور اس کا دل صداقت ہے۔ اور اس کا مقام ایمان والے کا دل ہے۔ اس کا تخم علم ہے۔ اور اس کا پتہ تقوےٰ ہے۔ اس کی شاخ خدا کا خوف اور اس کا مغز عدل و انصاف۔ اور اس کا پھل خدا تعالےٰ کی حمد و ثنا ہے۔ جیسا کہ اس نے اپنے پاک کلام میں فرمایا ہے۔ اگر تم حمد و ثنا کرو گے۔ یقیناً میں تم کو بڑھاؤں گا" اے بادشاہ اس شان و شوکت اور سلطنت کے واسطے جو خدائے تعالےٰ نے تم کو عطا کی ہے۔ شکر کرو۔ اور عدل و فیاضی کرو۔ کیونکہ عدل و فیاضی نصف ا[illegible]ن ہیں۔ اور وہ درخت ایمان کی چھال ہیں۔ چنانچہ ایک درو[illegible] کو بوجہ عدل و فیاضی کے

ایمان کا خلعت فاخرہ ملا۔ اور دونوں جہان میں اس کا انجام اچھا ہوا۔ شاید بادشاہ نے وہ داستان نہیں سنی۔ بادشاہ نے کہا: "اچھا سناؤ" وزیر نے کہا+

پچیسویں وزیر کی داستان

"کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم یونانیوں سے جہاد کر کے واپس آ رہے تھے۔ تو ساتھ اصحاب بھی تھے۔ وہ ایک مقام پر اترے۔ خالد ابن ولید کسی کام پر گئے ہوئے تھے۔ اور جب وہ واپس آئے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ اس جگہ سے مع اپنے لشکر کے چلے گئے تھے۔ پس خالد ابن ولید کو نہ تو لشکر دکھائی دیا۔ اور نہ راستہ کا کچھ پتہ ملا۔ وہ ایک بلند پہاڑی پر چڑھ گئے۔ تو اس پہاڑی کے پیچھے بہت سے آدمیوں کو جمع دیکھا۔ چنانچہ خالد وہاں سے نیچے اترے۔ اور اُن سے پوچھا: "کہ تم کون لوگ ہو۔ اور کس قبیلہ سے ہو۔ تمہارے کتنے جنگجو ہیں۔ اور تمہارے یہاں جمع ہونے سے کیا مقصود ہے!" اُنہوں نے جواب دیا: "ہم فلاں قبیلہ سے ہیں۔ اور اب ہماری جماعت ستر ہزار کی ہے۔ اور یہاں جمع ہونے سے ہمارا مقصد یہ ہے۔ کہ اس پہاڑی کے ایک غار میں ہمارا ایک درویش ہے وہ ہم کو وعظ سناتا ہے۔ اور سال میں ایک دفعہ نصیحت کرتا ہے۔ اور ہم اُس کی نصیحت سنکر چلے جاتے ہیں۔ جو ہم کو ایک سال کے واسطے کافی ہوتی ہے۔ آج سال ختم ہو گیا ہے۔ وہ یقیناً باہر نکل کر ہم کو وعظ سنائے گا۔ خالد اپنے دل میں کہنے لگا: "یہ بہتر ہے کہ جب تک اس درویش کو

دیکھوں۔ یہاں سے نہ جاؤں" وہ اپنے اونٹ سے اتر پڑے۔ کچھ عرصہ بعد ایک شخص سیاہ لباس پہنے نکلا۔ ان سب لوگوں نے اس کی تعظیم کی۔ اور وہ منبر پر بیٹھ گیا۔ تب اس نے کہا "اے لوگو میں آج تم کو وعظ سناؤں گا۔ کیونکہ آج تمہارے درمیان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروؤں میں ایک شخص ہے" وہ سب ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ کسی نے خالد کو نہ پہچانا۔ کیونکہ یہ بھی اسی طرح کے کپڑے پہنے تھے۔ اور زبان بھی بول سکتے تھے۔ راہب نے کہا "تم اپنی جگہ بیٹھے رہو۔ میں اس کو معلوم کر لوں گا" وہ سب بیٹھ گئے۔ اور راہب نے کہا "اے شخص ہم نہیں جانتے تو کہاں بیٹھا ہے۔ مگر خدا تعالے جانتا ہے تجھکو قسم ہے۔ اگر تجھ کو محمد سے محبت ہے۔ تو کھڑا ہو جا۔ تاکہ میں دیکھ سکوں" خالد نے خیال کیا "اگر میں اب کھڑا ہو گیا۔ تو وہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں گے" راہب نے پھر پہلے الفاظ دہرائے۔ تب خالد اپنے دل میں کہنے لگے "اگر میری ہزار جانیں ہوں۔ تو وہ سب ایمان کی راہ میں محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حمائت میں قربان کر دینی چاہئیں" اور وہ اس جگہ پر جہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے ان کو دیکھ لیا۔ اور وہ جان گئے۔ کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہیں۔ وہ ان کو قتل کرنے کے واسطے دوڑے۔ راہب پکار کر کہنے لگا۔ اپنی اپنی جگہ پر خاموش ہو کر بیٹھ جاؤ۔ جس شخص کے گرد ستر ہزار آدمی ہوں۔ اس کو قتل کرنا بہادری نہیں" سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ راہب نے ان کو قریب بلایا۔ جب خالدؓ منبر کے پائے کے پاس گئے۔ راہب نے کہا "کیا تم پیغمبر کے بڑے یا سب سے چھوٹے اصحابوں میں سے ہو" خالدؓ نے جواب دیا۔ "میں صرف بڑا ہی نہیں۔ بلکہ میرے سے کوئی بڑا نہیں۔ اور

میں صرف چھوٹوں میں سے نہیں۔ بلکہ میرے سے کوئی چھوٹا نہیں۔" راہب نے کہا۔ "تم علم میں سے کیا جانتے ہو؟" خالد نے جواب دیا۔ "میں اتنا جانتا ہوں۔ جو میرے واسطے کافی ہے۔" راہب نے کہا۔ "اگر میں تم سے ایک بات پوچھوں۔ کیا تم اُس کا جواب دو گے؟" خالد نے جواب دیا۔ "اگر مجھکو معلوم نہ ہوا۔ تو شرم کی کوئی بات نہیں۔" راہب نے کہا۔ "میں نے سنا ہے۔ کہ تمہارے رسول کہتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ نے جو چیزیں بہشت میں پیدا کی ہیں۔ ان میں سے دنیا میں بھی اُس کی مثال پیدا کی ہیں۔ میں اس کو نہیں مانتا۔ بہشت میں ایک درخت ہے جس کو طوبےٰ کہتے ہیں۔ اس کی جڑیں ہوا میں بلند ہیں۔ اور بہشت میں کوئی ایسا مقام نہیں۔ جہاں اس کی شاخیں نہیں۔ دنیا میں اس کی مثل کیا ہے؟" خالد نے جواب دیا۔ "اُس کی مثل آفتاب ہے۔ جو خود تو آسمان میں ہے۔ مگر جب یہ آسمان کے عین وسط میں آجاتا ہے۔ تو کوئی گھر یا پہاڑ ایسا نہیں رہتا۔ جہاں اس کی کرنیں نہ ہوں۔ الغرض اس کی شعاعیں تمام جگہوں میں جاتی ہیں۔" راہب نے کہا۔ "تم نے معقول جواب دیا ہے۔" پھر راہب نے پوچھا۔ "کہ بہشت میں چار دریا ہیں۔ ایک شراب کا۔ ایک شہد کا۔ ایک دودھ کا۔ اور ایک پانی کا۔ یہ تمام ایک جگہ میں بہتے ہوئے آتے ہیں۔ لیکن ملتے نہیں دنیا میں اس کی مثل کیا ہے؟" خالد نے کہا۔ "کیا تم نہیں دیکھتے خداوند تعالےٰ نے بنی آدم کے جسم کی بالشت بھر جگہ میں چار مختلف پانی پیدا کئے ہیں۔ وہ ایک ہی جگہ سے نکلتے ہیں۔ مگر ایک دوسرے سے ملتے نہیں۔ ایک کان کا پانی ہے جو کڑوا

ہے۔ ایک آنکھ کا پانی ہے۔ جو نمکین ہے۔ اور ناک کا پانی ہے۔ جس سے بو آتی ہے۔ ایک وہ پانی ہے۔ جو منہ سے نکلتا ہے۔ اور وہ میٹھا ہے۔" راہب نے کہا۔" خوب۔ تم نے معقول جواب دیا ہے۔" راہب نے پھر پوچھا" بہشت میں ایک درخت ہے جس کی لمبائی پانچسو سال کا راستہ ہے۔ اور جب اس پر کوئی ملی چڑھتا ہے۔ وہ درخت نیچے جھک جاتا ہے۔ اور وہ شخص چڑھ جاتا ہے اور پھر یہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ دنیا میں اس کی شکل کیا ہے؟" خالد نے جواب دیا۔ دنیا میں اُس کی شکل اونٹ ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ باوجودیکہ اونٹ اتنا بڑا ہے۔ مگر جب ایک بچہ بھی اس کی باگ کو پکڑ لیتا ہے۔ تو اُس کا سر نیچے کھینچ لیتا ہے۔ اور اس پر سوار ہو جاتا ہے۔ راہب نے کہا تم نے یہ بھی معقول جواب دیا ہے۔ اُس نے ایک اور سوال پوچھا۔ تب خالد نے کہا۔" انصاف تو کرو۔ کہ تم نے مجھ سے اتنے سوال پوچھے ہیں۔ میں بھی تم سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔" راہب نے کہا" پوچھو۔ کیا پوچھنا چاہتے ہو۔" خالد نے کہا" جنت کی کلید کیا ہے؟" راہب نے جواب دیا" عیسٰے علیہ السلام پر ایمان لانا" خالد نے کہا" عیسٰے کے خدا کی قسم۔ سچ کہو" جب اُس نے یہ حلف دیا۔ راہب لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا" لوگو جب ہم نے اس کو حلف دیا تھا۔ وہ ہم سے خائف تھا۔ پس اس پر حلف کی پابندی لازم نہ تھی۔ اب اُس نے بھی ہم کو حلف دلایا ہے۔ اور وہ ہم سے سچ پوچھتا ہے۔ مگر ہم کو اس سے کچھ خوف نہیں۔ اب انصاف کے شایاں یہ ہے۔ کہ ہم اس شخص کو سچا جواب دیں۔ میں جانتا ہوں کہ اب تم میری پیروی کرو گے۔" وہ بولے" ہم سب تمہارے

پیرو ہیں"۔ تب راہب نے کہا "اے لوگو۔ ایک سچی بات ہزار جھوٹ سے بہتر ہے۔ میں نے اپنی کتابوں میں دیکھا اور پڑھا ہے۔ کہ جنت کی کلید یہ ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ" یعنی جو شخص دنیا میں کلمہ پڑھیگا۔ وہ جنت میں داخل ہوگا" اور پھر اُن کو مخاطب کر کے کہنے لگا "اے لوگو گواہ رہو۔ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب پر ایمان لاتا ہوں" اور اُس نے کہا "کہ میں شہادت دیتا ہوں۔ کہ سارے خدا کے کوئی خدا نہیں۔ اور میں یہ بھی شہادت دیتا ہوں۔ کہ محمد علیہ الصلواۃ والسلام اس کے بندے اور رسول ہیں" اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد انّ محمداً عبدہٗ و رسولہ۔ جب لوگوں نے یہ سنا۔ انہوں نے صداقت کو قبول کیا۔ اور خالدؓ کے ساتھ رسول اللہ صلعم کے پاس چلے گئے۔ اور وہ رسول خدا صلعم کی خدمت میں بہت خوش وخرم زندگی بسر کرنے لگے"۔

اب اے بادشاہ میں نے یہ داستان اس لئے سنائی ہے۔ کہ آپ کو معلوم ہو جائے۔ کہ اگر کسی شخص میں عدل (رحم) نہ ہو۔ تو اُس سے اُس کے ایمان میں نقص پایا جاتا ہے۔ بادشاہ کا عدل اور رحم اس امر کا مقتضی ہے۔ کہ وہ شاہزادے کو قتل نہ کرے۔ جس نے ابھی تک باغ زندگی کا پھل نہیں کھایا۔ اور جس کی آنکھوں نے دنیا کی لذت اور خوشیاں نہیں دیکھیں" اور اس نے اس روز کے لئے سفارش کی۔ جب بادشاہ نے وزیر سے یہ داستان سنی۔ اس نے شاہزادے کو قید خانہ میں بھیجدیا اور خود شکار کو چلا گیا۔

جب شام ہوئی۔ بادشاہ شکار سے واپس آکر محل میں چلا گیا۔ اور ملکہ اُس کو سلام کرنے کے واسطے اٹھی۔ اور پھر وہ دونوں بیٹھ گئے کھانے کے بعد ملکہ نے پھر نوجوان کا حال پوچھا۔ بادشاہ نے کہا۔

مطمئن جی میرے فلاں وزیر نے اس کے واسطے سفارش کی اور میں نے اس کو قتل نہیں کیا۔" ملکہ نے کہا "اے بادشاہ اس نوجوان سے بہت سے لوگوں کو ندامت نصیب ہو گی۔ اس کا حال بعینہ ایک خراسانی کی طرح ہے۔ شائد بادشاہ نے اُس کی داستان نہیں سنی۔" بادشاہ نے کہا۔ "اچھا سناؤ۔" ملکہ نے کہا +

ملکہ کی چھبیسویں داستان

کسی زمانہ میں شہر خراسان میں ایک شخص مفلس رہتا تھا۔ جب وہ اپنے ہمسایوں سے گفتگو کرتا۔ تو انتہا درجے کی شیخی بگھارتا۔ جب ہمسایوں کو خوب معلوم ہو گیا۔ کہ وہ شیخی خور آدمی ہے۔ تو وہ اس سے باتیں کر کے جی بہلایا کرتے تھے۔ ایک روز علی الصباح خراسانی اپنی جگہ سے اٹھا اور روٹی کا ایک ٹکڑا لیکر اس پر چربی مل لی۔ اور اس کو کھا گیا۔ چربی سے اُس کی مونچھیں چکنی ہو گئیں۔ تو وہ قرب و جوار کے خوجوں کے پاس گیا۔ کبھی اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتا۔ اور کبھی مسواک سے دانت صفا کرتا۔ آخر جا کر بیٹھ گیا۔ خوجوں نے اس سے کہا "آج تم نے کیا نیا لذیذ کھانا کھایا ہے۔" خراسانی نے جواب دیا۔ "آج کوئی مٹھائی تیار نہیں کی گئی تھی۔ پلاؤ۔ قورمہ۔ بریانی۔ تنبخی۔ باقرخانی عمدہ قیمہ وغیرہ۔ صرف یہی لذیذ چیزیں کھائی ہیں۔" اور زیادہ شیخی بگھار کر کہنے لگا "آج میری طبیعت افسردہ ہے۔ میں بادامی گھوڑے پر سوار ہو کر شہر سے باہر گھوڑے کو دوڑاؤں گا۔ تاکہ میری طبیعت بحال ہو جائے۔" ٹھیک اس وقت اُس کا

بیٹیا دروازے پر آکر کہنے لگا۔ "آج بلی نے اس چمچے میں سے چربی کھالی ہے۔ جو تم ہر روز اپنی موچھوں کو لگایا کرتے ہو۔" خراسانی نے کہا۔ "جا مرتبان سے اور نکال لے۔" لڑکے نے جواب دیا۔ "میں نہیں جانتا کہ سوائے اس چربی کے جو چمچے میں تھی۔ ہمارے گھر میں اور چربی کہاں ہے۔ مرتبان کا تو کیا ذکر۔ ہمارے گھر میں تو کوئی کلھیا بھی نہیں؟" خراسانی نے کہا۔ "کیا تم نے بادامی گھوڑے کو پانی پلایا ہے؟" لڑکے نے جواب دیا۔ "میری اتنی عمر ہو گئی ہے اور میں نے اپنے گھر میں گدھا بھی نہیں دیکھا۔ گھوڑا کہاں سے آیا۔ جسے میں پانی پلاتا۔" یہ کہہ لڑکا چلا گیا۔ خراسانی اس مجمع سے کمال شرمساری کے ساتھ اٹھکر چلا گیا۔ اور اس کے جانے کے بعد جو جے ہنسنے لگے۔ جب خراسانی اپنے گھر میں پہنچا۔ تو بیٹے کو ملامت اور توبیخ کرکے کہنے لگا۔ "نالائق تو نے میری آبرو خاک میں ملا دی۔" لے بادشاہ میں نے یہ داستان اس لئے سنائی ہے۔ کہ آپ کو معلوم ہو جائے نوجوانوں میں شائستگی یا حیا نہیں ہوتی۔ نوجوان ضرور کسی نہ کسی طرح ذلت اور رسوائی کا موجب ہوتے ہیں۔ شاہزادے نوجوان کو قتل کرنے کے سوا کوئی علاج نہیں۔ ورنہ وہ کسی روز تم کو ذلیل اور رسوا کرکے قتل کریگا۔ میں جو کچھ جانتی ہوں۔ آپ کے سامنے صاف صاف بیان کرتی ہوں۔ جب بادشاہ نے ملکہ سے یہ داستان سنی۔ اس نے کہا۔ "کل ضرور میں اس کو قتل کر دونگا۔"

جب صبح ہوئی۔ بادشاہ محل سے نکلکر تخت پر جلوہ افروز ہوا۔ اور اس نے نوجوان کو بلا کر جلاد کو حکم دیا۔ کہ اس کا سر قلم کر دو۔" چھبیسواں وزیر آگے بڑھا۔ اور کہنے لگا۔ "شاہ عالم پناہ اس عورت کی باتیں وزیروں کی باتوں سے اچھی نہیں۔ اگر بادشاہ اتنے وزیروں کی نصیحت کو

توجہ سے نہ سنے گا۔ تو پچھتائیگا۔ اور اگر ایسے ہی عورت کے کہنے پر عمل کریگا۔ تو مجھے خوف ہے۔ کہ وہ ان لوگوں میں سے ہوگا۔ جو خدا سے سرکش ہیں۔ ہر وقت خدا سے ڈرو۔ تاکہ خداوند تعالٰے تم کو اس دنیا اور عقبےٰ میں عزت و حرمت سے محروم نہ کرے۔ شائید بادشاہ نے نعمان کی داستان نہیں سنی۔ بادشاہ نے کہا "اچھا سناؤ" وزیر نے کہا +

چھبیسویں وزیر کی داستان

قدیم زمانہ میں شہر قاہرہ میں ایک شخص نعمان نامی رہتا تھا۔ اور اس کا ایک بیٹا تھا۔ جب اس کے لڑکے کی عمر پڑھنے کے لائق ہوئی۔ تو وہ ایک روز اس کو مدرسہ میں لے گیا۔ اور ایک استاد کے سپرد کیا۔ نعمان بہت ہی مفلس تھا۔ چنانچہ وہ بہشتی کا کام کرتا تھا۔ اور پانی بھر کر اپنی بیوی اور بچے کا پیٹ پالتا تھا۔ جب استاد لڑکے کو قرآن مجید ختم کرا چکا۔ تو اس نے نذرانہ مانگا لڑکے نے گھر آکر باپ کو حال بتایا۔ اس کے باپ نے کہا "بیٹا قرآن شریف اللہ تعالٰے کا کلام ہے۔ ہمارے پاس اس کے لائق کوئی چیز نہیں۔ ہمارا اونٹ ہے۔ جس کی مدد سے میں پانی بھرا کرتا ہوں۔ اس کو لیجاؤ۔ اور اپنے استاد کو دیدو" لڑکے نے اونٹ لیجا کر اپنے استاد کے حوالے کیا۔ لیکن اس روز اس کا باپ روپیہ نہ کما سکا۔ اس روز خود وہ اور اس کی بیوی اور بیٹا رات بھر بھوکے رہے۔ اس کی بیوی بڑی زبان دراز عورت تھی کہنے لگی

تجھ پر خدا کی لعنت۔ کیا تو دیوانہ ہو گیا ہے۔ تیری عقل کیا ہوئی! تیرے پاس ایک اونٹ تھا۔ اور ہم اُس کے ذریعے بری بھلی گزران کرتے تھے۔ تو نے اُس کو بھی نذرانے میں دیدیا۔ کاش یہ لڑکا پیدا ہی نہ ہوتا۔ یا تو اس کو پڑھنے کے واسطے نہ بھیجتا۔ اور اس نے اس قدر شور وغل کیا۔ کہ بیان میں نہیں آسکتا۔ نعمان نے جب یہ حال دیکھا۔ تو اُس کو بڑا رنج ہوا۔ اس نے اپنا سر جھکا لیا۔ بوجہ افراطِ رنج وغم سو گیا۔ خواب میں اس کو ایک نورانی صورت سفید ریش بزرگ سفید لباس پہنے ہوئے نظر آیا۔ وہ کہنے لگا "نعمان تیری قسمت کا حصہ دمشق میں ہے۔ جا اس کو لیلے" اس وقت نعمان بیدار ہوا۔ اور اس کو کوئی آدمی نظر نہ آیا۔ وہ اٹھا اور کہنے لگا "کیا یہ رویائے صادق ہے یا محض وسوسۂ شیطانی ہے" یہ کہکر پھر سو گیا۔ اس نے پھر وہی خواب دیکھا۔ المختصر وہ بزرگ اس رات نعمان کو تین دفعہ خواب میں نظر آیا۔ اور کہنے لگا "بیشک تمہارا حصہ دمشق میں ہے۔ دیر نہ کرو۔ اور اس کو جا کر لے لو" جب صبح ہوئی۔ نعمان نے یہ خواب اپنی بیوی سے بیان کیا۔ اس کی بیوی کہنے لگی "تو نے اونٹ دیدیا ہے اور ہم کو بھوکا رکھا ہے۔ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تو مجھکو اور اپنے بچے کو یہاں چھوڑ کر چلا جائیگا" نعمان نے کہا "میری جان میں کہیں بھاگ نہیں جاؤنگا" عورت نے اس کی بات مان لی۔ اور اس کو جانے دیا پس نعمان چلا گیا۔ جب وہ شہر دمشق میں داخل ہوا۔ اور مسجد اموی کے دروازے میں سے گذرا۔ تو اُس نے دیکھا کسی شخص نے تنور میں روٹیاں پکائی تھیں۔ جب اُس نے نعمان کو سامنے آتے دیکھا۔ اور اُس کو مسافر جانکر ایک روٹی دیدی۔ نعمان نے روٹی لیکر کھالی۔ اور لیٹ گیا۔ بوجہ تکان کے لیٹتے ہی اس کو نیند آگئی۔

پھر اس نے بزرگ کے خواب میں نظر آنے اور اشرفیوں کی ایک بھری ہوئی دیگ کا پتہ بتانے کا ذکر کیا۔ اور کہنے لگا "اے بادشاہ آپ اپنا ایک غلام بھیج دیں۔ وہ اشرفیاں لے آئیگا۔ اور میں اتنا ہی خوشی سے قبول کر لونگا۔ جو حضور مجھ کو عنایت فرمائینگے۔"

بادشاہ نے ایک منشی کو بلا کر کہا۔ "اس سکہ کا سن پڑھو۔ تاکہ ہم کو یہ معلوم ہو جائے۔ کہ یہ کس کے زمانہ کا ہے۔" جب منشی نے اشرفی کو ہاتھ میں لیا۔ اس نے دیکھا۔ کہ اس کے ایک جانب میں یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔ "یہ خدا کی جناب سے نعمان کو عطیہ دیا جاتا ہے۔" اور دوسری طرف دیکھا کہ اس طرف تو یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔ کہ "یہ بدلہ اس لئے ہے کہ اس نے قرآن کی تعظیم کی ہے۔" جب منشی بادشاہ کو سب کتبہ پڑھ کر سنا چکا۔ بادشاہ نے کہا "تمہارا نام کیا ہے؟" اس نے جواب دیا "میرا نام نعمان ہے۔" بادشاہ نے ان سب اشرفیوں کو پڑھوایا۔ اور ان سب پہ یہی الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ بادشاہ نے کہا "جاؤ اور کچھ اشرفیاں ظرف کے نیچے سے لاؤ۔" انہوں نے ان کو بھی پڑھا۔ ان سب پر بھی وہی کتبہ لکھا ہوا تھا۔ نعمان سے بادشاہ حیران ہو کر کہنے لگا "یہ تم کو خداوند تعالےٰ نے عطا کی ہیں۔ میں بھی تم کو ان کے لینے کی اجازت دیتا ہوں۔" پس نعمان اپنے گھر گیا۔ اس نے دیگ میں سے جتنی اشرفیاں تھیں۔ نکال لیں۔ اور وہ دنیا میں جب تک وہ زندہ رہا۔ عیش و راحت سے زندگی بسر کرتا رہا۔ اور عقبےٰ میں اس کو اعلےٰ درجہ حاصل ہوا۔ اس کو یہ تمام راحت و مسرت قرآن شریف کی تعظیم کرنے سے میسر ہوئی تھی۔"

"اے بادشاہ میں نے آپ کو یہ داستان اس لئے سنائی ہے۔ کہ آپ کو معلوم ہو جائے۔ کہ خدائے عزوجل اس شخص کی عزت کرتا ہے۔

جو علم اور صاحب علم کی تعظیم کرتا ہے۔ پس آپ کو لازم ہے کہ آپ شاہزادے کے علم کی عزت و تعظیم کریں۔ کیونکہ وہ صاحب علم ہے۔ اور ان وزیروں کے علم کی عزت کریں۔ تاکہ آپ کو خداوند تعالیٰ کی جناب میں اس دنیا اور آخرت میں عزت حاصل ہو۔" اور اس نے اس روز کے واسطے شہزادہ کی سفارش کی۔ جب بادشاہ نے وزیر سے یہ داستان سنی۔ اُس نے شاہزادے کو قید خانہ میں بھیجدیا۔ اور خود شکار کو چلا گیا۔

جب شام ہوئی۔ بادشاہ شکار سے واپس آتے ہی محل میں گیا۔ کھانے کے بعد ملکہ نے شاہزادے کی خبر پوچھی۔ بادشاہ نے کہا "آج فلاں وزیر نے اس کی سفارش کی۔ لہذا میں نے اس کو قید خانہ میں بھیجدیا۔" ملکہ نے کہا "میری بات کا آپ پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ کیا آپ نے نہیں سنا۔ کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالےٰ کے اسراروں کے بحر سے سر نکالا۔ اور معراج سے تشریف لائے انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو بلا کر کہا "اے عائشہؓ مجھ سے کلام کرو۔" آپ کو حضرت عائشہؓ کے دیکھنے اور اُن کی کلام سننے سے بہت خوشی ہوتی تھی۔ خاتم الانبیا اپنی بیوی کی اتنی عزت کرتے تھے۔ تو اے بادشاہ تم ان کی امت میں سے ہو۔ لیکن باینہمہ میری بات آپ کے ایک کان سے داخل ہوتی ہے۔ اور دوسرے سے نکلجاتی ہے۔ شائد آپ نے ایک تاجر کے بیٹے اور بیٹی کی داستان نہیں سنی بادشاہ نے کہا "اچھا سناؤ۔" ملکہ نے کہا۔

پھر اس نے بزرگ کے خواب میں نظر آنے اور اشرفیوں کی ایک بھری ہوئی دیگ کا پتہ بتانے کا ذکر کیا۔ اور کہنے لگا "اے بادشاہ آپ اپنا ایک غلام بھیجدیں۔ وہ اشرفیاں لے آئیگا۔ اور میں اتنا ہی خوشی سے قبول کرلونگا۔ جو حضور مجھ کو عنایت فرمائینگے۔"

بادشاہ نے ایک منشی کو بلاکر کہا۔ "اس سکہ کا سن پڑھو تاکہ ہم کو یہ معلوم ہو جائے۔ کہ یہ کس کے زمانہ کا ہے۔" جب منشی نے اشرفی کو ہاتھ میں لیا۔ اس نے دیکھا۔ کہ اس کے ایک جانب میں یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں "یہ خدا کی جناب سے نعمان کو عطیہ دیا جاتا ہے۔" اور دوسری طرف دیکھا کہ اس طرف تو یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔ کہ "اور یہ اس لئے ہے کہ اس نے قرآن کی تعظیم کی ہے۔" جب منشی بادشاہ کو اشرفی کا کتبہ پڑھکر سنا چکا۔ بادشاہ نے کہا "تمہارا نام کیا ہے!" اس نے جواب دیا "میرا نام نعمان ہے" بادشاہ نے ان سب اشرفیوں کو پڑھوایا۔ اور ان سب پہ یہی الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ بادشاہ نے کہا "جاؤ اور کچھ اشرفیاں ظرف کے نیچے سے لاؤ۔" انہوں نے ان کو بھی پڑھا۔ ان سب پر بھی وہی کتبہ لکھا ہوا تھا۔ نعمان سے بادشاہ حیران ہوکر کہنے لگا "یہ تم کو خداوند تعالےٰ نے عطا کی ہیں۔ میں بھی تم کو ان کے لینے کی اجازت دیتا ہوں۔" پس نعمان اپنے گھر گیا۔ اس نے دیگ میں سے جتنی اشرفیاں تھیں۔ نکال لیں۔ اور وہ دنیا میں جب تک وہ زندہ رہا۔ عیش و راحت سے زندگی بسر کرتا رہا۔ اور عقبےٰ میں اس کو اعلےٰ درجہ حاصل ہوا۔ اس کو یہ تمام راحت و مسرت قرآن شریف کی تعظیم کرنے سے میسر ہوئی تھی۔"

"اے بادشاہ میں نے آپ کو یہ داستان اس لئے سنائی ہے۔ کہ آپ کو معلوم ہوجائے۔ کہ خدا عزوجل اس شخص کی عزت کرتا ہے۔

جو علم اور صاحب علم کی تعظیم کرتا ہے۔ پس آپ کو لازم ہے کہ آپ شاہزادے کے علم کی عزت و تعظیم کریں۔ کیونکہ وہ صاحب علم ہے۔ اور ان وزیروں کے علم کی عزت کریں۔ تاکہ آپ کو خداوند تعالیٰ کی جناب میں اس دنیا اور آخرت میں عزت حاصل ہو" اور اس نے اس روز کے واسطے شہزادہ کی سفارش کی۔ جب بادشاہ نے وزیر سے یہ داستان سنی۔ اُس نے شاہزادے کو قید خانہ میں بھیجدیا۔ اور خود شکار کو چلا گیا ؛

جب شام ہوئی۔ بادشاہ شکار سے واپس آتے ہی محل میں گیا۔ کھانے کے بعد ملکہ نے شاہزادے کی خبر پوچھی۔ بادشاہ نے کہا "آج فلاں وزیر نے اس کی سفارش کی۔ لہٰذا میں نے اس کو قید خانہ میں بھیجدیا" ملکہ نے کہا "میری بات کا آپ پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ کیا آپ نے نہیں سنا۔ کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالےٰ کے اسراروں کے بحر سے سر نکالا۔ اور معراج سے تشریف لائے انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو بلا کر کہا "اے عائشہؓ مجھ سے کلام کرو" آپ کو حضرت عائشہؓ کے دیکھنے اور اُن کی کلام سننے سے بہت خوشی ہوتی تھی۔ خاتم الانبیا اپنی بیوی کی اتنی عزت کرتے تھے۔ تو اے بادشاہ تم ان کی امت میں سے ہو۔ لیکن باوجود میری بات آپ کے ایک کان سے داخل ہوتی ہے۔ اور دوسرے سے نکلجاتی ہے۔ شائد آپ نے ایک تاجر کے بیٹے اور بیٹی کی داستان نہیں سنی بادشاہ نے کہا "اچھا سناؤ" ملکہ نے کہا ؛

ملکہ کی چھبیسویں داستان

"دمشق میں ایک بڑا تاجر رہتا تھا۔ اس کا ایک بیٹا حسن میں یوسف ثانی تھا۔ ایک روز جب یہ لڑکا شہر کے کسی حصّے سے گذر رہا تھا۔ اچانک کسی اور تاجر کے دروازے کے سامنے سے گذرا اس نے کھڑکیوں کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا۔ تو اُس کو ایک لڑکی نظر آئی۔ جس کی شکل و صورت کو دیکھکر بدرِ منیر شرماتا تھا۔ جس کو دیکھکر عاشق بے تاب ہو جاتے تھے۔ وہ زلیخا ثانی تھی۔ وہ بھی اوپر سے تاجر کے بیٹے کو دیکھ رہی تھی۔ جب ان دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں۔ ایک دوسرے پر دل و جان سے عاشق ہو گئے۔ لڑکی نے اوپر سے ایک سیب پھینکا۔ تاجر کے بیٹے نے اس کو زمین پر گرنے سے پہلے لپک لیا۔ حسن اتفاق سے سوداگر بچی کی ماں اس وقت مکان پر موجود نہ تھی۔ کہیں بیاہ شادی میں گئی ہوئی تھی۔ نازنین لڑکی اپنے دل میں یہ کہکر کہ ایسا موقعہ پھر کب ہاتھ آئیگا نیچے اتر آئی۔ اور دروازہ کھول نوجوان کو اندر بلا جلدی سے دروازہ بند کر لیا۔ نوجوان نے اس کے چند بوسے لئے۔ دونوں جھٹ بالاخانہ پر چلے گئے۔ نوجوان مرد اور عورت میں تنہائی کے وقت جو فعل ناجائز ہوا کرتا ہے۔ یہ بھی اس میں مشغول ہوئے۔ یکایک لڑکی کے باپ نے آکر دروازے پر دستک دی۔ پھر تو نوجوان کے ہوش جاتے رہے گھبرا کر بولا۔ کیا کروں۔ کہاں جاؤں۔ نازنین لڑکی نے کہا۔ باغ میں ایک تہ خانہ ہے۔ بالفعل وہاں جا کر چھپ رہو۔ جلدی جلدی سہاگرچہ

بدحواس ہو چور کی طرح زینہ سے اترنے لگا۔ ناگاہ پاؤں پھسل گیا۔ لڑکتے لڑکتے سیڑہی کے نیچے جا پڑا اور مر گیا"

"اے بادشاہ شاہزادہ بھی کچھ عقل و تمیز نہیں رکھتا۔ اور چونکہ وہ بے شعور ہے۔ اس سے اس کو یا کسی اور کو کچھ فائدہ نہیں ہمیشہ بُرا کام کرتا ہے۔ خبردار غفلت نہ کر۔ اس نوجوان کو قتل کر ڈال۔ جب بادشاہ نے ملکہ سے یہ داستان سنی۔ اس نے کہا "کل صبح میں اُس کو قتل کر ڈالونگا" پھر دونوں بستر استراحت پر چلے گئے۔

جب صبح ہوئی۔ بادشاہ تخت پر جلوہ افروز ہوا۔ اس نے نوجوان کو بلایا۔ اور جلاد کو حکم دیا "کہ اس کا سر قلم کردو" ستائیسویں وزیر نے آگے بڑھکر کہا "شاہ عالم پناہ! بادشاہوں پر لازم ہے۔ کہ ان چیزوں کے پوچھنے سے جن کو وہ نہیں جانتے شرمسار ہوں۔ کیونکہ جو شخص علم حاصل کرنے میں پیش قدمی کرتا ہے۔ وہ بہشت میں داخل ہوگا۔ بلکہ دانشمند وہ ہے جو اوروں سے وہ چیز پوچھ لے۔ جو وہ خود نہ جانتا ہو۔ اور وہ شخص بے وقوف ہے۔ جو پوچھنے سے شرمسار ہو۔ آپ ہماری بات پر یقین نہیں کرتے۔ اس شہر میں بہت سے عالم ہیں۔ ان سے پوچھو۔ اور اگر یہ کام گناہ نہ ہو۔ تو ہم پھر کچھ نہ کہینگے۔ شائد آپ نے ایک لکڑہارے کی داستان نہیں سنی۔ بادشاہ نے کہا "اچھا سناؤ"۔ وزیر بیان کرنے لگا +

ستائیسویں وزیر کی داستان

ایک شہر میں ایک نوجوان لکڑہارا رہتا تھا۔ اور اُس کی بیوی

بڑی زبان دراز عورت تھی۔ یہ عورت لکڑ ہارے سے جو کچھ وہ کماتا تھا۔ لے لیتی تھی۔ اُس کے ہاتھ میں ایک پائی بھی نہ چھوڑتی اور اس پر حسد کا یہ حال۔ ہمیشہ رات کو روٹی میں نمک ڈالتی کبھی بھول کر سالن نہ پکاتی۔ اگر لکڑ ہارا کہتا کہ "آج تم نے جو روٹی پکائی ہے۔ نمکین ہے" تو دوسری رات کو وہ روٹی میں نمک بھی نہ ڈالتی تھی۔ اگر وہ کہتا تھا کہ "روٹی میں نمک نہیں" تو وہ بہت زیادہ نمک ڈال دیتی تھی۔ چنانچہ وہ کچھ نہ کر سکتا تھا۔ ایک روز لکڑ ہارے نے اپنی بیوی سے تھوڑا سا روپیہ چھپا لیا۔ تاکہ اس سے ایک رسی خرید سکے۔ جب رات ہوئی۔ عورت کو معلوم ہو گیا۔ لکڑ ہارے کی جیب میں روپیہ ہے۔ اور وہ کہنے لگی "تیری میرے سوا کوئی اور معشوقہ ہے۔ تو روپیہ اس کو دینے کے واسطے لے جاتا ہے" نوجوان نے حلف اٹھایا لیکن عورت نے باور نہ کیا۔ لکڑ ہارے نے کہا "میری جان میں نے یہ رسی خریدنے کے لئے رکھا تھا" عورت نے جواب دیا۔ "خدا کرے تجھ کو اس رسی سے پھانسی ملے" لکڑ ہارے نے کہا "تم مجھ کو اس طرح کیوں بد دعا دیتی ہو" اُس نے جواب دیا "میں نے تو ایک معمولی سی بد دعا دی ہے" المختصر دونوں میں جھگڑا بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ لکڑ ہارے نے عورت کو مارا۔ یہ رات تو جوں توں کر کے گذر گئی۔ جب صبح ہوئی۔ لکڑ ہارا اٹھا۔ پہاڑ کی طرف جانے سے پیشتر عورت سے کہنے لگا "خبردار میرے پیچھے نہ آنا" عورت نے لکڑ ہارے کا کہنا مطلق نہ مانا۔ چپکے سے اپنے خاوند کے پیچھے پیچھے پہاڑ کی طرف گئی۔ لکڑ ہارے سے جا کر کہنے لگی۔ "جب تم میرے سے علیحدہ ہوتے ہو۔ کون جانتا ہے۔ کہ تم کیا کرتے ہو" لکڑ ہارے نے کچھ

نہ کیا۔ اور پہاڑ کی لکڑیاں کاٹنے لگا۔ اور جب وہ عورت پہاڑ پر اِدھر اُدھر پھر رہی تھی۔ وہ ایک غار کے منہ کے قریب گئی۔ لکڑہارے نے دیکھا۔ کہ عورت غار کے پاس جا پہنچی ہے۔ وہ پکار کر کہنے لگا "خبردار غار کے پاس نہ جا" مگر عورت پہلے سے بھی زیادہ قریب چلی گئی۔ لکڑہارے نے پھر چلا کر کہا "میں کہتا ہوں کہ واپس چلی آ۔ اور تو اس کے زیادہ قریب جا رہی ہے۔ عورت کہنے لگی "میں اس سے بھی قریب چلی جاؤں گی۔ اُس نے ایک اور قدم اٹھایا۔ اور اپنا پاؤں نیچے لٹکا دیا۔ اب اس کے نیچے جو پتھر تھا۔ وہ مضبوط جما ہوا نہ تھا۔ پاؤں دھرتے ہی غار میں گر پڑی۔ چونکہ لکڑہارا کچھ نہ کر سکتا تھا۔ اس نے عورت کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اور گھر چلا گیا۔ وہ رات گزر گئی۔ اور صبح پھر پہاڑ کی طرف گیا۔ اُس نے اپنے دل میں کہا "مجھے اس عورت کو دیکھنا چاہیئے" وہ غار کے منہ پر گیا۔ اور نیچے دیکھنے لگا۔ مگر عورت نظر نہ آئی۔ اس کے دل کو بہت رنج ہوا۔ اس نے رسی کو چھوڑ دیا۔ اور بآواز بلند کہنے لگا "بیوی اس رسی کو کو پکڑ لو۔ تاکہ میں تم کو اوپر کھینچ لوں" اس کو معلوم ہوا کہ رسی بھاری ہے۔ اور جوں توں کر کے اُس نے کھینچ لیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک عفریت نے رسی پکڑی ہوئی ہے۔ لکڑہارا ڈر گیا۔ مگر عفریت نے کہا "اے دوست۔ خدا تعالیٰ تم کو جزا دے۔ تم نے مجھ کو ایک ایسے عذاب سے چھڑایا ہے جس سے میں تا روز قیامت [illegible] نہ ہو سکتا تھا۔ لکڑہارے نے کہا "تم کس عذاب میں مبتلا تھے" عفریت نے جواب دیا "میں ایک عرصہ دراز سے اس غار میں رہتا تھا۔ مگر کل ایک کمبخت زبان دراز منحوس عورت اوپر سے گری

اور میرے سر پر سوار ہو گئی۔ جب تم آئے اور پکار کر کہنے لگے۔ کہ اس رسی کو پکڑ لو۔ تب اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ لیکن رسی کو نہ پکڑا۔ خدا کا شکر ہے۔ میں جان سلامت لیکر نکل آیا ہوں۔ اب میں تم کو اس مہربانی کا جو تم نے میرے ساتھ کی ہے۔ صلہ دونگا۔" اور اس نے تین پتے نکال کر نوجوان کو دیئے۔ اور کہنے لگا" اب میں جا کر بادشاہ کی بیٹی کو چمٹ جاؤنگا۔ اور خواہ کچھ ہی علاج کریں۔ میں تمہارے آنے تک نہ اترونگا۔ تم ان پتوں میں سے ایک کو پانی میں ڈال دینا۔ اور اس پانی کو لڑکی کے منہ پر مل دینا۔ میں چلا جاؤں گا۔ اور بادشاہ تم کو بہت سا انعام واکرام دیگا۔" پس نوجوان نے عفریت کے ہاتھ سے وہ پتے لے لیئے۔ اور عورت کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اور اپنے گھر چلا گیا۔ اب ہم عفریت کی داستان شروع کرتے ہیں۔ عفریت وہاں سے سیدھا بادشاہ کے محل میں گیا۔ اور اس کی بیٹی کو چمٹ گیا۔ خدمتگاروں نے بادشاہ کو خبر کی۔ اور کہا۔ لڑکی حواس باختہ ہو گئی ہے۔ بادشاہ نے آکر دیکھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ سر میں درد ہوتا ہے۔ اور اسی وجہ سے چلاتی ہے۔۔ اس نے فی الفور ایک طبیب کو علاج معالجہ پر مامور کیا۔ لیکن اس کے علاج سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اس نے ایک اور طبیب مقرر کیا۔ مگر اس کے علاج سے بھی کچھ فائدہ نہ ہوا۔ المختصر یکے بعد دیگرے گیارہ طبیب علاج کرتے رہے۔ مگر لڑکی کو مطلق آرام نہ ہوا۔ تب بادشاہ نے ان لوگوں کو بلانا شروع کیا۔ جو نجوم میں شہرہ آفاق تھے۔ اس قسم کے بہت سے لوگ آئے جنہوں نے تعویذ اور جنتر منتر اور دیگر علاج شروع کئے۔ نوجوان لکڑہارے کی طرف عود کرتے ہیں۔ عفریت سے نے

کو پہتے دیکر بتا دیا تھا۔ کہ کیا واقع ہوگا۔ مگر نوجوان نے اس کی بات پر یقین نہ کیا تھا۔ اور اس کی طرف بالکل توجہ نہ کی۔ بادشاہ نے ملک میں اشتہار دیدیا۔ کہ "میری بیٹی بیمار ہے۔ اور میں نے اس کے علاج کے واسطے بہت سے طبیب اور نجومی بلائے۔ مگر کسی سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ جو شخص آکر اس کا علاج کریگا۔ اور اس کو صحت ہوجائیگی تو اگر وہ مسلمان ہوگا۔ میں اس کو اپنی بیٹی دیدونگا۔ بشرطیکہ وہ تندرست بھی ہو" اور اس پر بادشاہ کے دستخط تھے۔ یہ سن کر لکڑہارا کہنے لگا۔ میں جاؤں گا۔ اور خدا کے حکم سے اس کا علاج کرونگا۔ اور وہ شفایاب ہوجائیگی۔ لکڑہارے نے جاکر دربانوں سے اس کا علاج کرنے کی بادشاہ کو اطلاع دی۔ بادشاہ نے فی الفور منظور کرلیا۔ پس دربان اس کو بادشاہ کے حضور میں لے آئے۔ بادشاہ نے حکم دیا۔ کہ لڑکی کو لے آئیں۔ اور نوجوان لکڑہارے نے عفریت کی ہدایات کے بموجب عمل کیا۔ اور لڑکی کو شفا ہوگئی۔ پس بادشاہ نے اس کو اپنی لڑکی دیدی۔ اور اپنا داماد بنالیا۔ اس بادشاہ کا ایک اور بادشاہ دوست تھا۔ اور وہ عفریت اس کی لڑکی پر عاشق تھا۔ اور اس کو ہمیشہ دق کرتا تھا۔ جب اس بادشاہ نے سنا کہ پہلے بادشاہ کی لڑکی کو شفا ہوگئی ہے۔ اس نے ایک شخص کو بادشاہ کے داماد بلانے کیواسطے بھیجا۔ تاکہ وہ اس کی بیٹی کا بھی علاج کرے۔ پس بادشاہ نے نوجوان کو بھیجدیا۔ وہ لڑکی کے پاس گیا۔ اور معلوم ہوا۔ کہ اس پر عفریت کا غلبہ یا آسیب ہے۔ جب عفریت نے نوجوان کو دیکھا۔ وہ کہنے لگا "دیکھو میں نے تمہارے ساتھ ایک مہربانی کی تھی۔ میں اس لڑکی پہ عاشق ہوں۔ کیا تم اس کو بھی میرے ہاتھ سے لینے آئے ہو۔ اگر تم نے اس کا علاج کیا۔ تو میں وہاں جاکر اس لڑکی کو تمہارے ہاتھ سے لیلو

نوجوان اس بات سے پریشان ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔ "میں یہاں شادی کرنے کے واسطے نہیں آیا۔ بلکہ اس وجہ سے جو عورت غار میں تھی۔ وہ میری بیوی تھی۔ میں اس سے پیچھا چھڑانے کی خاطر اس کو غار میں چھوڑ آیا تھا۔ مگر اب وہ اس جگہ سے نکل آئی ہے۔ اور خواہ میں کہیں جاؤں۔ وہ میرا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ میں اس سے بھاگ کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ وہ ابھی آیا چاہتی ہے۔" جب عفریت نے اس سے یہ الفاظ سنے "کہ وہ ابھی آیا چاہتی ہے" کہنے لگا۔ "اب یہاں ٹھیرنا مناسب نہیں۔" اس نے بادشاہ کی لڑکی کو چھوڑ دیا۔ اور چلا گیا۔ اور بادشاہ کی لڑکی کو شفا ہو گئی۔"

"اے بادشاہ یہ داستان میں نے اس لئے سنائی ہے۔ کہ بادشاہ کو معلوم ہو جائے۔ کہ عفریت بھی عورتوں کی بے انصافی اور افعال بد کے مقابلہ میں بے بس ہو جاتا ہے۔ پھر شاہزادہ کس شمار و قطار میں ہے۔ اتنے عرصے بادشاہ اور شاہزادہ اور چھوٹے بڑے ایک عورت کے ہاتھوں سے بے بس رہے ہیں۔ اس سے انسان نتیجہ نکال سکتا ہے۔ کہ عورت کیا کیا کر سکتی ہے؟" اور اس نے اس روز شاہزادہ کے واسطے سفارش کی۔ بادشاہ نے شاہزادے کو قید خانہ میں بھیج دیا اور خود شکار کو چلا گیا۔

جب شام ہوئی۔ تو بادشاہ شکار سے واپس آکر محل میں گیا۔ کھانے کے بعد ملکہ نے شاہزادے کا حال پوچھا۔ بادشاہ نے کہا۔ "آج فلاں وزیر نے سفارش کی۔ اگر میں انکار کرتا۔ تو اچھا نہ ہوتا۔" ملکہ نے کہا "ابھی یہ شاہزادہ بڑا فتنہ پرداز ہے۔ تمام وزیر اس کے دوست ہیں۔ آپ کو اس شاہزادے سے ضرور کچھ نہ کچھ نقصان پہنچیگا۔ شاید آپ نے پسوؤں اور بے ریش کی داستان نہیں سنی۔" بادشاہ نے کہا۔ "اچھا سناؤ۔"

ملکہ نے کہا +

ملکہ کی ستائیسویں داستان

"ایک جگہ بہت سے پسو جمع ہوئے۔ اور کہنے لگے "بنی آدم ہم کو پکڑ لیتے ہیں۔ اور ہم کو انگلیوں سے مسلکر مار ڈالتے ہیں۔ وہ ہم کو مل ملکر کیوں عذاب دیتے اور کیوں مار ڈالتے ہیں؟۔ آؤ ہم حضرت سلیمان ؑ پیغمبر کے پاس جائیں۔ اور اُن کے حضور میں جاکر عرض کریں۔ کہ انسان ہم کو جوں کی طرح مار ڈالا کریں" پس انہوں نے اس امر پہ اتفاق کیا۔ اور اپنے میں سے چند کو سلیمان ؑ کے سامنے بطور مستغیث بھیجنے کے واسطے منتخب کیا۔ اور انہوں نے اپنے وکیلوں کو بہت کچھ تنبیہ و نصیحت کرکے کہا "اگر سلیمان علیہ السلام کے حضور میں کوئی دبے ریش ہوا تو خبردار شکایت نہ کرنا۔ کیونکہ بے ریش بڑے خبردار ہوتے ہیں۔ اس واسطے ہمارے استغاثہ کے خلاف فیصلہ کرائیں گے" پس پسو روانہ ہوئے۔ اور حضرت سلیمان ؑ کے حضور میں آئے۔ اور اُن اصحابوں پہ نظر ڈالی۔ جو وہاں کھڑے ہوئے تھے۔ وہاں ایک شخص کھڑا تھا۔ جس کی شکل و صورت نوجوانوں کی سی تھی۔ وہ اس کو نوجوان خیال کرکے اپنے دل میں کہنے لگے "اس مجمع میں کوئی بے جش نہیں۔ پھر وہ حضرت سلیمان ؑ سے کہنے لگے "پیغمبر خدا۔ جب بنی آدم جوں پکڑتے ہیں۔ تو اس کو اپنی انگلیوں کے درمیان نہیں ملتے۔ بلکہ اس کو فی الفور مار ڈالتے ہیں۔ لیکن جب وہ ہم کو پکڑ لیتے ہیں۔ تو پہلے انگلیوں کے درمیان

ملتے ہیں۔ اور پھر مار ڈالتے ہیں؟ اب سے وہ جس طرح جوں کو مارتے ہیں۔ اسی طرح ہم کو بھی مار دیا کریں۔ حضرت سلیمانؑ نے مجمع کے حاضرین کی طرف دیکھا۔ وہ ہی نوجوان اپنی جگہ سے اٹھکر کہنے لگا۔ ”پیغمبر خدا جب ہم جوں کو دیکھتے ہیں۔ تو وہ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرتی۔ بلکہ بے حس و حرکت کھڑی رہتی ہے۔ پس ہم ان کو بغیر ملنے کے انگلیوں کے ناخنوں کے درمیان مار ڈالتے ہیں۔ لیکن جب ہم پسوؤں کو دیکھتے ہیں۔ تو وہ یہاں سے وہاں اور وہاں سے یہاں پھدکتے پھرتے ہیں۔ ایک پسو بمشکل پکڑا جا سکتا ہے۔ چونکہ یہ بہ نسبت جوں کے دگنا دق کرتے ہیں۔ اس لئے ہم ان کو زیادہ عذاب دیتے ہیں“ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پسوؤں سے کہا ”تم کیا کہتے ہو؟“ پسوؤں نے جواب دیا ”ہم بھی جوؤں کی طرح بے حس و حرکت پڑے رہیں گے۔ مگر وہ ہم کو جوؤں کی طرح ملنے کے بغیر مارا کریں“ حضرت سلیمانؑ نے نوجوان سے کہا ”یہ کہتے ہیں کہ جوؤں کی طرح بے حس و حرکت پڑے رہینگے“ نوجوان نے کہا ”اچھا وہ ضمانت دیں“ حضرت سلیمانؑ نے پسوؤں سے کہا ”ضمانت دو۔ پسوؤں نے کہا ”پھدکنا ہماری خلقی عادت ہے۔ ہم کسی آدمی کی ضمانت دیکر کیا کرینگے“ حضرت سلیمانؑ نے کہا ”چونکہ تم ضمانت نہیں دیتے۔ جس طرح سے تم پہلے مارے جاتے تھے۔ اسی طرح سے اب بھی مارے جاؤگے۔ پسو ناکام چلے گئے۔ اور تمام ماجرا اپنی جماعت کو جا سنایا۔ پس انہوں نے اتفاق کر لیا۔ کہ روز قیامت تک ہم کو جہاں کہیں بے ریش ملیں۔ ان کو تنگ کرو۔ اور ان کا خون چوسو۔ اس وقت سے وہ بے ریش (بے داڑھی) آدمیوں کو ڈھونڈھ کر نکالتے۔ اور ان کا خون چوستے ہیں۔ اور اس کا باعث وہی بے ریش تھا۔ جبالکل

نوجوان معلوم ہوتا تھا۔ اور جس کی ڈاڑھی نہ نکلی تھی"

"اب اے بادشاہ میں نے یہ داستان اس لئے سنائی ہے۔ کہ آپ کو معلوم ہو جائے۔ کہ یہ نوجوان شکل و صورت سے نوجوان ہے مگر عادت اور مزاج میں لڑکپن بھرا ہے۔ پس تیار رہو۔ مبادا کہ تم بھی پسوؤں کی طرح پیچیدگی میں پڑ جاؤ" جب بادشاہ نے کہا "کل صبح کو میں اس کے معاملہ پر غور کرونگا" اور وہ بستر استراحت پر چلے گئے +

جب صبح ہوئی۔ بادشاہ محل سے نکلا۔ اور تخت پر جلوہ افروز ہوا اُس نے نوجوان کو بلایا۔ اور جلاد کو حکم دیا "اس کا سر قلم کر دو" اٹھائیسواں وزیر آگے بڑھا اور کہنے لگا "شاہ عالم پناہ۔ عورت کی بات پر عمل نہ کرو۔ کیونکہ مقدس نبی نے کہا ہے "جس شخص کو کسی سے کامل محبت ہو۔ وہ قیامت کے روز اسی کے ساتھ اٹھیگا" بادشاہ کو مناسب ہے۔ کہ وہ علما اور ان وزیروں سے محبت کرے۔ کیونکہ علما اور کامل وزیروں سے کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ شائد بادشاہ نے ولی اور چور کی داستان نہیں سنی۔ بادشاہ نے کہا "اچھا سناؤ" وزیر نے کہا +

اٹھائیسویں وزیر کی داستان

شہر بغداد میں ایک ولی تھا۔ اس ولی کا ایک حجرہ تھا۔ جس میں وہ ہمیشہ عبادت کیا کرتا۔ ایک روز کسی شخص نے جو وہاں سے گذر رہا تھا۔ ولی کو بلایا۔ اور اس کو کچھ روپیہ دیا۔ ولی نے روپیہ

اور روپیہ لے لیا اور بازار میں گیا۔ وہاں تھوڑا سا شہد خریدا اور باقی کا روپیہ غربا کو تقسیم کر دیا۔ اب اس کو ایک چور دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنے دل میں کہنے لگا "اس ولی کے پاس بہت سا روپیہ ہوگا" اسی خیال سے چور ولی کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ جب ولی اپنے حجرے میں داخل ہوا۔ تو۔ چور بھی چپکے سے اندر آگیا۔ اور ایک گوشے میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ ولی نے چراغ روشن کیا۔ اور عبادت میں مشغول ہوا۔ اور چور اپنی جگہ بیٹھا دیکھتا رہا۔ اور دل میں کہنے لگا "ولی سو جائیگا" مگر ولی کا ارادہ سونے کا نہ تھا۔ اور چور نادم ہوا۔ کہ میں یہاں کیوں آیا۔ اور کہنے لگا "معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ ولی خدا تعالے کا مقرب ہے۔ اگر میں اب کی دفعہ اس سے بچ نکلوں۔ تو میں توبہ کرونگا۔ اور چوری ہرگز نہ کرونگا" تھوڑی دیر کے بعد کوئی شخص آیا۔ اور دروازے پر دستک دی۔ ولی اٹھا۔ اور دروازے کی طرف گیا۔ چور تیار کھڑا تھا۔ کہ دروازہ کھلتے ہی بھاگ جائے۔ لیکن ولی نے تھوڑا سا کواڑ کھولا۔ جس سے آدمی بمشکل گذر سکے۔ اس نے اس شخص سے پوچھا۔ اس شخص نے کہا "اربعین[1] نے مجھے بھیجا ہے۔ آج رات ہم میں سے ایک خداوند کے حضور میں چلا گیا ہے۔ اور وہ تم کو اس کی جگہ بٹھانا چاہتے ہیں" ولی نے کہا "وہ مجھے معاف رکھیں۔ یہاں میری بجائے ایک شخص ہے۔ اس کو لے جاؤ۔ اور ان کو چاہئے کہ وہ میری بجائے اس کو قبول کر لیں" اس پر اس نے چور کو پکڑ لیا۔ اور اس شخص کے حوالے کر کے کہا "تو اسکو

---

[1] اربعین سے مراد غیب سے مدد کرنیوالے آدمی ہیں۔ تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ چالیس ولی زمین پر ہمیشہ پھرتے رہتے ہیں۔ مگر کسی کو نظر نہیں آتے۔ جس کسی کو امداد کی ضرورت ہوتی ہے۔ دیتے ہیں۔

میری بجائے لیجاؤ۔" چور نے فی الفور توبہ کی - اور معافی چاہی - چنانچہ اس ولی کے حجرے میں ایک رات گذارنے سے وہ اربعین اولیا میں سے ہو گیا۔"

اب اے بادشاہ یہ داستان میں نے اس لئے سنائی ہے - کہ آپ کو معلوم ہو جائے - کہ متقیوں اور نیز علما کے ساتھ رہنے اور ان کی صحبت میں بیٹھنے کا بہت فائدہ ہے - چونکہ یہ بہت سے عالم کہتے ہیں - کہ شاہزادہ بیگناہ ہے - آپ آج کے واسطے شاہزادے کی جان بخشی کریں - جب بادشاہ نے وزیر سے یہ داستان سنی - شاہزادے کو قید خانہ میں بھیجدیا - اور خود شکار کو چلا گیا -

جب شام ہوئی تو وہ محل میں آیا - کھانے کے بعد ملکہ نے پھر شاہزادے کا ذکر کیا - بادشاہ نے کہا - آج فلاں وزیر نے اس کی سفارش کی - اور میں نے اس کو پھر قید خانہ میں بھیجدیا ہے - ملکہ کہنے لگی " اے بادشاہ اس نوجوان نے میری بیحرمتی کی - میں آپ کو یہ بتاتی ہوں - اور آپ اس سے اغماض کرتے ہیں - اور میری بات نہیں سنتے - اس کے کیا معنے؟ اگر میں خراب عورت ہوتی تو آج آپ کا جسم زمین میں پڑا ہوا ہوتا - چونکہ میں آپ کی وفادار بیوی ہوں - اس واسطے آپ کو مناسب ہے - کہ آپ میرے حق کی نگہداشت کریں - آپ اس نوجوان کی رعایت کرتے ہیں مگر انجام کار آپ ویسے ہی پچھتائینگے جیسا کہ وہ بادشاہ پچھتایا تھا - جس نے ابو سینا[1] کی نصیحت قبول نہ کی تھی -

بادشاہ نے کہا " اچھا وہ داستان سناؤ " ملکہ نے کہا -

---

[1] حکیم بوعلی سینا ایک شہرہ آفاق طبیب اور فلاسفر [illegible] مطابق [illegible] میں بمقام بخارا پیدا ہوئے - اور [illegible] مطابق [illegible] بمقام ہمدان وفات پائی ۔

ٹکر کی اٹھائیسویں داستان

شہر حلب میں ایک بادشاہ تھا۔ چونکہ اس شہر میں چوہے بہت تھے۔ لوگ ہمیشہ ان کے ہاتھوں سے نالاں اور شاکی رہتے تھے ایک ایک روز جب بادشاہ ابو سینا سے گفتگو کر رہا تھا۔ تو چوہوں کا ذکر آیا۔ بادشاہ نے کہا "اے ابو سینا ہر ایک شخص چوہوں کی شکایت کرتا ہے۔ کاش ان کا کوئی علاج مل جائے۔ تاکہ ہر ایک کو آرام ہو جائے" ابو سینا نے جواب دیا "میں کرونگا۔ جس سے اس شہر میں کوئی چوہا نہ رہیگا۔ مگر اس شرط پر کہ آپ شہر کے دروازے پر کھڑے رہیں۔ خواہ آپ کوئی سا عجوبہ دیکھیں۔ مگر ہنسیں نہیں" بادشاہ نے بخوشی منظور کیا۔ اس نے فی الفور حکم دیا۔ کہ اس کے واسطے گھوڑا تیار کریں۔ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کے دروازے کی طرف گیا۔ ادھر ابو سینا بازار میں کھڑا ہو گیا۔ اور ایک افسون پڑھ کر چوہوں کو بلایا۔ پہلے ایک چوہا آیا۔ اس نے اس کو پکڑ کر مار ڈالا۔ اور اس کو ایک تابوت میں ڈال دیا۔ اور اس تابوت کو چار چوہوں کے سر پر رکھ دیا۔ اس نے پھر کوئی افسون پڑھا۔ اور ہاتھوں کو ملنے لگا۔ اور یہ چاروں چوہے آہستہ آہستہ جانے لگے۔ شہر میں جتنے چوہے تھے۔ اس جنازہ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ چنانچہ بازاروں میں ان کی کثرت کی وجہ سے تل رکھنے کو جگہ نہ رہی۔ وہ اس دروازہ میں آئے۔ جہاں بادشاہ کھڑا ہوا تھا۔ بعض تابوت کے آگے اور بعض پیچھے دوڑ رہے تھے۔ جب بادشاہ نے ان چوہوں کو کندھوں پر

جنازہ اٹھا کر لیجاتے ہوئے دیکھا۔ تو وہ ہنسی ضبط نہ کر سکا۔ جب وہ ہنسا جتنے چوہے دروازے کے باہر تھے۔ سب کے سب مر گئے۔ لیکن جتنے اندر تھے۔ شہر کے اندر بھاگ گئے۔ ابو سینا نے کہا "اے بادشاہ اگر آپ میری نصیحت پر عمل کرتے۔ تو اس شہر میں ایک چوہا بھی نہ رہتا۔ سب کے سب باہر چلے جاتے۔ اور مر جاتے۔ اور ہر ایک شخص کو چین ہو جاتا" بادشاہ اپنے ہنسنے پہ پچھتایا۔ لیکن کیا کر سکتا؟ مگر بعد از وقت پچھتانے سے فایدہ نہیں ہوتا"

"اب اے بادشاہ آپ اس نوجوان کا وہ قصور معاف کرنے کو ہیں۔ جو اس نے میرے ساتھ کیا ہے۔ مگر وہ آپ کو معاف نہیں کریگا۔ بلکہ ضرور آپ۔ مجھکو اور بہت سے بیکس آدمیوں کو نقصان پہنچائیگا" جب بادشاہ نے ملکہ کے یہ دلفریب الفاظ سنے۔ وہ کہنے لگا "کل میں اس کو دیکھونگا" اور وہ اٹھکر بستر استراحت پہ چلے گئے۔

جب صبح ہوئی۔ بادشاہ اٹھا۔ اور اپنے تخت پر جلوہ افروز ہوا۔ اس نے نوجوان کو بلایا اور جلاد کو حکم دیا "اس کا سر قلم کر دو" انتیسواں وزیر آگے بڑھا۔ اور کہنے لگا "شاہ عالم پناہ! سنیے کہ ایک بادشاہ جب بستر مرگ پہ تھا۔ اپنے بیٹے سے کہنے لگا۔ "لخت جگر! میں تم کو ایک کتاب نصیحتوں پر مشتمل دیتا ہوں۔ اس کی ہر ایک ہدایات پہ عمل کرنا" اور قلمی کتاب اور شاہزادے کو دیکر کہنے لگا "اے بیٹے میں نے ان کو بہت آزمایا ہے۔ اور میں نے اپنی چند روزہ زندگی کو آرام سے بسر کیا ہے۔ اور مجھے خدا تعالیٰ سے امید ہے کہ میری عقبےٰ بھی مسرت اور عیش میں گذریگی۔ اگر تم بھی

دنیا و عقبےٰ کو ضروری سمجھتے ہو۔ تو ان نصیحتوں کے مطابق عمل کرو۔" چنانچہ نوجوان نے اس کتاب کو لیا۔ اور پڑھا۔ اس میں لکھا ہوا تھا۔ "اس سے نیکی کرو۔ جو تمہارے ساتھ نیکی کرے۔ جو شخص حاجتمند ہو۔ اور تمہارے سے حاجت روائی چاہے۔ اس کی حاجت پوری کرو۔ جہاں تک ہو سکے۔ لوگوں سے محبت کرو۔ احتیاط کرو۔ کہ کسی شخص کا قصور اس کے روبرو نہ بیان کرو۔ ایسی بات نہ کرو جس سے دل کو رنج ہو۔ اگر تمہارا ہمسایہ بیمار ہو۔ اس کا حال پوچھو۔ دوسروں کی نسبت ویسا ہی خیال کرو۔ جیسا تم اپنی نسبت خیال کرتے ہو۔ دغا نہ کرو۔ ہمیشہ نیکو کاروں سے محبت کرو۔ کسی شخص کا قطع کلام کرکے لوگوں کے سامنے گفتگو نہ کرو۔ اس سے بات چیت کرو۔ جو تمہارے سے محبت کرتا ہے۔ جب کسی بڑے آدمی کے سامنے بیٹھو۔ اس سے پہلے نہ بولو۔ ریاکاروں سے نہ ملو۔ بدچلن عورتوں سے اپنے آپکو بچائے رکھو۔ اور ان پر اعتبار نہ کرو۔" اگر تم اُن کے برخلاف عمل کروگے۔ تو تمہاری داستان اس کمبخت کی داستان کے مشابہ ہوگی۔ شاید آپ نے وہ داستان نہیں سنی پادشاہ نے کہا۔ "اچھا سناؤ۔" وزیر نے کہا:

انتیسویں وزیر کی داستان

کسی ملک میں ایک پنساری رہتا تھا۔ اس کی بیوی سرتاج حسینا تھی۔ اس عورت کا ایک عاشق تھا۔ ایک روز اس عورت کا عاشق کہنے لگا۔ "اگر تمہارا خاوند ہم دونوں کو اکٹھے دیکھ لے گا۔

تو وہ ہم میں سے کسی کو جیتا نہ چھوڑیگا" عورت نے کہا۔ میں اس کا بندوبست کر لونگی۔ اگر تم آزمانا چاہو۔ تو تمہارے ساتھ اپنے خاوند کی نظروں کے سامنے رنگ رلیاں کر سکتی ہوں" نوجوان نے کہا "یہ کب ممکن ہو سکتا ہے" عورت نے جواب دیا "فلاں مقام میں ایک بڑا درخت ہے۔ کل صبح میں اپنے خاوند کے ساتھ اس درخت کے نیچے دل بہلانے کے واسطے جاؤں گی۔ تم وہاں ایک مخفی مقام میں چھپ رہنا۔ اور جب میں تم کو اشارہ کروں۔ چلے آنا" اس کا عاشق چلا گیا۔ اتنے میں خاوند آپہنچا عورت نے کہا "آج میرا دل چاہتا ہے۔ کہ فلاں مقام پر تفریح اور دل بہلانے کے واسطے چلوں" اس شخص نے جواب دیا "اچھا یونہی سہی" جب صبح ہوئی۔ تو وہ عورت اور اس کا خاوند اس درخت کے نیچے گئے۔ عورت نے کہا "لوگ کہتے ہیں۔ کہ جو شخص یہ مٹھائی کھاتا ہے۔ اس کو اکثر چیزیں دوہری نظر آتی ہیں" اس نے تھوڑی سی مٹھائی خود کھا لی۔ اور تھوڑی سی اپنے خاوند کو دی۔ نصف گھنٹہ بعد عورت درخت پر چڑھ گئی۔ اور پھر کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔ اور یوں گویا ہوئی "خدا کرے تم اندھے ہو جاؤ۔ خدا کرے تم کو ایسا ہی بدلہ ملے۔ تم یہ کیا کام کر رہے ہو؟ کیا کوئی ایسا شخص ہے۔ جو ایسا کام کرتا ہے؟ تو اپنی بیوی کی نظروں کے سامنے ایک اجنبی عورت سے رنگ رلیاں کر رہا ہے اگر یہی ہے تو تجھے طلاق دیتی ہے" اس کے خاوند نے کہا "عورت کیا تو دیوانی ہو گئی ہے۔ میرے پاس کوئی نہیں" عورت نے کہا۔ "او بے حیا! بے شرم آدمی خاموش رہ۔ دیکھو وہ عورت موجود ہے۔ اور تو انکار کرتا ہے" اس کے خاوند نے کہا "نیچے اتر" اس نے جواب

دیا " جب تک یہ عورت تیرے ساتھ ہے میں نہ اتروں گی " اُسکے خاوند نے قسم کھاکر کہا ۔ میرے پاس کوئی عورت نہیں ۔ عورت اُتر آئی ۔ اور کہنے لگی " وہ فاحشہ کہاں ہے ! مجھے جلدی دکھا ۔ اس شخص نے پھر قسم کھائی ۔ اور عورت کہنے لگی " کیا یہ اس درخت کا اثر ہے ؟ " اس آدمی نے کہا " ممکن ہے " عورت نے کہا " تم بھی درخت پہ جاؤ ۔ اور میری طرف دیکھو ۔ پھر معلوم ہو جائیگا ۔ اس کا خاوند درخت پر چڑھنے لگا ۔ جب وہ چڑھ رہا تھا ۔ عورت نے اپنے عاشق کو اشارہ کیا ۔ اور بلا لیا ۔ اس شخص نے نیچے نظر کی ۔ تو دیکھا کہ اس کی بیوی ایک نوجوان کے ساتھ بدفعلی کر رہی ہے ۔ اب وہ اوپر سے چلاکر کہنے لگا " او نوجوان دور ہو ۔ تجھ پہ خدا کی لعنت ۔ بے شرم دفع ہو " عورت نے کہا " تو جھوٹ کہتا ہے " مگر وہ شخص صبر نہ کر سکا ۔ وہ درخت سے نیچے اترنے لگا ۔ اور نوجوان اُس کے آتے آتے بھاگ گیا ۔

" عورت کے کہنے پر عمل کرنا کیسی نادانی ہے " اس نے زمین خدمت کو بوسہ دیا ۔ اور شاہزادے کے واسطے سفارش کی ۔ جب بادشاہ نے وزیر سے یہ داستان سنی ۔ اس نے نوجوان کو قید خانہ میں بھیجدیا ۔ اور خود شکار کو چلا گیا ۔

شام کو بادشاہ شکار سے واپس آیا ۔ اور محل میں گیا ۔ کھانے کے بعد ملکہ نے نوجوان کا ذکر شروع کیا ۔ بادشاہ نے کہا " آج فلاں وزیر نے اس کے واسطے سفارش کی تھی ۔ لہذا میں نے اس کو قید خانہ میں بھیجدیا " ملکہ نے کہا " اے بادشاہ آپ اس ناخلف بیٹے کے معاملہ میں بہت دیر تک کر رہے ہیں ۔ اس طرح اس پہ بہت رحم کرنے سے آپ کی کیا خواہش ہے ۔ میں تو یہ جانتی ہوں ۔ کہ یہ نوجوان اس نوجوان کے قماش کا

ہے۔ جس کو خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا۔ شائد آپ نے نہیں سنا۔" بادشاہ نے کہا "اچھا سناؤ۔" ملکہ نے کہا +

ملکہ کی انتیسویں داستان

ایک روز جب حضرت موسےٰ علیہ السلام اپنی امت کو وعظ و نصیحت کر رہے تھے۔ لوگوں نے اُن سے پوچھا "آدمیوں کے اس مجمع میں سب سے زیادہ کون دانا ہے؟" حضرت موسےٰ نے جواب دیا "میں سب سے زیادہ دانا ہوں۔" چونکہ انہوں نے یہ نہیں کہا تھا "خدا تعالےٰ سب سے زیادہ دانا ہے۔" فوراً غیب سے ایک آواز آئی۔ اے موسےٰ دو دریاؤں کے مقام اتصال پر (مجمع البحرین) میرا ایک بندہ ہے۔ جو تجھ سے زیادہ دانا ہے۔ جا کر اس کو دیکھ۔" اس طرح خدا تعالےٰ نے ان کو آگاہ کیا۔ پھر حضرت موسےٰ نے دعا کی "میرے خدا میں تیرے اس پاک بندے کو کس طرح پاؤں گا؟" خدا تعالےٰ نے کہا "ایک مچھلی لے لو۔ اور جہاں یہ زندہ ہو جائے۔ اور پانی میں چلی جائے۔ تم اس کو اس جگہ تلاش کرو۔" پس حضرت موسےٰ اور یوشعؑ ابن نون ایک مچھلی لیکر روانہ ہوئے۔ اور دو دریاؤں کے مقام اتصال (مجمع البحرین) پر ایک پتھر دیکھا۔ اور وہ اس پتھر کا تکیہ لگا کر لیٹ گئے۔ اور مچھلی زندہ ہو کر سمندر میں چلی گئی۔ جب وہ بیدار ہوئے۔ یوشعؑ نے دیکھا۔ کہ مچھلی زندہ ہو کر پانی میں چلی گئی۔ مگر اس کو یہ خیال نہ رہا۔ کہ حضرت موسےٰ کو بتائیں۔ پس وہ اس جگہ سے اٹھے۔ اور اُس روز

دن اور رات برابر سفر کرتے رہے۔ جب حضرت موسٰےؑ تھک گئے۔ تو ایک جگہ بیٹھکر یوشع ابن نون سے کہنے لگے "چاشت کا کھانا لاؤ۔ تاکہ ہم تناول کریں" یوشع نے کہا "جہاں ہم لیٹے تھے۔ مچھلی زندہ ہوکر پانی میں چلی گئی تھی۔ اور شیطان نے مجھے آپ کو بتانا بھلا دیا تھا" حضرت موسٰےؑ علیہ السلام حیران ہوئے۔ وہ اس جگہ سے اٹھکر واپس روانہ ہوئے۔ اور وہ اس پتھر کے قریب گئے۔ انہوں نے وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا دیکھا۔ حضرت موسٰے آگے بڑھے اور سامنے جاکر سلام کیا۔ اور خضر علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا۔ اور موسٰے علیہ السلام سے خطاب کرکے فرمایا۔ "تم کون ہو؟" موسٰے علیہ السلام نے جواب دیا "میں موسٰےؑ پیغمبر ہوں۔ اس لئے آیا ہوں۔ کہ آپ سے دانشمندی سیکھوں" خضر علیہ السلام نے کہا "تم میرے کاموں کو دیکھ کر صبر نہ کرسکوگے" موسٰے علیہ السلام نے جواب دیا "انشاءاللہ میں صبر کرونگا" خضر علیہ السلام نے کہا۔ "اگر تم میرے رفیق بننا چاہتے ہو۔ تو مجھ سے کچھ نہ پوچھنا" موسٰے علیہ السلام نے کہا "میں نہیں پوچھونگا" پھر دونوں ہمراہ سمندر کے کنارہ پر آئے۔ اور ایک جہاز میں سوار ہوئے۔ ابھی راستہ میں تھے۔ کہ خضر علیہ السلام نے اس جہاز کا ایک تختہ توڑ ڈالا موسٰے علیہ السلام نے کہا "اے خضرؑ ملاحوں نے ہم سے کچھ نہیں لیا۔ اور ہم کو اپنے جہاز میں سوار کر لیا۔ اب تم نے ان کے جہاز کا تختہ توڑ ڈالا۔ کیا تم اس کو غرق کرنا چاہتے ہو؟" خضر علیہ السلام نے کہا "موسٰے کیا میں نے تم کو نہیں کہا تھا کہ تم صبر نہیں کرسکوگے" موسٰے نے جواب دیا "اے خضر علیہ السلام یہ میرا سہو خیال کرو" میں پھر نہیں بھولوں گا۔ وہ یہی گفتگو کر

کر رہے تھے۔ کہ ایک چھوٹی سی چڑیا آئی۔ اور اس نے سمندر میں سے چونچ بھر پانی اٹھالیا۔ اور خضر علیہ السلام نے کہا۔ اے موسےٰ تیرا علم اور میرا علم خداتعالےٰ کی نظر میں اتنا بھی نہیں۔ جتنا کہ اس چڑیا نے سمندر سے اپنی چونچ میں پانی اٹھایا ہے!! پھر وہ جہاز سے نکل آئے۔ اور ایک گاؤں میں چلے گئے۔ اور انہوں نے کچھ بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھا اور خضر علیہ السلام نے جا کر ایک کو خوب پیٹا۔ یہانتک کہ وہ بچہ مر گیا۔ موسےٰ علیہ السلام نے کہا۔ اے خضر تم نے اس بچے کو ناحق کیوں قتل کر ڈالا!! خضر علیہ السلام نے جواب دیا۔ "اے موسےٰ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا۔ کہ تم صبر نہیں کر سکو گے۔ موسےٰ علیہ السلام نے کہا۔ مجھے معاف کرو۔ میں بھول گیا تھا۔ اگر میں پھر پوچھوں تو مجھے اپنے ہمراہ نہ رکھنا" وہ اس جگہ سے بھی چلے۔ اور ایک اور گاؤں میں آئے۔ اور اس گاؤں میں لوگوں نے انکو کھانا نہ دیا۔ جب وہ جارہے تھے۔ تو انہوں نے ایک بازار میں جھکی ہوئی ایک دیوار دیکھی۔ جو عنقریب گرا چاہتی تھی۔ خضر علیہ السلام نے اس دیوار کو تعمیر کر دیا۔ اور موسےٰ علیہ السلام نے کہا۔ اے خضر اس گاؤں کے لوگوں نے نہ تو ہم کو کھانا دیا۔ اور نہ بستر و مکان دیا۔ لیکن بایں ہمہ تم نے بلا اجرت انکی دیوار بنا دی!! خضر علیہ السلام نے کہا۔ "اب ہماری آپ کی بموجب شرط جدائی ہے۔ کیونکہ آپ بغیر دریافت کئے نہیں مانتے۔ مگر میں آپ کے سامنے ان باتوں کی تشریح کر دونگا۔ جس جہاز کو میں نے نقصان پہنچایا تھا۔ اس کے مالک مفلس اور بے یار و مددگار ہیں۔ اور ایک بادشاہ تمام جہازوں کو گرفتار کر رہا ہے۔ مگر چونکہ

اس جہاز کا ایک تختہ ٹوٹا ہوا ہے۔ وہ اسکو گرفتار نہیں کرے گا۔ پس اسکے مالک اپنا پیٹ پال سکینگے۔ جس لڑکے کو مینے قتل کیا تھا۔ اسکے والدین مومن ہیں۔ مگر لڑکا بڑا ہو کر خدا تعالے کا نافرمان ہوتا۔ پس مینے اسکو قتل کرڈالا۔ تاکہ اسکی بدکرداری کا تمام آدمیوں پر اثر نہ ہو۔ اور اس دیوار کے نیچے جو مینے تعمیر کی ہے۔ ایک خزانہ مدفون ہے۔ اُسکے مالک دو یتیم بچے ہیں۔ اگر وہ اب گر پڑتی۔ تو وہ خزانہ اُنکے ہاتھ نہ آتا۔ لیکن جب یہ یتیم بڑے ہو جائنگے۔ تو یہ دیوار گریگی۔ اور جب وہ اُس کو تعمیر کرینگے۔ تو اُن کو وہ خزانہ مل جائیگا۔ اسی وجہ سے میں نے اس کو درست کیا تھا“ بس اتنا بیان کر خضر علیہ السلام ایک طرف کو اور موسے علیہ السلام دوسری طرف کو چلے گئے“

غرض اے بادشاہ جس طرح خضر علیہ السلام نے اس نوجوان کو اس لئے مار ڈالا تھا۔ کہ وہ نافرمان نہ ہو۔ اور اسکی بدکرداری کا اس کے والدین اور بہت سے لوگوں پر اثر نہ ہو۔ اسی طرح تم بھی اس ظالم نوجوان کو قتل کرڈالو۔ ورنہ پچھتاؤ گے“ بادشاہ نے کہا۔ کل صبح میں اس کو قتل کرڈالونگا۔ جب صبح ہوئی بادشاہ محل سے نکلکر تخت پر جلوہ افروز ہوا۔ اسنے شاہزادہ نوجوان کو بلوایا اور جلاد کو حکم دیا کہ اسکا سر قلم کردو۔ تیسواں وزیر آگے بڑھا اور کہنے لگا۔ شاہ عالم پناہ خبردار۔ خبردار اس کام میں عجلت نہ کرنا۔ کیونکہ تعجیل شیطان کا کام ہے۔ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے۔ جس طرح خون انسان کی رگوں میں دورہ کرتا ہے۔ اسی طرح شیطان دورہ کرتا ہے بادشاہ پر لازم ہے۔ کہ وہ اس معاملہ میں عجلت نہ کرے۔

کیونکہ عورتیں شیاطین میں سے ہوتی ہیں۔ چنانچہ ایک عورت کی وجہ سے دو قبائل میں سخت لڑائی ہوئی۔ شاید آپ نے یہ داستان نہیں سُنی ہوگی۔ بادشاہ نے کہا۔ اچھا وہ داستان سناؤ۔ وزیر بیان کرنے لگا۔

تیسویں وزیر کی داستان

بیان کیا گیا ہے۔ کہ بنی عامل کے قبیلہ کا ایک شخص کسی شہر میں ایک بکری فروخت کرنیکی غرض سے لے گیا۔ بنی نقیر کے قبیلہ کا ایک آدمی اس بکری کو خریدنا چاہتا تھا۔ بکری کا مالک اس کی قیمت آٹھ بغدادیاں (ایک سکہ) طلب کرتا تھا۔ اور خریدار چھ دیتا تھا۔ بکری کے مالک نے قسم کھائی۔ کہ اگر میں بکری کو آٹھ بغدادیوں سے ایک پائی کم فروخت کرونگا۔ تو میں اپنی بیوی کو طلاق دیدونگا۔ اور خریدنے والے نے حلف اُٹھایا کہ اگر میں چھ بغدادیوں سے زیادہ ایک پائی قیمت دوں۔ تو میں بھی اپنی بیوی کو طلاق دیدونگا۔ اسی بات پر دونوں میں جھگڑا بڑھا۔ نوبت بایں جا رسید کہ خریدار نے ایک پتھر کھینچ مارا۔ جو بیچارے بائع کے سر میں لگا۔ پتھر لگتے ہی سر پھٹ گیا خون بہ نکلا۔ تمام شہر میں یہ افواہ پھیل گئی۔ یہ سُنکر مجروح کے رشتہ دار دوڑے آئے۔ خریدار کو قتل کر ڈالا۔ چونکہ ایک قبیلہ کا ایک آدمی زخمی اور دوسرا قتل ہوگیا تھا۔ وہ ایک دوسرے پر حملہ آور ہوگئے۔ ہر ایک گھوڑے پر سوار ہو ہتھیار لگا کر میدان میں

نکل آیا۔ آپسمیں لڑنے لگے۔ چنانچہ مقتولین کی لاشوں کے پہاڑ نظر آنے لگے۔ اور خون کی ندیاں بہنے لگیں۔ آخر قبیلہ بنی عاقل فتحیاب ہوا۔ اور اسنے بنی نضیر کے قبیلہ کو پسپا کر دیا۔ ہزیمت خوردہ قبیلہ شاہ ابی سبنا کے پاس گیا۔ اور امداد چاہی۔ پس شاہ ابی سینا نے انکو دو سو سوار دیئے۔ اور نضیری پھر قبیلہ عاقل پر حملہ آور ہوئے۔ آخرش قبیلہ عاقل کی قسمت نے پلٹا کھایا۔ اور اسکو ہزیمت ہوئی۔ اور بنی نضیر کی قوم بفتح و نصرت مکان کو واپس ہوگئی

آپکو معلوم ہوگیا ہوگا۔ کہ ایک عرب نے اپنی عورت کو طلاق دینے کا ذکر کیا تھا۔ تو بیشمار سر کٹ گئے اور بہت سے لوگوں کا جان و مال ضایع ہوا۔ اور دونوں قبیلے عورتوں کی وجہ سے تباہ ہو گئے۔ آج میں شاہزادے کیواسطے سفارش کرتا ہوں۔ وزیر نے زمین خدمت کو بوسہ دیا۔ بادشاہ نے شاہزادے کو قید خانہ بھیج دیا۔ اور خود سوار ہو کر شکار کو چلا گیا۔

جب شام ہوئی۔ وہ واپس آیا۔ اور محل میں گیا۔ کھانے کے بعد ملکہ نے پھر نوجوان کا حال پوچھا۔ بادشاہ نے کہا۔ آج بھی وزیر کی سفارش سے میں نے اسکو قید خانہ میں بھیج دیا۔ ملکہ نے کہا اے بادشاہ ان وزیروں کو اپنا دوست خیال نہ کر۔ وہ موقع کے انتظار میں ہیں۔ تیری داستان بادشاہ اور وزیر کی داستان کی طرح ہے۔ بادشاہ نے کہا۔ اچھا وہ داستان بیان کرو ہم سنینگے۔ ملکہ نے کہا۔

ملکہ کی تیئسویں داستان

"کسی ملک میں ایک بادشاہ رہتا تھا۔ ایک روز ایک درویش اس بادشاہ کے حضور میں آکر کہنے لگا۔ اے بادشاہ میرے پاس ایک ایسا افسون ہے۔ جسکے پڑھنے پر میں جس جسم میں چاہوں داخل ہو سکتا ہوں" بادشاہ نے نوکروں کو حکم دیا کہ ایک بطخ لے آئیں۔ جب بطخ لے آئے تو وہ درویش کی طرف مخاطب ہوکر کہنے لگا۔ "کیا تم اس بطخ کے جسم میں داخل ہو سکتے ہو۔" درویش نے افسون پڑھا۔ اور اس بطخ کے جسم میں داخل ہوگیا۔ اور درویش کا جسم بے جان ہوگیا۔ جب بادشاہ نے یہ حالت دیکھی۔ تو وہ حیران ہوا۔ پھر درویش نے وہ افسون پڑھا۔ اور اپنے قالب میں داخل ہوگیا۔ بادشاہ نے درویش سے وہ افسوس سیکھ لیا۔ ایک روز بادشاہ وزیر کے ساتھ شکار کو گیا۔ انہوں نے ایک ہرن کو پکڑا۔ بادشاہ نے اس افسون پڑھا۔ اور ہرن کے جسم میں داخل ہوگیا۔ اور وہ کچھ دیر تک ادھر ادھر کلیلیں کرتا رہا۔ اور اس کا قالب بیجان پڑا رہا۔ بادشاہ نے پھر افسون پڑھا۔ اور ازسرنو اپنے قالب میں داخل ہوگیا۔ وزیر یہہ دیکھکر حیران ہوگیا۔ اس نے بادشاہ سے پوچھا "آپ نے یہہ کہاں سے سیکھا ہے" بادشاہ نے جواب دیا "میں نے ایک درویش سے سیکھا تھا۔ وزیر نے بادشاہ سے درخواست کی۔ اور کہا "مجھے یہہ افسون سکھاؤ" چونکہ بادشاہ

نہایت فیاض منش تھا۔ اس نے وزیر کو وہ افسون سکھا دیا۔ اور جب وزیر بادشاہ سے افسون سیکھ چکا۔ تو موقع کا منتظر رہا۔ ایک روز بادشاہ اور وزیر بھیس بدل کر باہر گئے تو وہاں انہوں نے ایک درخت کی جڑھ کے پاس ایک مردہ طوطا دیکھا۔ وزیر نے کہا۔ اے بادشاہ کیا آپ اس طوطے کے جسم میں داخل ہو سکتے ہیں؟ بادشاہ نے فی الفور وہ افسون پڑھا۔ اور طوطے کے جسم میں داخل ہو کر اڑ گیا۔ قریب ایک درخت پر جا بیٹھا۔ وزیر نے فی الفور وہ افسون پڑھا۔ اور بادشاہ کے جسم میں داخل ہو گیا۔ اور اسنے اسی افسون سے اپنے غلام کی روح اپنے پہلے جسم میں داخل کردی۔ بادشاہ طوطے کے جسم میں اس درخت پر بیٹھا دیکھتا رہا جب اسنے وزیر کی یہ نمک حرامی دیکھی تو اس کو وزیر کے افسون سکھانے پر نہایت افسوس ہوا۔ لیکن پچھتانے سے کیا فائدہ ہو سکتا تھا۔ اس بادشاہ کا ایک بڑا باغ تھا۔ ناچار اُڑ کر اُس باغ میں چلا گیا۔ اور غمگین اور اندوہناک ہو کر ایک درخت کی شاخ پر بیٹھ گیا۔ اور سوچنے لگا۔ اب ہم وزیر کی داستان کیطرف رجوع ہوتے ہیں۔ جب وزیر بادشاہ کے جسم میں داخل ہو گیا۔ بادشاہ کے اسپ خوش عنان پر سوار ہو کر شاہی حرم میں گیا۔ اور جب وہ ملکہ کے پاس پہنچا ملکہ غور سے دیکھنے لگی۔ اسکا جسم تو بادشاہ کا تھا۔ مگر اس میں بادشاہ کی خو بو انداز پیار کی باتیں[لہ] اطوار نہ تھے۔ وہ حیران ہو گئی۔ اور علالت کا بہانہ کیا۔ اور اُسنے بادشاہ کو اپنے پلنگ کے قریب نہ آنے دیا۔ پس وزیر منتظر رہا اور اپنے دل میں کہنے لگا۔ میں آج دن رات تک صبر نہ کروں گا۔

[لہ] بلیشٹ کی کتاب میں لکھا ہے۔ کہ ملکہ کو بادشاہ کے اطوار کے تبدیل ہونے سے حیرانی تو ہوئی مگر اسنے وزیر کی خواہش کو مان لیا۔

پھر وہ اچھی ہو جائیگی"۔ جب رات سے صبح ہوئی۔ تو ملکہ نے دیکھا کہ اسمیں بادشاہ کی خوبو کا ایک شمہ نہیں۔ اور وہ اپنے دل میں کہنے لگی "خدا کی قسم یہ بادشاہ نہیں"۔ اسنے زیادہ علالت کا بہانہ کیا۔ اور یہ دیکھنے لگی۔ کہ اسکا کیا انجام ہوگا۔ اب بادشاہ آفت زدہ کا حال سنیئے اسنے اپنے دلمیں کہا" افسوس کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ حسن اتفاق سے یہ طوطا باغبان کی نظر پڑ گیا۔ فوراً دام ولاسہ دیکر پکڑ لیا۔ ایک مصیبت سے نجات نپائی تھی۔ کہ دوسری سر پر آموجود ہوئی جب بادشاہ نے باغبان کو زیادہ مانوس پایا۔ تو نہایت فصاحت سے گویا ہوا۔ اے باغبان مجھکو بازار میں لیجاکر فروخت کر اور میری جو قیمت ہو۔ وہ تجھکو حلال ہے۔ مگر مجھکو ایک ہزار اشرفی سے کم قیمت پر فروخت نہ کرنا"۔ باغبان طوطے کو ایک پنجرے میں ڈالکر شہر میں لیگیا۔ ہر ایک شخص نے دیکھا۔ کہ طوطا دانا ہے۔ جب یہ باتیں کرتا۔ لوگ اس طوطے کی فصاحت سے حیران ہوتے تھے۔ اس شہر میں ایک بدکار عورت رہتی تھی۔ بلا کی حسین۔ جو اسکے پاس ایک رات رہتا تھا۔ ایک ہزار اشرفی لیتی تھی۔ اسی دن رات کو اس عورت نے خواب میں دیکھا۔ کہ میں ایک تاجر کے ساتھ صبح تک عیش کرتی رہی جب صبح ہوئی۔ وہ بیدار ہوئی۔ اور اٹھکر اس تاجر کے پاس گئی اور کہنے لگی "ذرا اے تاجر آج رات میں خواب میں تیرے ساتھ صبح تک خوشی کرتی رہی ہوں۔ تیرے ساتھ ایک رات ہم بستر ہونیکی قیمت ایک ہزار اشرفی ہے۔ لہذا مجھے ایک ہزار اشرفی سیدھے ہاتھ سے عنایت کرو۔ تاجر نے کہا" میں کیوں دوں"۔ عورت نے کہا کیوں کہ میں تمہارے ساتھ رات بھر ہم بستر رہی ہوں۔ تاجر نے کہا۔ تو جھوٹی مکار ہے غلط کہتی ہے۔ جا اپنا کام کر۔ عورت نے فیلسوفیاں کرنی شروع کین

اور تاجر کو عدالت میں چلنے کے لئے مجبور کیا۔ ابھی عدالت جا رہے تھے۔ کہ طوطے نے بھانپ کر لیا۔ اور کہنے لگا۔ تمام حال سناؤ۔ اور بیان کرو۔ کہ تمہارا جھگڑا کیا ہے۔ پس وہ طوطے کے پاس چلے گئے۔ وہاں بہت سے اور لوگ بھی موجود تھے۔ انہوں نے تمام واقعات ایک ایک کر کے بیان کر دیئے۔ طوطے نے توجہ سے سنا اور تاجر کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ جاؤ ایک ہزار اشرفی اور ایک آئینہ لے آؤ۔ تاجر گیا۔ اور ایک تھیلی میں ایک ہزار اشرفی ایک آئینہ لے آیا۔ طوطے نے اشرفیوں کی تھیلی آئینے کے بالمقابل رکھدی۔ اس طرح پر کہ تھیلی کا عکس آئینے میں نظر آتا تھا۔ جتنے آدمی موجود تھے۔ وہ دیکھ رہے تھے۔ طوطے نے اس عورت کو کہا "تو تاجر سے کیا چاہتی ہے" اُس نے جواب دیا۔ میں اپنا واجب الادا ایک ہزار اشرفی مانگتی ہوں۔ طوطے نے کہا۔ ادھر آ۔ اور یہ ایک ہزار اشرفیاں لے لو۔ جو آئینے میں ہیں" عورت نے کہا "وہ کس طرح؟ آئینے میں کوئی اشرفیاں نہیں۔ طوطے نے کہا "دیکھو تھیلی میں ہیں" عورت نے جواب دیا۔ یہ تھیلی اس کی تھیلی کا عکس ہے" طوطے نے کہا "تاجر کے ساتھ تیرے خواب میں عیش کرنیکا واجب الادا یہی ہے۔ جو آئینے میں نظر آتا ہے اگر تم اپنے واجب الادا پر قانع ہو۔ تو اسکو لے لو۔ ورنہ تم اور کچھ لینے کی مستحق نہیں" جتنے آدمی حاضر تھے۔ طوطے کے اس فیصلہ پر واہ واہ کرنے لگے۔ اور عورت شرمسار ہو کر چلی گئی۔ پھر حاضرین نے تاجر کو کہا۔ اس طوطے کو دس اشرفیاں دیکر خرید لو۔ تاجر نے باغبان سے پوچھا۔ باغبان نے ایک ہزار اشرفی مانگی۔ جب اڑتے اڑتے یہ داستان پادشاہ کی بیگم کے گوش گذار ہوئی۔ وہ کہنے لگی کہ

کیا ایسا طوطا مل سکتا ہے؟ اسنے ایک ہزار اشرفی کی بیچی تھی۔ اور ر طوطے کو خرید لیا اور اُسنے طوطے کے قفس کو محل کے مجاز میں آویزاں کر دیا۔ شام کو وزیر حرم میں داخل ہؤا۔ اور وہ ملکہ کے پاس آیا۔ اور یہ کہنے لگا: "اب تک میں نے تمہارے وصال بغیر صبر کیا ہے۔ کیونکہ تم علیل تھیں۔ کیا اب تک تندرست نہیں ہوئیں؟" ملکہ نے جواب دیا "میں اس داؤ میں نہ آؤنگی۔ جاؤ۔ دفع ہو جاؤ۔" [illegible] وزیر چلا گیا۔ اور دوسری بیگموں سے رنگ رلیاں کرنے لگا۔ لیکن ملکہ نے جو پہلے بادشاہ کی مقرب تھی۔ اسکو اپنے قریب نہ آنے دیا۔ طوطا آہیں بھرتا اور افسوس کرتا تھا۔ ایک روز وزیر نے ملکہ سے کہا "مجھے ایک افسوں معلوم ہے۔ جب میں اسکو پڑھتا ہوں۔ جس جسم میں چاہوں۔ داخل ہو سکتا ہوں"۔ ملکہ نے کہا۔ "ان کنیزکوں میں سے ایک کے جسم میں داخل ہو جاؤ۔ جو یہاں ہیں"۔ وزیر نے جواب دیا۔ "زندہ جسم نہیں بلکہ بیجان ہونا چاہیے" ملکہ نے کہا۔ "باورچیخانہ میں ایک ذبح کی ہوئی مرغی ہے۔ اس کو منگا لو۔ اور اس میں داخل ہو جاؤ۔ تاکہ میں بھی دیکھوں"۔ وزیر نے افسوں پڑھا اور مرغی کے قالب میں داخل ہو گیا۔ اور ادھر ادھر کٹ کٹ کرتا ہؤا۔ پھرنے لگا۔ فی الفور طوطے نے افسوں پڑھا۔ اور بادشاہ کے جسم میں داخل ہو گیا۔ اور اُسنے فوراً مرغی کو گلے سے پکڑ لیا۔ اور دم بھر میں دم نکال دیا۔ ملکہ کو تعجب ہؤا۔ اور اُسکو معلوم ہو گیا۔ کہ طوطا خود بادشاہ ہے۔ اس نے بادشاہ سے تمام ماجرا پوچھا۔ جسنے حقیقت حال بیان کی۔

"اب اے بادشاہ میں نے یہ داستان اسلئے سنائی ہے۔ کہ آپکو معلوم ہو جائے۔ کہ وزیروں پر بھروسہ نہ کرنا چاہیے۔ ان کو موقع نہیں ملا۔ اور وہ کمزور معلوم ہوتے ہیں آپ تیار رہیں۔ وہ اُس وقت کا انتظار

کر رہے ہیں۔ کہ شاہزادے کو بادشاہ بنائیں۔ اور آپکو قتل کر ڈالیں اے بادشاہ آپ اس نوجوان کو قتل کر دیں۔ تاکہ آپکو اور مجھکو ضرر نہ پہنچے۔ جب بادشاہ نے ملکہ سے یہ داستان سُنی۔ اُسکے دلمیں خوف پیدا ہوا۔ اور وہ کہنے لگا۔ کل صبح کو قتل کر ڈالونگا۔

جب صبح ہوئی۔ بادشاہ محل سے نکلکر تخت پر جلوہ افروز ہوا اور اسنے نوجوان شہزادے کو بلوایا۔ اور جلاد کو حکم دیا۔ اسکا سر قلم کر دو۔ اکتیسواں وزیر آگے بڑھا اور کہنے لگا۔ اے بادشاہ عورت کے کہنے پر نہ جائیے۔ اُسنے شاہزادے پر تہمت لگائی ہے۔ شاید آپ نے ایک اور خلیفہ کی داستان نہیں سُنی۔ بادشاہ نے کہا۔ اچھا سناؤ۔ وزیر نے کہا۔

اکتیسویں وزیر کی داستان

د، خلیفہ ہارون رشید کے زمانہ میں ایک نابینا تھا۔ اگر کسی شخص کی کوئی چیز گم ہو جاتی۔ تو وہ اسکو دریافت کر لیتا تھا۔ ایک روز خلیفہ کا صندوق گم ہو گیا۔ جسمیں لعل اور نیلم بھرے ہوئے تھے۔ لوگوں نے خلیفہ کے پاس اس نابینے کا حال بیان کیا۔ اور اسنے کہا۔ اس کو لے آؤ۔ چنانچہ نابینا کو ہارون رشید کے حضور میں لے گئے۔ خلیفہ نے کہا۔ ہماری ایک چیز گم ہو گئی ہے۔ اسکو دریافت کرو۔ اور بتاؤ۔ کہ کیا چیز گم ہوئی ہے۔ نابینا کچھ دیر تک غور کرتا رہا۔ پھر وہ اپنے اردگرد اپنے ہاتھوں سے ٹٹولنے لگا۔ اس کے ہاتھ میں کھجور کی گٹھلی آئی۔ اسنے کہا۔ اے بادشاہ آپکا صندوق گم ہو گیا ہے۔ اسمیں کچھ موتی۔

کچھ نیلم اور کچھ لعل ہیں"۔ خلیفہ نے کہا "اُسکو کون لیگیا ہے"۔ نابینے نے جواب دیا۔ سائیس لے گیا ہے۔ خلیفہ نے کہا۔ اسنے اُسکو کہاں رکھا ہے"۔ نابینے نے کہا "اسنے کوئیں میں رکھا ہے"۔ اب خلیفہ کے محل میں ایک کواں تھا۔ بادشاہ کے ملازموں نے ایک آدمی کو کوئیں میں اوتارا۔ اور وہ کوئیں سے صندوق نکال لایا۔ خلیفہ کو نابینے کی شناخت سے تعجب ہُوا۔ وہ کہنے لگا۔ شیخ تم نے گم شدہ چیز کو اعجازی طاقت سے معلوم کیا ہے۔ نابینے نے کہا میں نے قیاس سے معلوم کیا تھا۔ جب آپنے مجھ سے کہا تھا۔ کہ ایک چیز گم ہو گئی ہے۔ میں نے اردگرد ٹٹولا۔ اور مجھے کھجور کی ایک گٹھلی ملی اور مجھے معلوم ہو گیا۔ کہ صندوق اس شکل کا ہو گا۔ کھجور کے پتے موتیوں سے مشابہ ہوتے ہیں۔ مجھے معلوم ہو گیا۔ کہ صندوق میں موتی ہونگے۔ اسکے پتے نیلم سے مشابہ ہوتے ہیں۔ میں نے خیال کیا۔ اس میں نیلم بھی ہونگے۔ اس کا پھل بعض اوقات زرد اور بعض اوقات سُرخ۔ مگر اکثر سُرخ ہوتا ہے۔ میں نے قیاس کیا کہ اسمیں لعل ہونگے۔ جو اسمیں نکل آئے۔ اور جب آپ نے پوچھا کہ چور کون ہے۔ تو نیچے ایک گھوڑا ہنہنایا تھا۔ تو مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ سائیس ہو گا۔ اور جب آپ نے پوچھا تھا کہ اُسنے کہاں رکھا ہے۔ تو کسی شخص نے بلند آواز سے کہا تھا۔ وہ کوئیں سے پانی لے آیا ہے۔ اس سے مجھے معلوم ہو گیا۔ کہ اُسنے صندوق کوئیں میں رکھا ہو گا۔ خلیفہ نے نابینے کی فراست اور عقل کی بہت تعریف کی۔ اور اُسکو بہت پسند کیا۔

اے بادشاہ تمہارے یہ وزیر یونہی باتیں بناتے۔ شاہزادے کو قتل نہ کرو۔ آتش حسد اُنکے دل سے فرو نہ ہوگی۔ اسنے زمین خدمت

کو بوسہ دیا۔ اور شاہزادے کے واسطے سفارش کی۔ بادشاہ نے وزیر سے داستان سنکر نوجوان کو قید خانہ میں ڈالدیا۔ اور خود شکار کو چلا گیا۔

جب شام ہوئی وہ شکار سے واپس آکر محل میں گیا۔ کھانے کے بعد ملکہ نے پھر نوجوان شاہزادے کا تذکرہ چھیڑا۔ بادشاہ نے کہا۔ آج میرے فلاں وزیر نے اُسکے واسطے سفارش کی اور میں نے پھر اسکو قید خانہ میں بھیجدیا۔ ملکہ نے کہا۔ اے بادشاہ اس نوجوان نے بہت سے لوگوں کی عزت کو پامال کردیا ہے۔ اور تیری عزت و وقر کو عرصہ طعن و ملامت بنایا ہے۔ شاید آپ نے قاضی کی داستان نہیں سُنی۔ بادشاہ نے کہا۔ اچھا سناؤ۔ ملکہ نے کہا۔

ملکہ کی انتیسویں داستان

شہر قیصریہ میں دو قاضی تھے۔ انکو ایک دوسرے سے محبت نہ تھی۔ بلکہ ان دونوں میں ہمیشہ عداوت رہتی تھی۔ ایک روز بعض لوگوں نے اس ملک کے بادشاہ سے کہا۔ فلاں قاضی تمہاری بیٹی پر عاشق ہے۔ وہ شب و روز موقع کے انتظار میں رہتا ہے اور کہتا ہے۔ کاش کہ وہ مجھکو مل جائے۔ بادشاہ غضبناک ہوگیا اور اس قاضی کو جلاوطن کرنیکا حکم دیا۔ لوگوں نے اس معاملہ کی فی الفور قاضی کو خبر کی۔ آج بادشاہ یکایک دوسرے قاضی تیرے حریف پر غضبناک ہوگیا ہے۔ اور اس کو معزول کرکے

جلاوطن کردیا ہے۔" وہ قاضی فی الفور گھوڑے پر سوار ہوا اور بادشاہ کے سامنے گیا۔ اسنے حسب معمول دربار کورنش کی اور بادشاہ سے اجازت لیکر کہنے لگا۔ بادشاہ مجھے اجازت دیں۔ کہ میں اس شہر سے چلا جاؤں۔ بادشاہ نے کہا۔ تم کیوں جانا چاہتے ہو۔ تمہارے ساتھ کیا واقع ہوا ہے۔ قاضی نے جواب دیا۔ میں نے سنا ہے۔ کہ لوگوں نے آپ سے کہا تھا۔ کہ فلاں قاضی آپکی بیٹی پر عاشق ہے۔ اور موقع کا منتظر ہے۔ اور تہمت لگانے والوں نے آپکو اسپر خفا کر دیا ہے۔ اور آپ نے اسکو معزول کر کے جلاوطن کر دیا ہے اب میں بادشاہ کا اور نیز شہزادی کا عاشق ہوں۔ کل کو افترا باندہنے والے آئینگے۔ اور میری نسبت چغلیاں کرینگے۔ تو آپ مجھکو بھی معزول اور جلاوطن کر دینگے۔ پس اس سبب سے آپ کے خفا ہونے سے پیشتر میں چلا جاتا ہوں۔ بادشاہ نے کہا۔ اب تمہارا دل کسطرح خوش ہوگا۔ قاضی نے فی الفور زمین خدمت کا بوسہ دیا۔ اور کہنے لگا۔ میں بہت خوش ہونگا۔ اگر آپ اسکو اسکے عہدہ پر مقرر کریں پس بادشاہ نے قاضی کا قصور معاف کر دیا۔ اور اسکو پھر اسکے عہدہ پر مقرر کر دیا۔"

اے بادشاہ آپکو معلوم ہوا۔ کہ دانا دشمن بیوقوف دوست سے بہتر ہے۔ شاہزادہ بیوقوف نوجوان ہے۔ اسکی وجہ سے میری عزت ضایع ہوگئی ہے۔ تمہارا بزرگ وزیر بھی کنایہ آمیز بات کرتا ہے۔ خداوند تعالے جانتا ہے۔ کہ میں اپنے بادشاہ کی سچی خیرخواہ ہوں میں نہیں چاہتی کہ آپ پر کوئی مصیبت نازل ہو۔ چونکہ مجھکو یہ معلوم ہے۔ میں نے یہ نہیں تمہارے بھلے کیواسطے کہا ہے۔ نوجوان کو قتل کر ڈالو۔ ورنہ وہ بعد میں آپکو بے رحمی سے قتل کر ڈالیگا۔ بادشاہ نے اگلے دن صبح کو قتل کرنیکا وعدہ کیا۔

جب صبح ہوئی حسب معمول تخت پر آکر شاہزادے کے قتل کا حکم دیا۔ حکم صادر ہوتے ہی تئیسواں وزیر بڑھا۔ اور یہ داستان بیان کرنے لگا۔

تئیسویں وزیر کی داستان

ایک روز جب سلطان مصر اپنے وزیروں اور امیروں کے ساتھ دیوان عام میں بیٹھا ہوا تھا۔ اسکو خیال آیا۔ کہ عورت ذات کے متعلق گفتگو کیجائے۔ اسنے اپنے ایک امیر سے پوچھا۔ تمہارا اپنی بیوی کیساتھ کیا برتاؤ ہے،، امیر نے جواب دیا۔ اے بادشاہ میں ہر سال حضور سے جو انعام واکرام پاتا ہوں۔ اس میں سے نصف میں اپنی بیوی کو دیدیتا ہوں۔ لیکن باوجودیکہ میں ایسا کرتا ہوں۔ وہ شکایت کرتی اور کہتی ہے۔ تم نے اتنے سالوں سے میرے واسطے کیا خرچ کیا ہے،، پھر اسنے وزیر سے بھی پوچھا۔ وزیر نے کہا۔ میں حضور کے ظل حمایت میں جو دولت کماتا ہوں۔ وہ سب اپنی بیوی کے ہاتھ دیدیتا ہوں۔ وہ جتنی چاہتی ہے رکھ لیتی ہے اور جسکی اسکو ضرورت نہیں ہوتی مجھے دیدیتی ہے۔ مگر باوجود اسکے وہ شکایت کرتی ہے۔ اور کہتی ہے۔ میں نے تم سے کیا بھلائی دیکھی ہے۔ پھر اسنے اپنے تمام وزیروں سے پوچھا اور انہیں سے ہر ایک نے کسی نہ کسی طرح اپنی بیوی کی شکایت کی۔ بادشاہ نے کہا۔ میں خیال کرتا تھا۔ کہ صرف میری بیوی کی ہی ایسی حالت ہے لیکن ان کی حالت تو قریبا یکساں معلوم ہوتی ہے۔ میری بیگم کو کسی چیز

کی کمی نہیں۔ مگر جب سب کچھ ہو چکتا ہے۔ تو وہ یہ کہکر شکایت کرتی ہے۔ میرے پاس کیا ہے؟"

"اب اے بادشاہ آپکو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ کوئی شخص عورت سے خوش اور مطمئن نہیں۔ آپ اس نوجوان کو عورت کے کہنے پر قتل نہ کریں عورت کو آپ پر غالب نہ ہونے دو۔ اپنے آرام کو برباد نہ کرو۔ ایسا کام نہ کرو۔ جو باعث گریہ زاری ہو۔ وزیر نے شاہزادے کے واسطے سفارش کی۔ بادشاہ نے نوجوان شاہزادے کو قید خانہ میں بھیج دیا۔ اور خود شکار کو چلا گیا۔ جب شام ہوئی۔ بادشاہ شکار سے واپس آیا۔ کھانے کے بعد ملکہ نے نوجوان کا تذکرہ شروع کیا بادشاہ نے کہا۔ آج فلان وزیر نے اسکے واسطے سفارش کی اور میں نے اس کو قید خانہ میں بھیجدیا"۔ ملکہ نے کہا۔ شاہ عالم پناہ اپنے دل سے نوجوان کی محبت دور کردو۔ تاکہ اسمیں خدا تعالیٰ کی محبت داخل ہو۔ اور تاکہ دنیا اور عقبیٰ دونوں میں آپکو بادشاہت حاصل ہو شاید بادشاہ نے فضیل[1] کی داستان نہیں سنی۔ بادشاہ نے کہا سناؤ۔ ہم سنتے ہیں۔ ملکہ نے کہا۔

ملکہ کی تیسویں داستان

ایک روز فضیل علیہ الرحمت نے اپنے بیٹے کو اپنے زانو پر بٹھا لیا۔ اور اسے پیار کرنے لگے۔ لڑکا انکے منہ کی طرف دیکھکر

---

[1] فضیل ایک متقی و زاہد مسلمان تھے۔ اور امام جعفر صادقؑ سے تعلیم پائی وہ مکہ میں ۱۸۷؁ھ مطابق میں رحلت کر گئے۔

کہنے لگا۔ اے باپ کیا تم کو مجھ سے محبت ہے۔ حضرت فضیل نے جواب دیا۔ بیٹا میں تجھ سے بہت محبت رکھتا ہوں۔ لڑکے نے کہا کیا تم کو خدا سے محبت ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ بیٹا ہاں۔ لڑکے نے کہا۔ باپ کیا ایک دل میں دو محبتیں ہو سکتی ہیں۔ جب انہوں نے لڑکے سے یہ بات سنی۔ تو نہایت خائف ہوئے۔ اور دل میں کہنے لگے کہ یہ بچوں کی سی بات نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہے۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو فی الفور زانو سے زمین پر اتار دیا۔ اور اپنے دل سے بیٹے کی محبت کو دور کیا۔ اور دل کو خدا تعالےٰ کی محبت سے معمور کر دیا۔ اور اب جب کبھی اُنکا نام لیا جاتا ہے۔ تو کہتے ہیں۔ علیہ الرحمتہ۔ یعنے اُنپر خدا رحم کرے۔

پس اے بادشاہ جبتک تو بھی اپنے دل سے نوجوان کی محبت کو نکال نہ دے۔ تو خدا تعالے سے محبت نہیں کر سکیگا۔ اگر تم دنیا اور عقبیٰ میں بادشاہ ہونا چاہو۔ تو اس نالائق نوجوان شاہزادہ کو قتل کر ڈالو۔ جب بادشاہ نے ملکہ سے یہ داستان سنی۔ اسنے کہا کل صبح میں اسکو قتل کر ڈالونگا۔ اور وہ بستر استراحت پر چلا گیا۔ جب صبح ہوئی بادشاہ محل سے نکلکر تخت پر جلوہ افروز ہوا۔ اور اسنے نوجوان کو بلایا۔ اور جلاد کو حکم دیا۔ کہ اسکا سر قلم کردو۔ تینتیسواں وزیر آگے آیا۔ اور کہنے لگا۔ شاہ عالم پناہ شاہزادے پر بہت ظلم ہوا ہے۔ خدارا عورت کے کہنے پر نہ جاؤ۔ شاہزادے کو قتل نہ کرو۔ ورنہ انجام کار پچھتاؤ گے۔ عورتوں کے مکر فریب کی وجہ سے بہت سے بہشتی دوزخ کے لائق ہو گئے ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اسکے مناسب ایک داستان سناؤں۔ بادشاہ نے کہا اچھا سناؤ۔ وزیر نے کہا۔

تینتسویں وزیر کی داستان

قدیم زمانہ میں ایک نوجوان نے سنا کہ کسی شہر میں ایک عجیب حسین عورت ہے۔ جسکے حسن کی دنیا میں کہیں نظیر نہیں۔ نوجوان اسکو دیکھنے بغیر اسپر عاشق ہو گیا۔ اور وہ اس شہر کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں عورت تھی۔ جب وسط راستہ میں پہنچا۔ تو اسنے آدمیوں کو گیہوں بوتے ہوئے دیکھا۔ ایک گھنٹہ کے بعد وہ تخم پک گیا۔ اور اسکو کاٹا گیا۔ اور آگ میں جلا دیا گیا۔ نوجوان انکو دیکھکر حیران ہوا اور آگے گیا۔ تو ایک آدمی کو پتھر پکڑے ہوئے اور اسکو اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے دیکھا۔ مگر وہ اسکو اٹھا نہ سکتا تھا۔ پھر اسنے پہلے پتھر کے اوپر ایک اور پتھر رکھدیا۔ اور ان پتھروں کو کسی قدر اٹھا سکا۔ پھر اسنے ان پر ایک اور پتھر رکھدیا اور اس مرتبہ تین پتھروں کو اکٹھے رکھکر انکو اٹھا لیا۔ اور لے گیا۔ وہ اس سے اور بھی حیران ہوا۔ جب اور آگے گیا۔ تو لوگوں کو بھیڑ پر چڑھتے ہوئے دیکھا اسطرح کہ ایک شخص بھیڑ کے اوپر چڑھا ہوا تھا۔ اور بہت سے ایسے لوگ تھے۔ جو چڑھنا چاہتے تھے۔ مگر چڑھ نہ سکتے تھے۔ یہ نوجوان اس سے اور بھی حیران ہوا۔ اور آگے چلدیا۔ اور اس شہر میں آیا۔ جہاں وہ عورت تھی۔ اسنے شہر کے دروازے پر ایک بزرگ بیٹھا ہوا دیکھا۔ نوجوان نے اسکو سلام کیا۔ اسنے سلام کا جواب دیا۔ اور کہنے لگا۔ تم یہاں کیوں آئے ہو۔ نوجوان نے کہا۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس شہر میں ایک حسین عورت ہے۔ میں اسکو دیکھنے آیا ہوں۔ بزرگ

نے کہا۔ تم نے اس سڑک پر جس سے سفر کرتے آتے ہو۔ کیا کیا عجائبات دیکھے ہیں" اسنے کہا " مینے بہت سے عجائبات دیکھے ہیں۔ جنکو دیکھکر میں بہت حیران ہوا۔ بزرگ نے کہا " میرے سامنے بیان کرو۔ تاکہ میں بھی سن لوں" تب نوجوان نے جو دیکھا تھا سب بیان کیا۔ اسنے پوچھا۔ کیا تم جانتے ہو کہ وہ کیا تھے۔ نوجوان نے کہا۔ نہیں۔ بزرگ نے کہا۔ جو لوگ تخم بوتے تھے۔ اور جب یہ کامل ہو جاتا تھا۔ اسکو جلا دیتے تھے۔ وہ شخص ہیں۔ جو نیک عمل کرتے ہیں۔ اور پھر ریاکاری کرتے ہیں۔ اور راہ رو انکو کہتے ہیں۔ جنے عمل کیا ہے۔ اور اس طرح وہ اسکو اپنی زبان کے ساتھ جلا دیتے۔ اور جلا کر بالکل خاک کر دیتے ہیں۔ اور جو شخص پتھر نہیں لیجا سکتا تھا۔ اور اسپر دو اور پتھر رکھکر لیجا سکتا تھا۔ ایسا شخص ہے جو گناہ کرتا ہے۔ پہلے پہل گناہ بہت بھاری معلوم ہوتا ہے وہ پھر گناہ کرتا ہے تو پہلے کی نسبت ہلکا معلوم ہوتا ہے وہ اسکو پھر کرتا اس مرتبہ وہ اسکا عادی ہو جاتا ہے پھر بالکل بھاری معلوم نہیں ہوتا۔ اس پر وہ اسکو اٹھا لیتا ہے اور جہاں چاہتا ہے۔ لیجاتا ہے۔ جو لوگ بھیڑ پر سوار تھے۔ اور جو لوگ انپر چڑھتے ہوئے دیکھے۔ اور وہ جو چڑھنا چاہتے تھے۔ مگر چڑھ نہ سکتے تھے۔ وہ بھیڑ دراصل دنیا ہے۔ اور جو لوگ اسپر سوار ہیں۔ وہ دولتمند آدمی ہیں۔ جو ان سب آدمیوں پر سوار ہے۔ انکا بادشاہ ہے۔ اور جو سوار نہ ہو سکتے تھے۔ مفلس ہیں " جب نوجوان نے بزرگ سے یہ الفاظ سنے تو وہ اسکو بہت پسند آئے۔ اور کہنے لگا۔ اے بزرگ چونکہ آپکو اتنا معلوم ہے۔ آپ اس عورت کو بھی جانتے ہونگے مجھے بتائیں کہ وہ کون ہے بزرگ نے کہا " تم نے میری تمام

نصیحتیں سن لی ہیں۔ اور اسقدر مثالیں دیکھ لیں ہیں۔ تاہم تم غفلت سے بیدار نہ ہوئے۔ اور مجھ سے ایک ایسی عورت کا حال پوچھتے ہو۔ جس سے تمہارا کوئی جائز تعلق نہیں۔ پیر مرد نے اسکے منہ پہ ایک مکہ مارا۔ نوجوان فی الفور بیہوش ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد اسنے آنکھیں کھولیں۔ تو اسنے اپنے آپ کو دوزخ میں پایا

اے بادشاہ میں نے یہ داستان اسلیئے سنائی ہے۔ کہ آپکو معلوم ہو جائے۔ کہ بہت سے نوجوان ایسے ہونگے۔ جنکے منہ عورت کی وجہ سے خدا تعالے کے سامنے سیاہ ہونگے۔ خبردار شاہزادے کو عورت کے کہنے پر قتل نہ کرو۔ ورنہ تم بعد میں پچھتاؤ گے۔ اور اسنے اس روز کے لئے۔ شاہزادہ کیواسطے سفارش کی بادشاہ نے اس کی بات مان لی۔ اور شاہزادہ کو قید خانہ میں بھیجدیا اور خود شکار کو چلا گیا۔

جب شام ہوئی۔ بادشاہ شکار سے واپس آیا۔ اور محل میں چلا گیا کھانے کے بعد ملکہ نے پھر شاہزادہ کا ذکر کیا۔ بادشاہ نے کہا۔ آج فلاں وزیر نے اسکے واسطے سفارش کی اور میں نے اسکو قید خانہ میں بھیجدیا۔ ملکہ نے کہا۔ جن نوجوانوں میں خیانت اور بدکاری بکثرت ہوتی ہے۔ اسکے مناسب حال ایک داستان ہے۔ شاید بادشاہ نے اسکو نہیں سنا۔ بادشاہ نے کہا۔ اچھا سناؤ۔ ملکہ نے کہا

ملکہ کی تینتیسویں داستان

کسی زمانہ میں ایک نہایت شریر لڑکا تھا۔ ہمیشہ چیز کے

واسطے رویا کرتا تھا۔ جب اسکو کھانا پکا کر دیا جاتا۔ تو روتا اور کہتا کہ تم نے مجھکو اتنا کم دیا ہے۔ کہ میں سیر نہیں ہو سکتا ایک روز اسکی ماں نے کھانے کی ایک دیگ پکائی اور اسمیں سے ایک بڑا طشت بھر کر لڑکے کو دیدیا۔ جسپر لڑکے نے اسپر لات ماری۔ اور اسکو گرا دیا اور وہاں سے ہٹکر بیٹھ گیا۔ اسکی ماں نے کہا۔ تجھ پر خدا کی لعنت تجھے زہر کھا کر مر جانا چاہیئے۔ جب میں تجھکو غذا کی کافی مقدار دیتی ہوں تو کہتا ہے۔ یہ نہایت قلیل ہے۔ اور اگر میں تجھکو زیادہ دیتی ہوں۔ تو تو کہتا ہے۔ یہ بہت زیادہ ہے۔ اب تو نے یہ سب غذا کیوں گرا دی ہے؟ اسپر لڑکا زمین پر پڑ گیا۔ اور لوٹنے لگا۔ اور چلانا شروع کیا۔ آخر اسکا باپ اور ماں اسکی طرف سے مایوس ہو گئے۔ اور اسکو دھتکارا اور لعنت دینے اور کہنے لگے۔ بیٹا خدا تمہاری جان لے لے۔

اب اے بادشاہ چونکہ آپ اس نوجوان کو قتل نہیں کرتے خدا اسکی جان نکال لے۔ اور تمام دنیا کو اسکی شرارت سے محفوظ رکھے۔ جب بادشاہ نے ملکہ سے یہ داستان سُنی۔ وہ کہنے لگا۔ کل صبح میں اسکے معاملہ پر غور کرونگا۔ اور وہ دونوں بستر استراحت پر چلے گئے۔

جب صبح ہوئی۔ بادشاہ محل سے نکلکر تخت پر جلوہ افروز ہوا۔ اور اسنے نوجوان کو بلایا۔ اور جلاد کو حکم دیا۔ اسکا سر قلم کر دو۔ چونتیسواں وزیر آگے بڑھا اور کہنے لگا۔ شاہ عالم پناہ! بادشاہ زمین پر بمنزلہ چرواہوں کے ہوتے ہیں۔ باقی لوگ بمنزلہ بھیڑوں کے ہیں اب آپ اپنے بیٹے کو عورت کے کہنے پر قتل نہ کریں ورنہ کل روز قیامت کو جب بھیڑوں کا مالک آپ سے لیلوں کی حالت

پوچھیگا۔ تو آپ اسکا یہ مشکل جواب دے سکینگے۔ اور یہ امر بخوبی معلوم ہے۔ کہ عورتیں بڑی فریبی اور شریر ہوتی ہیں۔ شاید بادشاہ نے ایرانی اور اسکی بیوی کی داستان نہیں سنی۔ بادشاہ نے کہا۔ اچھا سناؤ۔ وزیر نے کہا۔

چونتیسویں وزیر کی داستان

ملک ایران میں ایک تاجر تھا۔ اور اس تاجر کے پاس بیشمار دولت تھی۔ اس تاجر کے گھر میں ایک مہمان آیا۔ اور وہیں شب باش ہوا۔ تاجر کچھ کھانا لایا۔ اور وہ کھانے بیٹھے۔ مہمان نے دیکھا کہ ایک گوشہ میں ایک کتا۔ اور ایک خوبصورت عورت ایک رکابی میں کھا رہے ہیں۔ وہ حیران ہوا۔ اور تاجر سے اسکا باعث پوچھا تاجر نے کہا۔ انکی حالت بیان نہ کرونگا۔ لیکن مہمان نے اس سے منت سماجت کی اور اصرار کیا۔ بتاؤ کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ تب تاجر نے کہا۔ یہ عورت میری کنیزک ہے۔ جسکو مینے اپنی گرہ سے روپیہ دیکر خریدا تھا۔ مینے اسکے ساتھ عقد کر لیا۔ اور میں اس سے اپنی جان کیطرح پیار کرنے لگا۔ چنانچہ میرے پاس جو کچھ تھا۔ وہ اسکے سپرد کیا۔ میرے ہاں۔ ایک حبشی غلام تھا۔ اب دونوں نے دوستی کر لی۔ اور مجھ کو اس معاملہ کی خبر نہ ہوئی۔ ایک روز انہوں نے میرے قتل کرنیکا ارادہ کیا۔ ایک روز عورت نے مجھ سے کہا۔ کہ میں تمہارے ساتھ ایک جگہ چلونگی۔ وہاں ایک تماشہ ہے۔ ہم اسکو دیکھینگے۔ یہ کہکے وہ مجھکو ایک چپ چاپ مقام میں لیگئی۔ جہاں

انہوں نے ایک خیمہ نصب کر رکھا تھا۔ اب وہ غلام اسکے اندر تھا اور وہ یکایک باہر آیا۔ اور انہوں نے قتل کرنیکے ارادے سے مجھ پر حملہ کیا۔ میں نے ہمیشہ اس کتے کی پرورش کی تھی۔ اور وہ میرے پیچھے پیچھے آیا۔ اور میرے ساتھ رہا۔ اور جب اسنے میری یہ حالت دیکھی۔ وہ دوڑا۔ اور اس غلام کی ٹانگ پکڑ لی۔ اور اسکو کھینچکر مجھ سے بمشکل دور کر دیا۔ مجھکو بھی طاقت ہو گئی۔ اور موقع مل گیا۔ میں عورت کو پکڑنے کے خیال سے دوڑا۔ لیکن وہ بھاگ گئی۔ میں نے غلام کو قتل کر دیا۔ لیکن چونکہ عورت سے مجھکو محبت تھی میں اسکو قتل کرنیکی جرأت نہ کر سکا۔ چونکہ یہ کتا میری سلامتی کا باعث تھا۔ میں اسکی اسطرح عزت کرتا ہوں۔ اور عورت کو بے عزت اور ذلیل کرنیکے واسطے میں ان دونوں کو اکٹھا رکھتا اور کھلاتا ہوں۔

اب اے بادشاہ داناؤں اور عالموں نے کہا ہے۔ کہ تین چیزوں پر کچھ بھروسہ نہیں ہو سکتا۔ اول عورت پر۔ دوم گھوڑے اور سوم تلوار پر۔ خبردار اے بادشاہ شاہزادے کو عورت کے کہنے پر قتل نہ کرنا۔ ورنہ بعد میں آپ پچھتائینگے۔ میری خاطر جو آپکا غلام ہوں۔ آج کے روز شاہزادہ کی جان بخشی کریں جب بادشاہ نے وزیر سے یہ داستان سنی۔ اسنے شاہزادے کو قید خانہ میں بھیجدیا۔ اور خود شکار کو چلا گیا۔

جب شام ہوئی وہ واپس آکر محل میں چلا گیا۔ ملکہ اسکو سلام کرنیکے واسطے اٹھی اور وہ دونوں بیٹھ گئے کھانے کے بعد ملکہ نے نوجوان کا ذکر شروع کیا۔ بادشاہ نے کہا۔ آج میرے فلاں وزیر نے اسکے واسطے سفارش کی۔ اور میں نے اسکو قید خانہ میں ڈالدیا۔

ملکہ نے کہا۔ میں دل و جان سے بادشاہ کی مخلص دوست ہوں۔ آپ کو یہ مناسب ہے۔ کہ آپ میرے کلمات کو خود غرضی اور ذاتی فایدہ کی طرف منسوب نہ کریں۔ بلکہ ان پر عمل کریں۔ اسکے مناسب ایک داستان ہے اگر اجازت ہو۔ تو میں اسکو بیان کرونگی۔ بادشاہ نے کہا۔ اچھا سناؤ ملکہ نے کہا۔

ملکہ کی چھتیسویں داستان

کسی ملک میں ایک بادشاہ رہتا تھا۔ اس بادشاہ کے پاس ایک باز تھا۔ اسکو جب شکار پر چھوڑا جاتا تھا۔ وہ ایک دفعہ دو حیوان پکڑ لیا کرتا تھا۔ اس ملک میں ایک امیر تھا۔ اور اسکا نام امیر سارم تھا۔ اسنے باز کے اس کمال کا حال سنا۔ وہ اسکو دیکھنے کیواسطے اس شہر کیطرف روانہ ہوا۔ وہاں پہنچکر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اس امیر کی بہت عزت کی۔ کچھ دیر بعد اس امیر نے باتوں باتوں میں ذکر چھیڑ دیا۔ اور کہا کہ میں نے باز کی بڑی تعریف سنی ہے۔ اور میں اسکو دیکھنے کا بہت خواہشمند ہوں۔ بادشاہ نے حکم دیا۔ کہ کل صبح شکار جانیکی تیاری کریں جب شکارگاہ میں گئے۔ تو اس نے باز کو کئی مرتبہ چھوڑا۔ اور ہر مرتبہ وہ کئی جانور پکڑ کر لاتا رہا۔ اور امیر سارم بہت حیران ہوا۔ تب بادشاہ نے اس امیر سے کہا۔ کیا باز قابل تعریف ہے؟ امیر سارم نے جواب دیا "ہاں بہت تعریف کے لائق ہے بلکہ اس کی جتنی تعریف کیجائے۔ کم ہے۔ بادشاہ نے کہا " اس باز کو لیلیجئے

یہ میں تم کو دیتا ہوں۔ اب اسکے مالک تم ہو۔" امیر سارم خوش ہوا۔ اور اسکو قبول کیا۔ اسنے اپنا سر جھکایا۔ اور غور کرتا رہا بہت دیر بعد اسنے اپنا سر اٹھایا۔ اور کہا " اے بادشاہ میں اس باز کے معاوضہ میں آپکے لائق کوئی چیز نہیں دے سکتا۔ لیکن میرے بارہ بیٹے اور ایک ہزار جنگجو مشہور شجاع ہیں۔ وہ سب آپ کے ہیں اسطرح باز کی قیمت بڑھ گئی۔ کیونکہ پہلے یہ دو پرندے پکڑتا تھا۔ لیکن اب اسنے بارہ نوجوان اور ایک ہزار شجاع جنگجو پکڑ لیئے ہیں۔ بادشاہ کو یہ الفاظ بہت پسند آئے اور اسنے امیر سارم کو بہت سی دولت عطا کی۔"

اب اے بادشاہ بادشاہوں کیواسطے یہ مناسب ہے۔ کہ وہ ان لوگوں کے کہنے پر عمل کریں۔ جو انکے بھی خواہ ہیں پس اس ناخلف بیٹے کے معاملہ کا فیصلہ کرنا لازم ہے۔ جب بادشاہ نے ملکہ سے یہ داستان سنی۔ اسنے کہا۔ اندیشہ نہ کرو۔ کل صبح ضرور میں اسکو قتل کر ڈالونگا۔ اور وہ دونوں بستر استراحت پر چلے گئے جب صبح ہوئی بادشاہ محل سے نکلکر تخت پر جلوہ افروز ہوا اور اسنے کہا۔ "نوجوان کہاں ہے۔ اور جلاد کہاں ہے؟" جب نوجوان اور جلاد کو لے آئے تو سنتیسوں وزیر آگے بڑھا اور کہنے لگا۔ اے بادشاہ رحم صبر کر اور خدا کی قسم آپ نے گناہ کیا ہے۔ میں آپ کے سامنے قرآن پڑھکر اسکی تشریح کرونگا جو اگر آپ مجھے اس امر کی اجازت نہ دینگے۔ تو آپ گنہگار ہونگے اور اگر آپ میری قرأت کو نہ سنیں۔ اور اسکی معانی پر عمل نہ کریں تو یہ فاش غلطی ہوگی۔" بادشاہ نے کہا میں خدا سے معافی مانگتا ہوں۔ میں سنکر اطاعت کرونگا۔" وزیر نے کہا۔ خدا تعالے

نے اپنے پاک کلام میں فرمایا ہے "کہو (اے محمدؐ) اگر تم کو خدا سے محبت ہے۔ تو میری پیروی کرو۔ خدا تم سے محبت کریگا۔ اور تمہارے گناہ معاف کر دیگا۔ کیونکہ خدا غفور الرحیم ہے" اے بادشاہ اس آیت کا شان نزول یہ ہے۔ کہ منافق رسول اللہ کے پاس آکر کہنے لگے۔ ود رسول اللہؐ ہم تمہارے سے محبت کرتے ہیں۔ تم خدا کے سچے رسول ہو" اور جب وہ باہر چلے گئے۔ وہ کہنے لگے "خدا نہ کرے۔ خدا ہرگز نہ کرے وہ بڑا ہی جھوٹا۔ ساحر۔ فسون گر۔ رمال اور مجنون ہے" اور خدا تعالےٰ نے اپنے محبوب سے یوں خطاب کیا "اے محبوب ان کو کہدے۔ اگر تم کو درحقیقت میرے سے محبت ہے۔ میری پیروی کرو۔ اور خدا تعالےٰ بھی تم سے محبت کریگا۔ اور تمہارے گناہ معاف کر دیگا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ غفور الرحیم ہے" اے بادشاہ جو شخص مومن اور موحد ہے۔ اس کو ضرور خدا تعالےٰ سے محبت ہونی چاہئے۔ اور وہ اس کے پیغمبرؐ کی پیروی کریگا اور اس کی پیروی کرنا اس کے قول یا فعل کو مدنظر رکھنا ہے۔ اب رسول اللہ نے عورتوں کے متعلق کہا تھا "وہ عقل اور دین میں ناقص ہیں" پس بادشاہ کو مناسب نہیں۔ کہ پیغمبرؐ خدا کے کلام کے خلاف عمل کرے۔ اور عورت کا کہا مانے۔ رسول اللہؐ نے یہ بھی کہا تھا "ان سے مشورہ لو۔ اور ان کے خلاف عمل کرو" اے بادشاہ دانا آدمی وہ ہے۔ جو اس مقدس حدیث کی متابعت کر کے عورتوں کی محبت یا دوستی پہ ہرگز بھروسا یا ان کے کہنے پر عمل نہیں کرتا۔ اور اس کے مناسب ایک داستان ہے۔ اگر آپ اجازت دیں۔ تو میں اس کو بیان کر دونگا۔ بادشاہ نے کہا "اچھا سناؤ" وزیر نے کہا +

پینتیسویں وزیر کی داستان

"ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ ایک شخص اپنے گھر کی چھت پر گیا۔ اور اس کو درست کیا۔ جب وہ اترنے کو تھا۔ اس نے اپنی بیوی کو بلایا۔ اور کہنے لگا۔ "ذرا سنو۔ میں کس طرح نیچے آؤں" عورت نے جواب دیا۔ "چھت پر کوئی رکاوٹ نہیں۔ کیا حادثہ ہو سکتا ہے" "تم نوجوان ہو۔ کود کر آ جاؤ" نوجوان نیچے کودا۔ تو اس کے ٹخنے کا جوڑ نکل گیا۔ اور ایک سال تک صاحب فراش رہا۔ اور اس کا ٹخنہ اپنی جگہ پر نہ آیا۔ دوسرے سال نوجوان پھر چھت پر گیا۔ اور اس کی مرمت کی پھر وہ اپنی بیوی کو بلانے لگا۔ "بیوی بتاؤ۔ میں کس طرح نیچے آؤں" عورت نے کہا۔ "کود نہیں۔ تمہارا ٹخنہ اپنی جگہ پر نہیں گیا آہستہ سے نیچے آؤ" نوجوان نے کہا۔ "پہلی مرتبہ میں نے تمہارے کہنے پر عمل کیا تھا۔ اور رسول اللہؐ کے الفاظ کی پیروی نہ کی تھی جس سے میرا ٹخنہ نکل گیا تھا۔ اب میں رسول اللہؐ کے کہنے پر عمل کروں گا۔ اور جو تو کہتی ہے۔ اس کے بالکل برعکس کروں گا" وہ نیچے کودا۔ اور فی الفور اس کا ٹخنہ اپنی جگہ پر چلا گیا۔

اس نے زمین خدمت کو بوسہ دیا۔ اور شاہزادے کے واسطے سفارش کی۔ جب بادشاہ نے وزیر سے یہ داستان سنی۔ اس نے نوجوان کو قید خانہ میں بھیج دیا۔ اور خود شکار کو چلا گیا۔

جب شام ہوئی وہ واپس آ کر محل میں چلا گیا۔ اور ملکہ اس کا استقبال کرنے کے واسطے اٹھی۔ اور پھر وہ دونوں بیٹھ گئے۔ کھانے کے بعد

ملکہ نے نوجوان کا تذکرہ کیا۔ بادشاہ نے کہا۔ آج میرے فلاں وزیر نے اس کے واسطے سفارش کی تھی۔ اور میں نے اُس کو قید خانہ میں بھیج دیا۔” ملکہ نے کہا: “اے بادشاہ آج آپ نے نوجوان کو کیوں قتل نہیں کیا؟ جب نوجوان کے دماغ میں کوئی بات سما جاتی ہے۔ تو جب تک اُس کو پورا نہ کریں۔ ان کے دل کو چین نہیں آتا۔ شاید حضور نے ایک بادشاہ کے بیٹے کی داستان نہیں سنی۔” بادشاہ نے کہا۔ اچھا سناؤ۔” ملکہ نے کہا +

ملکہ کی پینتیسویں داستان

کسی ملک میں ایک بادشاہ رہتا تھا۔ اُس کا ایک بیٹا تھا۔ جو ایک مکتب میں قرآن اور دیگر کتابوں کا سبق پڑھتا تھا۔ اس کے ذہن رسا سے اس کا استاد خوش تھا۔ ایک روز لڑکا اپنا سبق یاد نہ کر سکا۔ استاد نے اس کو اور سبق نہ دیا۔ بلکہ کہنے لگا: “جاؤ۔ اپنا سبق یاد کرو۔” دوسرے اور تیسرے روز بھی ایسا ہی ہوا۔ جب استاد نے یہ دیکھا۔ تو اُس نے لڑکے کے باپ کو اطلاع دی۔ اور اس کے باپ نے کہا: “بیٹا تم اپنا سبق کیوں یاد نہیں کرتے؟” لڑکے نے جواب دیا: “ایک روز میں بازار سے گذرا۔ اور ایک دکان میں بہت سے لیمپ قطار در قطار آویزاں دیکھے۔ میرے دل میں یہ خیال آیا۔ اگر میرے ہاتھ میں ایک چھڑی دی جائے۔ اور میں ایک دفعہ ان لیمپوں پر اپنی تمام طاقت سے ماروں۔ تو نہ معلوم کہ کتنے لیمپ شکستہ کر ڈالوں۔ اس وقت میں نے اپنا

سبق یاد نہیں کیا۔ کیونکہ میرا دل ہمیشہ لمپ توڑنے کے خیال میں رہا ہے" بادشاہ نے اس کو ایک چھڑی دی۔ اور اس کو اسکے استاد کو اور ایک ملازم کو دوکان میں بھیجا۔ اور حکم دیا۔ کہ جتنے لمپ ٹوٹیں۔ ان کی قیمت ادا کر دی جائے۔ پس وہ اس دوکان پر گئے۔ اور وہاں پہنچکر شاہزادے سے کہنے لگے "اب مارو۔ ہم دیکھینگے" اور شاہزادے نے وہ چھڑی بڑے زور سے ان لمپوں پر ماری۔ اور اس نے بہت سے لمپ توڑ ڈالے۔ جو لوگ موجود تھے۔ وہ چلائے "شاہزادے کو خدا برکت دے۔ اس نے بہت سے لمپ توڑ ڈالے ہیں" پھر انہوں نے دوکاندار کو خوش کر دیا۔ چونکہ شاہزادے کی خواہش پوری ہو گئی۔ اور اس کا وہم دور ہو گیا۔ وہ پھر پہلے کی طرح پڑھنے اور اپنا سبق یاد کرنے لگا"

اے بادشاہ یہ داستان میں نے اس لئے سنائی ہے۔ کہ آپ کو معلوم ہو جائے۔ کہ نوجوان جس چیز کا ارادہ کرتا ہے۔ اس کو پورا کر کے چھوڑتا ہے۔ اور اس نوجوان کے دل میں ایک برا ارادہ ہے۔ اس نے بادشاہ کے تخت اور جان لینے کا عزم کر رکھا ہے۔ بادشاہ آپ خبردار رہیں۔ غفلت نہ کریں۔ ورنہ یہ نوجوان انجام کار آپ کو قتل کر ڈالیگا اس کو یقینی بات جانو" جب بادشاہ نے ملکہ سے یہ داستان سنی تو اس نے کہا "کل صبح میں اس کو قتل کرونگا" اور وہ بستر استراحت پر چلے گئے۔

جب صبح ہوئی۔ بادشاہ محل سے نکلکر تخت پر جلوہ افروز ہوا۔ اور اس نے نوجوان کو بلوایا۔ اور جلاد کو حکم دیا۔ کہ اس کا سر قلم کر دو" چھبیسواں وزیر آگے بڑھا اور کہنے لگا "شاہ عالم پناہ شاہزادے کو عورت کے کہنے پر قتل نہ کرو۔ کیونکہ عورتیں بڑی مکار اور

شریر ہوتی ہیں۔ اور ان کی شرارت سے خبردار رہنا ضروری ہے۔ شائد آپ نے ایک نوجوان تاجر کی داستان نہیں سنی" بادشاہ نے کہا "اچھا سناؤ" وزیر نے کہا ◆

چھتیسویں وزیر کی داستان

قدیم زمانہ میں ایک درویش تھا۔ جب وہ سفر کر رہا تھا۔ وہ ایک روز ایک گاؤں میں سویا۔ صبح کو گاؤں والوں نے درویش سے کہا "اے درویش اس سڑک پر جو گاؤں کے دائیں جانب سے جاتی ہے۔ ڈاکو اور چور ہیں۔ خبردار اس سڑک پر نہ جانا بلکہ بائیں سڑک سے جانا" جب آفتاب طلوع ہوا۔ تو درویش اس سڑک پر روانہ ہوا۔ جس پر چور تھے۔ اس نے کہا "میں درویش ہوں۔ وہ میرا کیا لے سکتے ہیں؟" جب سہ پہر قریب ہوئی۔ وہ ایک جگہ ٹھیرا وہاں ایک محل دیکھا۔ اس نے دروازہ کھولا۔ اور اندر چلا گیا۔ اور دیکھا کہ اندر کوئی نہیں۔ اور وہ شام تک انتظار کرتا رہا۔ مگر کوئی شخص آنے جانے والا اس کو نہ دکھائی دیا۔ غرض کسی طرف سے آمد و رفت نہ تھی۔ پس وہ جا کر لیٹ رہا۔ جب آدھی رات ہوئی۔ تو یکایک غل برپا ہوا۔ اور درویش ڈر کر ایک کونہ میں گھوڑے کی لید کا ڈھیر پڑا ہوا تھا۔ وہ اس میں گر پڑا۔ چنانچہ سوائے دونوں آنکھوں کے اس کا تمام جسم ڈھک گیا۔ دروازہ کھلا۔ اور درویش نے چالیس سوار دیکھے۔ اور ان کے ساتھ ایک شخص تھا۔ جس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ اور اس کے گلے کے گرد ایک رسی پڑی ہوئی تھی۔ الغرض وہ اسکو

کشاں کشاں لا رہے تھے۔ وہ کہنے لگے "کیا آج کوئی شخص یہاں آیا ہے ؟" اور وہ محل میں چلے گئے۔ لیکن کسی شخص کو نہ دیکھا۔ انہوں نے اس نوجوان کو جس کی مشکیں کسی ہوئی تھیں۔ ایک ستون سے جکڑ دیا۔ اور آگ جلائی۔ اور کھانا پکایا۔ اور کھاتے اور شراب پیتے رہے۔ جب وہ مخمور ہو گئے۔ تو وہ سو گئے۔ درویش اپنی جگہ سے اٹھا اور نوجوان سے حقیقت حال پوچھی۔ نوجوان نے جواب دیا۔ "اے درویش یہ سوال کرنے کا وقت نہیں۔ مجھ کو اس قید سے چھڑاؤ" پس درویش نے اس کی رسیاں کھول دیں۔ اس پر نوجوان نے ان کے پاس جا کر ایک خنجر اٹھایا۔ اور تمام سواروں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ پھر اس نے ایک موم بتی لی۔ اور اس کو ایک لالٹین میں رکھکر درویش کے حوالے کی۔ اور کہنے لگا "کہ اس لالٹین کو لو۔ مگر اس کو اپنے کپڑے سے ڈھانپ لینا۔ تاکہ اس کی روشنی باہر نہ نکلے" پس درویش نے لالٹین پکڑ لی۔ اور اس کو چھپا لیا۔ اور وہ اس جگہ سے چلے گئے۔ اور ایک ویران شہر میں آ گئے۔ وہ ایک حمام کے آگ جلانے کے کمرہ میں ایک راستہ سے داخل ہو گئے۔ یہ ایک نفیس و خوبصورت کمرہ تھا۔ اور نوجوان نے درویش سے کہا "لالٹین کو باہر نکالو تاکہ ہم دیکھ سکیں" درویش نے لالٹین نکالی۔ اور انہوں نے ایک لڑکی ایک نوجوان کے ساتھ سوئی ہوئی دیکھی۔ دوسرے نوجوان نے اس نوجوان کو جو لیٹا ہوا تھا۔ فوراً قتل کر ڈالا۔ لڑکی خواب سے بیدار ہوئی اور اس نوجوان سے کہنے لگی "اب تم نے اس کو قتل کر دیا ہے۔ کل تم اس کے ہمراہیوں کو کیا جواب دو گے ؟" نوجوان نے جواب دیا "بے فکر رہو۔ میں نے ان کو بھی قتل کر ڈالا ہے ؟" تب نوجوان نے درویش کو لیا۔ اور وہ ان ڈاکوؤں کے خزانہ میں داخل ہو گئے۔ اور درویش

نے دیکھا۔ کہ اس خزانے کے ایک طرف تو سونے کا اور دوسری طرف
چاندی کا انبار لگا ہوا تھا۔" نوجوان نے درویش سے کہا۔ "جا۔ اور
ان چوروں میں سے دو کے گھوڑے پکڑ لے آ۔ اور اُن پر یہ روپیہ
لاد۔ اور جب تیرا جی چاہے۔ چلا جا۔" درویش نے کہا "نوجوان تم
نے یہ کیا کیا ہے" نوجوان نے جواب دیا "یہاں سے چار فرسنگ
کے فاصلہ پر میرا ایک کھیت ہے۔ یہ اکتالیس چور تھے۔ وہ ہر سال
مجھ کو گرفتار کرنے کے ارادہ سے مجھ پر حملہ کرتے تھے۔ مگر میں خدا تعالے
کے فضل سے ان سب کو پراگندہ کر دیتا تھا۔ جب وہ کل میری تلاش
میں پھر رہے تھے۔ میں اپنے آدمیوں سے علیحدہ ہو کر ایک
میں چلا گیا تھا۔ وہاں نیند نے مجھ پر غلبہ کیا۔ اور میں سو گ
نے مجھے دیکھ لیا۔ اور مجھے سوتے ہوئے آ کر پکڑ لیا۔ اور
مشکیں کس کر اس محل میں لے گئے۔ اب خدا کا شکر ہے۔ کہ مجھ کو
ذریعے سے نجات مل گئی۔ اور تم نے مجھ کو ان ظالموں کا
لیا۔ اور میں نے ان سب کو قتل کر ڈالا۔ اور ان کی شو
گیا ہوں" اور اس نے درویش کو بہت سی دولت دو
یہ دولت اور گھوڑے لے جاؤ۔ یہ سب تمہارے ہو گئے
پر جاؤ۔ میرے آدمی مجھ کو تلاش کر رہے ہونگے۔ جاؤ
یہاں ہوں" پس درویش سوار ہو کر روانہ ہوا۔
نہ سویا تھا۔ اس نے لڑکی کو کہا "کھاتا یہ
اپنے دل میں کہا "کمبخت خدا کرے تم بچاؤ
خاوند اور اس کے تمام ساتھیوں کو قتل کر
دو کچھ خوف نہیں" اور اس نے کہا "تم
سے بیدار ہوا۔ اور کہا "تا [illegible]

لڑکی نے اس کو کشاں کشاں ایک گڑھے میں گرا دیا۔ اور اس کا منہ
ڈھانپ دیا۔ درویش گیا۔ اور اُس نوجوان کے آدمیوں کو تلاش کیا اور
اُن کو اُس کا پتہ بتایا۔ لوگوں نے اُس کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے درویش
کو کہا۔ آؤ۔ ہم چلتے ہیں۔ ہم کو ہمارا آقا دکھاؤ۔ درویش واپس لوٹا اور
ان آدمیوں کو لے کر اس طرف چلا گیا۔ انہوں نے دیکھا کہ لڑکی بیٹھی
ہوئی ہے۔ مگر نوجوان موجود نہیں۔ اُنہوں نے اس عورت سے
پوچھا "ہمارا آقا کہاں ہے" عورت نے جواب دیا "وہ صبح کو گھوڑے
سوار ہو کر شکار کو چلا گیا تھا۔ اور ابھی واپس نہیں آیا۔ وہ کچھ وقت تک
ٹھہرے۔ اور دیکھا کہ اُن کا آقا نہیں آیا۔ اور انہوں نے
رت سے پوچھا۔ اُس نے پھر جواب دیا "میں نہیں جانتی۔
نہیں آیا" تب انہوں نے اس عورت کو گرفتار کر لیا۔ اور اس
کس دیں۔ اور اس کو ستانے لگے۔ وہ کہنے لگی "میں نے اس
اور اس نے ان کو گڑھا دکھا دیا" انہوں نے نوجوان کو
لیا۔ اور کہنے لگے "تم نے اس کو گڑھے میں کیوں ڈالا
جواب دیا "میرا ایک نوجوان عاشق ہے۔ جب میرا
چلا جاتا تھا۔ تو وہ نوجوان آتا تھا۔ اور میرے ساتھ
میرا خاوند [illegible]۔ تو میرا اچھا حال ہوتا۔ میں نے
میرے [illegible] اور میں نے اس کو قتل کرنا چاہا
تھی اور اس عورت کو ساتھ لے کر کسی اور
رنگ رلیاں کرنا چاہتی تھی" جتنے آدمی
انہوں نے اُس عورت پر لعنت کی۔
یا۔ چونکہ وہ عورت نیک چلن نہ تھی۔ اس
[illegible]

" اب اے بادشاہ میں نے یہ داستان اس لئے سنائی ہے۔ کہ آپ کو معلوم ہو جائے۔ کہ عورتوں میں رحم۔ فیاضی یا اتقا نہیں ہوتا۔ وہ شہوت پرست اور عیار ہوتی ہیں۔ اور ہزاروں میں سے ایک بھی سچی نہیں ہوتی۔ اے بادشاہ خبردار اس شاہزادے کو عورت کے کہنے پر قتل نہ کرنا۔ ورنہ تم بعد میں پچھتاؤ گے۔ اور بعد از وقت پچھتانے سے فائدہ نہیں ہوتا۔ اور اس لئے اس روز کے واسطے شاہزادے کی سفارش کی۔

جب بادشاہ نے وزیر سے یہ داستان سنی۔ اس نے نوجوان کو قید خانہ میں بھیجدیا۔ اور خود شکار کو چلا گیا۔

جب شام ہوئی۔ وہ شکار سے واپس آیا۔ اور محل میں گیا۔ اور ملکہ اس کو سلام کرنے کے واسطے آئی تھی۔ وہ دونوں بیٹھ گئے۔ کھانے کے بعد ملکہ نے پھر شاہزادے کا حال پوچھا۔ بادشاہ نے کہا "آج بھی میرے فلاں وزیر نے اس کے واسطے سفارش کی۔ اور میں نے اس کو قید خانہ میں بھیجدیا" ملکہ نے کہا "اے بادشاہ غفلت نہ کرو۔ کوئی نوجوان معتبر نہیں۔ ایک دن ایسا آئیگا۔ کہ یہ نوجوان تم کو قتل کر ڈالیگا۔ اور تخت پر قبضہ کر لیگا۔ شاید آپ نے سلطان علاء الدین کی داستان نہیں سنی۔ (علاء الدین کیقباد سلجوقی سلطان روم ۶۳۳ھ مطابق ۱۲۳۹-۸ء میں فوت ہوا) بادشاہ نے کہا "اچھا سناؤ" ملکہ نے کہا +

ملکہ کی چھتیسویں داستان

" قونیہ میں ایک بادشاہ تھا جس کا نام علاء الدین تھا۔ ایک [illegible]

وہ اکیلا پاگل خانہ میں گیا۔ تاکہ پاگلوں کی حالت معلوم کرے۔ جب وہ ان میں چکر لگا رہا تھا۔ ان میں سے ایک نوجوان نے بادشاہ کو دیکھ لیا۔ اور وہ کہنے لگا "شاہ عالم پناہ خوش آمدید۔ میں اس شہر میں اجنبی ہوں۔ میرے ماں باپ فلاں قصبہ میں ہیں۔ آج مجھ کو یہاں آئے ۳۳ تینتیس روز گزرے ہیں۔ ہر ایک آنے والا اور جانے والا کچھ نہ کچھ کہہ جاتا ہے۔ میں کیا کروں؟ پاگل خانہ کے محافظ نے بوجہ طمع نفسانی کے مجھ کو یہاں قید کر دیا ہے۔ اور مجھ کو اپنے ماں باپ کے پاس جانے کی اجازت نہیں دیتا۔ خدا رسول کے صدقے مجھے یہاں سے چھڑاؤ۔ جب نوجوان نے بادشاہ سے یہ معقول بات کہی۔ تو اس نے کہا "دیکھو اس قسم کے واقعات میرے عہد ہو گئے ہیں۔ اور ان سے غریبوں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے" وہ رونے لگا۔ اور نوجوان کو رہا کیا۔ جب نوجوان رہا ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ بادشاہ نے ایک شمشیر اپنی کمر سے باندھ رکھی ہے۔ وہ نجات پاکر بادشاہ سے کہنے لگا "اے بادشاہ سلامت میں آہنگروں کا استاد ہوں۔ مجھے یہ شمشیر دکھائیے۔ تاکہ میں اس کا حسن و قبح دیکھوں۔ میں آپ کے واسطے ایک شمشیر بطور پیشکش بناؤں گا" پس بادشاہ نے شمشیر میان سے نکالی۔ اور نوجوان کو دے دی۔ جب نوجوان نے شمشیر لے لی۔ وہ پاگل خانہ کے دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ اور بلند آواز سے کہنے لگا "کمبخت تجھ پر خدا کی لعنت کیا تیرا بہت سے بیچارے بیکسوں کو یہ کہکر کہ وہ پاگل ہیں۔ قید کرنا چاہتا ہے۔ ہر روز ایک نیا کمبخت آتا ہے۔ اور ان سب کو ستاتا ہے۔ اب شتابی سے اس غلاظت کو اپنے ہاتھوں سے پھینک دے۔ ورنہ میں اسی وقت پیٹ چاک کرے

کرونگا۔ بادشاہ تقریباً حواس باختہ ہوگیا۔ اور وہ فی الفور اس غلاظت کو کھڑکی سے باہر پھینکنے لگا۔ جب وہ پھینک رہا تھا۔ تو پاگل خانے کا محافظ اندر آیا۔ اور جب نوجوان نے اس کو دیکھا۔ اس نے شمشیر اپنے ہاتھ سے پھینک دی۔ اور وہ دوڑا دوڑا بادشاہ کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ "اے بادشاہ سلامت خدا کیلئے مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ۔ جو شخص ہم کو پٹوایا کرتا ہے۔ وہ آگیا ہے۔ دیکھو یہ وہی ہے۔" جب محافظ پاگل خانہ نے دیکھا۔ کہ یہ بادشاہ ہے۔ وہ حیران و ششدر رہ گیا۔ اور صورت حال پوچھی۔ اور بادشاہ نے اس کو تمام واقعہ کہہ سنایا۔ محافظ نے فی الفور نوجوان کو مشکیں کس دیں۔ اور بادشاہ کے واسطے پانی لایا۔ جس سے اس نے ہاتھ منہ دھویا۔ اور باہر چلا گیا۔ اور قسم کھائی۔ کہ پھر کبھی پاگل خانہ میں اکیلا نہ آؤنگا۔ اور کسی پاگل کی بات پر عمل کرونگا۔

"اے بادشاہ یہ نوجوان بھی پاگل ہے۔ اس سے محفوظ رہنا ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کو اس سے کچھ ضرر پہنچے۔" جب بادشاہ نے لڑکے یہ اشتعال انگیز باتیں سنی۔ تو وہ کہنے لگا۔ "کل صبح میں اس کو قتل کرونگا۔ اور وہ بستر استراحت پر چلے گئے۔

جب صبح ہوئی۔ بادشاہ محل سے نکل کر تخت پر جلوہ افروز ہوا۔ اور اس نے نوجوان کو بلایا۔ اور جلاد کو حکم دیا۔ "قتل کرو۔" یہ سنتے ہی وزیر آگے بڑھا۔ اور کہنے لگا۔ "شاہ عالم پناہ اس معاملہ میں عجلت نہ کریں۔ شیطان انسان کے رگ و ریشہ میں سرایت کرجاتا ہے۔ اب وہ تیرے دل میں داخل ہوگیا ہے۔ اور اس نے تجھکو ابتلا میں ڈال دیا ہے۔ شاید آپ نے آدم اور حوا کی داستان نہیں سنی۔" بادشاہ نے کہا۔ "اچھا سناؤ۔" وزیر نے کہا +

وہ اکیلا پاگل خانہ میں گیا۔ تاکہ پاگلوں کی حالت معلوم کرے۔ جب وہ ان میں چکر لگا رہا تھا۔ ان میں سے ایک نوجوان نے بادشاہ کو دیکھ لیا۔ اور وہ کہنے لگا: "شاہ عالم پناہ خوش آمدید۔ میں اس شہر میں اجنبی ہوں۔ میرے ماں باپ فلاں قصبہ میں ہیں۔ آج مجھ کو یہاں آئے تینتیس ۳۳ روز گزرے ہیں۔ ہر ایک آنے والا اور جانے والا کچھ نہ کچھ کہہ جاتا ہے۔ میں کیا کروں؟ پاگل خانہ کے محافظ نے بوجہ طمع نفسانی کے مجھ کو یہاں قید کر دیا ہے۔ اور مجھ کو اپنے ماں باپ کے پاس جانے کی اجازت نہیں دیتا۔ خدا رسول کے صدقے مجھے یہاں سے چھڑاؤ۔ جب نوجوان نے بادشاہ سے یہ معقول بات کہی۔ تو اس نے کہا: "دیکھو اس قسم کے واقعات میرے عہد ہوتے ہیں۔ اور ان سے غریبوں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے" وہ رونے لگا۔ اور نوجوان کو رہا کیا۔ جب نوجوان رہا ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ بادشاہ نے ایک شمشیر اپنی کمر سے باندھ رکھی ہے۔ وہ نجات پاکر بادشاہ سے کہنے لگا: "اے بادشاہ سلامت میں آہنگروں کا استاد ہوں۔ مجھے یہ شمشیر دکھائیے۔ تاکہ میں اس کا حسن وقبح دیکھوں۔ میں آپ کے واسطے ایک شمشیر بطور پیشکش بناؤں گا۔" پس بادشاہ نے شمشیر میان سے نکالی۔ اور نوجوان کو دیدی۔ جب نوجوان نے شمشیر لے لی۔ وہ پاگل خانہ کے دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ اور بلند آواز سے کہنے لگا: "کمبخت تجھ پر خدا کی لعنت کیا تیرا بہت سے بیچارے بیکسوں کو یہ کہکر کہ وہ پاگل ہیں۔ قید کرنا جائز ہے۔ ہر روز ایک نیا کمبخت آتا ہے۔ اور ان سب کو ستاتا ہے۔ اب شتابی سے اس غلاظت کو اپنے ہاتھوں سے پھینک دے۔ ورنہ میں اسی وقت پیٹ چاک کے

کردونگا۔ بادشاہ تقریباً حواس باختہ ہوگیا۔ اور وہ فی الفور اس غلاظت کو کھڑکی سے باہر پھینکنے لگا۔ جب وہ پھینک رہا تھا۔ تو پاگل خانے کا محافظ اندر آیا۔ اور جب نوجوان نے اس کو دیکھا۔ اُس نے شمشیر اپنے ہاتھ سے پھینک دی۔ اور وہ دوڑا دوڑا بادشاہ کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا" اے بادشاہ سلامت خدا کیلئے مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ۔ جو شخص ہم کو ہمیشہ مارتا ہے۔ وہ آگیا ہے دیکھو یہ وہی ہے" جب محافظ پاگل خانہ نے دیکھا۔ کہ یہ بادشاہ ہے۔ وہ حیران و ششدر رہ گیا۔ اور صورت حال پوچھی۔ اور بادشاہ نے اس کو تمام واقعہ کہہ سنایا۔ محافظ نے فی الفور نوجوان کی مشکیں کس دیں اور بادشاہ کے واسطے پانی لایا۔ جس سے اپنا ہاتھ دھوئے۔ اور باہر چلا گیا۔ اور قسم کھائی کہ پھر کبھی پاگل خانہ میں اکیلا نہ آؤنگا۔ اور نہ کسی پاگل کی بات پر عمل کرونگا۔

"اب اے بادشاہ یہ نوجوان بھی پاگل ہے۔ اس سے خوفزدہ رہنا ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کو اس سے کچھ ضرر پہنچے" جب بادشاہ نے ملکہ سے یہ اشتعال انگیز باتیں سنی۔ تو وہ کہنے لگا" کل صبح میں اس کو قتل کرونگا۔ اور وہ بستر استراحت پر چلے گئے۔

جب صبح ہوئی۔ بادشاہ محل سے نکل کر تخت پر جلوہ افروز ہوا۔ اور اس نے نوجوان کو بلایا۔ اور جلاد کو حکم دیا" قتل کرو" سینتیسواں وزیر آگے بڑھا۔ اور کہنے لگا" شاہ عالم پناہ اس معاملہ میں عجلت نہ کرو۔ شیطان انسان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر جاتا ہے۔ اب وہ تیرے دل میں داخل ہو گیا ہے۔ اور اس نے تجھکو ابتلا میں ڈال دیا ہے۔ شاید آپ نے آدم اور حوا کی داستان نہیں سنی" بادشاہ نے کہا" اچھا سناؤ" وزیر نے کہا +

سینتیسویں وزیر کی داستان

جس وقت کہ شیطان کے گلے میں لعنت کا طوق ڈالا گیا۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کی وجہ سے بہشت سے خارج کیا گیا۔ تو یہ ملعون آدمؑ سے بوجہ عناد قلبی انتقام لینے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کا ایک بیٹا خناس نامی تھا۔ اس نے اس کو بکری کے بچے کی شکل اختیار کرائی۔ اور اس کو ہماری ماں حوا کے سامنے لیجا کر کہنے لگا "اس بکروٹے کو اپنے پاس رہنے دو۔ میں اس کو ابھی آ کر لیجاؤں گا" حوا نے کہا "تیری وجہ سے ہم بہشت سے نکالے گئے ہیں۔ کیا تو اب پھر آگیا ہے" شیطان نے جواب دیا "اگر تم بہشت سے نکالے گئے ہو۔ تو میں بھی تو نکالا گیا ہوں۔ گذشتہ را صلواۃ" اور وہ بکروٹے کو چھوڑ کر چلا گیا۔ حضرت آدمؑ آئے۔ اور بکروٹے کو دیکھا۔ اور اس نے کہا۔ "یہ کس کا بکروٹا ہے؟" حوا نے جواب دیا "کہ شیطان اس کو چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ وہ کہہ گیا تھا "میں ابھی آ کر لے جاؤں گا"" حضرت آدم علیہ السلام خفا ہوئے۔ اور انہوں نے بکروٹے کو مار کر جنگل میں پھینک دیا۔ اور چلے گئے۔ شیطان آیا۔ اور کہنے لگا۔ "بکروٹا کہاں ہے" حوا نے کہا "آدم علیہ السلام آیا تھا۔ اور وہ بکروٹے کو مار کر جنگل میں پھینک گیا ہے" شیطان بلند آواز سے کہنے لگا "یا خناس" بکروٹے نے کہا "باپ میں یہاں ہوں" اور وہ زندہ ہو کر اس کے پاس چلا گیا۔ شیطان اس کو پھر چھوڑ کر چلا گیا۔ گو حوا اس سے منت کر کے کہنے لگی "اس کو لیجاؤ" مگر وہ نہ لے گیا۔

حضرت آدمؑ آئے۔ اور بکروٹے کو دیکھا۔ اور اُس کا حال پوچھا۔ حواؑ نے اُس کو تمام واقعہ سنایا۔ آدمؑ نے کہا "تونے اس ملعون کے بکروٹے کو کیوں رکھا ؟" اور وہ حواؑ کے ساتھ خفا ہوگئے۔ اور حضرت آدمؑ نے بکروٹے کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اور ہر ایک ٹکڑے کو مختلف سمت میں پھینک دیا۔ اور باہر چلے گئے۔ شیطان پھر آیا۔ اور پوچھنے لگا۔ حواؑ نے اس کو پھر تمام قصہ بتا دیا۔ شیطان پھر بلند آواز سے کہنے لگا "خناس"۔ اور اس نے جواب دیا "باپ میں یہاں ہوں" بکروٹا زندہ ہوگیا۔ اور اس کی طرف چلا گیا۔ شیطان پھر اس کو چھوڑ کر چلا گیا۔ اور گو حواؑ نے اس کو کئی مرتبہ کہا "کہ اس کو یہاں نہ چھوڑ جاؤ" مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ کیونکہ شیطان غائب ہوگیا۔ آدمؑ پھر آیا۔ اور بکروٹے کو دیکھا۔ اس مرتبہ اس نے حوا کو مارا۔ اور لوگ اس وقت سے اپنی بیویوں کو پیٹتے رہے۔ آدمؑ نے بکروٹے کو پکڑ لیا۔ اور اس کا گلا کاٹ دیا۔ ذبح کر دیا) اور اس کو پکایا۔ اور اُس نے اور حواؑ نے اس کو کھا لیا۔ اور آدمؑ چلا گیا۔ شیطان نے آکر پھر پوچھا "بکروٹا کہاں ہے؟" حواؑ نے کہا "اس مرتبہ آدمؑ خفا ہوا تھا۔ اور اس نے بکروٹے کو ذبح کر ڈالا۔ اور پکایا۔ اور ہم دونوں نے اس کو کھا لیا" شیطان نے پھر بلند آواز سے پکارا۔ "یا خناس!" اس مرتبہ اس نے حوا کے پیٹ سے آواز دی "باپ میں یہاں ہوں" شیطان نے کہا "بیٹا تم نے اپنے واسطے بہترین مقام تلاش کر لیا ہے۔ آؤ ہم آدم کے بیٹے کو ابتلا میں ڈال دیں۔ میں باہر سے اور تو اندر سے تا روز قیامت گمراہ کرتا۔ اور ان کو بہت سے گناہوں کی ترغیب دیتے رہنا۔ تاکہ وہ دوزخ کے لائق ہو جائیں +

اب اے بادشاہ آپ کو جاننا چاہیئے۔ کہ جس طرح انسان

کے بدن اور رگوں میں خون دورہ کرتا ہے - اس طرح شیطان اس کے اندر سرائت کر کے گمراہ کرتا ہے - جب تک کامل تحقیق نہ ہو - نوجوان کو قتل نہ کرو - ورنہ بعد میں تم ندامت کی آگ میں جلوگے - جب بادشاہ نے وزیر کی یہ داستان سنی - اس نے شاہزادہ کو قید خانہ میں بھیجدیا - اور خود شکار کھیلنے چلا گیا -

جب شام ہوئی - وہ شکار سے واپس آکر محل میں چلا گیا - اور ملکہ اس کو سلام کرنے کے واسطے اٹھی - بادشاہ اور ملکہ دونوں ایک جگہ بیٹھ گئے - کھانے کے بعد ملکہ نے نوجوان کا حال پوچھا - بادشاہ نے کہا " آج بھی میرے فلاں وزیر نے اس کے واسطے سفارش کی - اور میں نے اس کو قید خانہ میں بھیجدیا " ملکہ نے کہا " اے بادشاہ وزیروں کی باتوں پر بھروسہ نہ کرو - اگر آپ ایسا کرینگے - تو بہت غریب ان کے انتقام کی وجہ سے ذلیل و رسوا ہو جائینگے - شاید آپ نے ایک بادشاہ کی داستان نہیں سنی " بادشاہ نے کہا " اچھا سناؤ " ملکہ نے کہا +

ملکہ کی تینتیسویں داستان

کسی ملک میں ایک بادشاہ تھا - اور اس بادشاہ کے تین وزیر تھے مگر ان تینوں کے درمیان رقابت تھی - ان میں سے دو بادشاہ کو تیسرے کے برخلاف اشتعال دیتے رہتے تھے اور کہتے تھے " وہ غدار ہے - مگر بادشاہ باور نہ کرتا تھا - آخر انہوں نے غلاموں کو بہت سا زر و سیم دینے کا وعدہ کر کے یہ ہدایت کی کہ جب بادشاہ بستر استراحت پر دراز ہو جائے - مگر سونے سے پیشتر اس کو سویا ہوا خیال کر کے

مناسب وقت دیکھکر ایک دوسرے سے یہ گفتگو شروع کر دیں "میں نے فلاں شخص سے سنا ہے۔ کہ یہ وزیر بادشاہ کی نسبت ایسا ایسا کہتا ہے۔ اور اس کو بادشاہ سے نفرت ہے۔ بہت سے لوگ کہتے ہیں۔ کہ وزیر ہمارے بادشاہ کا دشمن ہے" پس انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اور جب بادشاہ نے ان کی گفتگو سنی۔ وہ اپنے دل میں کہنے لگا "گویا ان وزیروں نے جو کہا تھا سچ ہے۔ دیکھو غلاموں تک نے سن لیا ہے۔ اس کی کوئی وجہ ہے۔ اب تک میں وزیروں کی بات پر یقین نہ کرتا تھا۔ مگر یہ سچ ہے" اور بادشاہ نے اس بیکس وزیر کو مروا ڈالا۔ وزیر خوش ہوئے۔ اور انہوں نے حسب وعدہ غلاموں کو زر وسیم دیدیا۔ پس وہ لیکر ایک پوشیدہ جگہ میں چلے گئے۔ اور جب وہ اس کو آپس میں تقسیم کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا "میں پہلے بولا تھا۔ مجھے زیادہ ملنا چاہئے۔ دوسرے نے کہا "اگر میں یہ نہ کہتا کہ وہ ہمارے بادشاہ کا دشمن ہے۔ تو بادشاہ اس کو قتل نہ کرتا۔ میں زیادہ لونگا۔ اور جب وہ ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑ رہے تھے۔ بادشاہ ان کے قریب سے گذرا۔ اور ان کی باتوں کو توجہ سے سنتا رہا۔ اور جب اس نے اصل حقیقت سنی۔ اس نے کہا "دیکھو انہوں نے فریب سے ہم کو اس بیکس وزیر کے قتل کرنے کی رغبت دی" اور وہ پچھتایا۔

اب اے بادشاہ ان وزیروں نے بھی ایکا کر رکھا ہے۔ ہم دیکھینگے کہ اس ناخلف نوجوان نے ان کو کیا دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اب اگر آپ اس کو کل صبح قتل نہ کرینگے۔ تو وہ آپ کو قتل کر ڈالیگا" جب بادشاہ نے ملکہ سے یہ داستان سنی۔ وہ کہنے لگا "میں کل صبح اس کو قتل کر ڈالونگا" اور وہ بستر استراحت پر چلے گئے۔

جب صبح ہوئی۔ بادشاہ محل سے نکلکر تخت پر جلوہ افروز ہوا۔ اور اس نے نوجوان کو بلا کر جلاد کو حکم دیا "اس کا سر قلم کر دو" اٹھتیسواں وزیر

آگے بڑھا۔ اور کہنے لگا۔ "اے بادشاہ خدا کرے آپ کو ہمارے مشورہ کی وجہ سے غم نصیب نہ ہو۔ کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے "اگر تم میں سے کوئی کسی کو قابل ملامت بات کرتے ہوئے دیکھے۔ اس چاہیئے کہ اس کو منع کر دے۔ اگر ممکن ہو تو زبان سے۔ اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو دل سے"

اب اس حدیث پر عمل کرنا ہم سب پر لازم ہے۔ پس ہمیں بادشاہ کو مشورہ دینا اور حتی الامکان شیطان کی شرارت سے منع کرنا چاہیئے۔ خبردار شاہزادے کو عورت کے کہنے پر قتل نہ کریو۔ کیونکہ ان میں مکر و فریب بکثرت ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک قصہ مجھے یاد ہے۔ بادشاہ نے کہا "اچھا سناو" وزیر نے کہا +

اڑتیسویں داستان

(یہ داستان ترکی زبان میں ہے۔ انگریزی مترجم نے درج کر دی ہے۔ مگر چونکہ اس میں بعض الفاظ ناموزوں ہیں۔ اس لئے آخر میں بجنسہ ترکی میں بیان کی گئی)

اب لسے بادشاہ یہ داستان میں نے اس لئے سنائی ہے۔ کہ اس قسم کے مکر و فریب عورتوں میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ اس مکر سے محفوظ رہنا ہمیشہ ضروری ہے" اور اس نے شاہزادہ کے واسطے سفارش کی۔ جب بادشاہ نے وزیر سے یہ داستان سنی۔ اس نے نوجوان کو قید خانہ میں بھیجدیا۔ اور خود شکار کو چلا گیا +

جب شام ہوئی۔ بادشاہ واپس آ کر محل میں چلا گیا۔ اور ملکہ اس کے استقبال کے واسطے اٹھی۔ اور وہ بیٹھ گئے۔ کھانے کے بعد ملکہ نے نوجوان کا ذکر کیا۔ بادشاہ نے کہا "آج بھی میرے فلاں وزیر نے اس کے واسطے سفارش کی۔ اور میں نے اس کو قید خانہ میں بھیجدیا" ملکہ نے کہا "لسے

بادشاہ خبردار کسی کے کہنے پر عمل نہ کرو۔ کیونکہ یہ نوجوان پاجی ہے شاید آپ نے حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کی داستان نہیں سنی۔ بادشاہ نے کہا "اچھا سناؤ" ملکہ نے کہا۔

ملکہ کی انتیسویں داستان

خداوند تعالےٰ نے کلام مجید میں نوح علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا ہے جس کی تفسیر مفسروں نے اس طرح سے کی ہے۔ کہ جب خداوند عزوجل شانہٗ نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی نازل کی۔ وہ اپنے لوگوں میں گئے۔ اور ان کو دین حق کی طرف بلاتے رہے۔ اور کہتے رہے میں خدا کا رسول ہوں۔ مجھکو رسول مانو۔ اور خدا کی عبادت کرو۔ اور ظلم و ستم اور بے انصافی کو چھوڑ دو۔ ورنہ خداوند تعالےٰ تم کو بہت عذاب دیگا۔ اور طوفان لائے گا۔" مگر انہوں نے تسلیم نہ کیا۔ اور اس کی بات نہ سنی۔ تب حضرت نوحؑ نے خدا تعالےٰ کی جناب میں شکایت کی۔ اور خدا تعالےٰ نے کہا "اے نوحؑ تم ایک کشتی تیار کرو۔ اور اپنے گھر بسنے کے لوگوں کو اس میں سوار کرو۔ کیونکہ میں عنقریب طوفان بھیجونگا" اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کو کشتی کی ساخت کی تعلیم دی۔ اور انہوں نے کشتی بنائی۔ اور وہ مکمل ہوگئی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے اہل و عیال کو کشتی میں سوار کرنا چاہا کہ کافر آگئے۔ اور انہوں نے کشتی کو غلاظت سے بھر دیا۔ خدا تعالےٰ نے ان میں خارش کی بیماری پیدا کر دی۔ اور شفایاب نہ ہوتے تھے۔ آخر کافروں میں سے ایک شخص کشتی میں گیا۔ اور اس کے جسم کے ایک حصہ پر غلاظت لگ گئی۔ اور وہ خارش سے شفایاب ہوگیا۔ اس نے اس کو لیا۔ اور اپنے تمام اعضا پر ملا۔ اور وہ مرض سے شفایاب ہوگیا۔ اس نے فی الفور

باقی [illegible] کافروں کو اطلاع دی۔ اور وہ سب آ گئے۔ اور کشتی کی غلاظت صاف کر دی۔ ایک روایت سے پایا جاتا ہے کہ انہوں نے اس سے سات دفعہ اور دوسری سے پایا جاتا ہے کہ ستر دفعہ غسل کیا۔ اور وہ اس کا پانی اپنی پھنسیوں پر مل لیتے تھے۔ اور تندرست ہو جاتے تھے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے کنبہ کو کشتی میں سوار کیا۔ اور اس نے ہر ایک حیوان کا ایک ایک جوڑا بھی اس میں رکھ لیا۔ حضرت نوحؑ کے تین بیٹے تھے۔ ایک حام۔ دوسرا سام اور تیسرا یافث تھا۔ ان میں سے دو کشتی میں سوار ہو گئے۔ اور ایک سوار نہ ہوا۔ بلکہ کافروں میں چلا گیا۔ اس بیٹے نے حضرت نوحؑ سے پوچھا۔ تو معلوم ہوا کہ طوفان آنیوالا ہے۔ تو اس نے شیشے کا یک گنبد بنایا۔ اور اس میں کھانے اور پینے کی کافی مقدار لے لی۔ اور اس ں داخل ہو کر بیٹھ گیا۔ طوفان چالیس روز تک رہا۔ اور پانی بلند سے بلند ہاڑ سے چالیس فٹ اونچا ہو گیا۔ آخر پانی اتر گیا۔ مگر وہ سرکش بیٹا شیشے کی مارت میں ہی غرق ہو گیا۔"

اے بادشاہ جب ایک پیغمبر کے بیٹے کی یہ حالت تھی۔ تو دوسروں کی کیا حالت ہونی چاہیئے۔ تمہارا بیٹا ایسا سرکش ہے۔ اس کو تباہ و غارت کر دو۔ ورنہ انجام کار۔ تم پچھتاؤ گے؟" جب بادشاہ نے ملکہ سے یہ داستان سنی وہ کہنے لگا "کل صبح میں اس کو قتل کر ڈالوں گا" اور وہ بستر استراحت پہ چلے گئے۔

جب صبح ہوئی۔ بادشاہ محل سے نکلا اور اپنے تخت پر جلوہ افروز ہوا۔ اور اس نے نوجوان کو بلایا۔ اور جلاد کو حکم دیا "اس کا سر قلم کر دو" تب چالیسواں وزیر آگے بڑھا۔ اور کہنے لگا "اے بادشاہ اس معاملہ میں صبر اور مشورہ سے کام لینا چاہیئے۔ کیونکہ خداوند تعالے نے اپنے کلام شریف میں مشورہ کرنے کی تاکید کی ہے۔ اگر آپ اپنے ان

غلاموں کے کلام کو توجہ سے سنیں گے۔ تو میں یہ مشورہ دونگا۔ کہ آپ اس شاہزادہ کو عورت کے کہنے پر قتل نہ کریں۔ تاکہ آپ کو بعد میں پچھتانا نہ پڑے۔ اس کے حسب حال ایک داستان ہے۔ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں اس کو بیان کرونگا۔ بادشاہ نے کہا "بیان کرو" وزیر نے کہا +

انتالیسویں وزیر کی داستان

قدیم زمانہ میں ایک بڑا عظیم الشان بادشاہ تھا۔ اس کی رعایا میں ایک گڈریا تھا۔ جو بہت ہی وفادار۔ صادق القول اور راستباز تھا۔ چنانچہ لوگ بادشاہ کے سامنے اس کی خوبیاں ہمیشہ بیان کرتے رہتے تھے۔ اس وجہ سے آخر کار بادشاہ نے اس کو اپنے پاس رکھ لیا۔ اور اس کو خلعت فاخرہ مرحمت کرکے داروغہ اسپان کے عہدہ پر مامور کیا۔ دوسرے وزیر اس سے حسد کرنے لگے۔ اور انہوں نے کئی دفعہ اس کی آزمائش کی۔ مگر اس میں سوائے صداقت کے کچھ نہ پایا۔ اب جب وزیر اعظم اپنے حرم میں اس امر کا ذکر کر رہا تھا۔ اس کی بیٹی نے کہا "اگر میں اس گڈریے سے بادشاہ کے سامنے جھوٹ بلوا دوں۔ تو میری نسبت کیا خیال کرو گے" وزیر نے کہا۔ تم کو اجازت ہے۔ دیکھو اس سے کسی طرح جھوٹ بلواؤ۔ اب یہ لڑکی بڑی مکار اور فطرتی تھی۔ اور وہ حسین بھی پرلے درجے کی تھی۔ وہ اٹھی اور اس نے لباس پہنا۔ اور پیٹی کس لی۔ اور مسق اور جواہرات زیب تن کئے۔ اور اپنی آنکھوں میں اور پلکوں پر سرمہ اور کاجل لگا لیا۔ چنانچہ وہ بدر کی طرح نظر آنے لگی۔ جو شخص اس کو دیکھتا تھا حیران و فریفتہ ہو جاتا تھا اور اگر اس کو کافر دیکھتا تو مسلمان ہو جاتا۔ اور وہ اپنے محل سے باہر نکلی۔ اور داروغہ اسپان کے مکان پر آئی۔ اور دروازہ پر دستک دی۔ داروغہ اسپان نے

کہا "تو کون ہے؟" لڑکی نے جواب دیا "آگے دروازہ کھولو۔ او ظالم و جفاکار۔ تیرا بھلا ہو" داروغہ اسپان نے دروازہ کھولا۔ اور نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ قریباً مخبوط الحواس ہو گیا۔ اسے اس کو ہوش نہ رہا۔ کہ کیا کر رہا ہے۔ اس نے فی الفور لڑکی کو گلے لگا لیا۔ اسے اندر لیگیا۔ چنانچہ لڑکی نے ہر طرح کا ناز و عشوہ اور ادائیں شروع کیں۔ اور گذریا اس قدر بے اختیار ہوا۔ کہ اس کے ساتھ رنگ رلیاں کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ لڑکی نے کہا۔ "مجھے گھوڑے کے گوشت کی از حد خواہش ہے۔" داروغہ اسپان نے کہا "کیا تم ایسا چاہتی ہو۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ میں تم کو کھانے کے واسطے ایک فربہ گھوڑا دونگا" لڑکی نے کہا "میری خواہش یہ ہے کہ تم کو آزماؤں۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں۔ کہ تم کو مجھ سے کچھ محبت ہے؟" داروغہ اسپان نے جواب دیا "جب میں نے تم کو دیکھا تھا۔ میں بیہوش ہو گیا تھا۔ میں تیرے عشق میں دیوانہ ہو گیا ہوں۔ اگر تو چاہے تو میں تجھ کو اپنی جان بھی دیدوں" لڑکی نے کہا "میں تم کو کیا جانوں۔ مجھے یقین نہیں آتا" داروغہ اسپان نے کہا "خدا کی قسم میں تیرا عاشق زار ہوں" لڑکی نے کہا۔ "اگر تجھ کو میرے سے محبت ہے۔ تو اس سرنگ گھوڑے کو ذبح کر ڈال۔" داروغہ اسپان نے جواب دیا۔ "وہ گھوڑا بادشاہ کا نہایت منظور نظر ہے۔ بعد میں اس کا کیا جواب دونگا" لڑکی اٹھی۔ اور داروغہ اسپان کے گلے لگ گئی۔ اور کہنے لگی "میری جان میرے آقا میں جو کہوں وہ کرو۔ اس کو بھی ذبح کر دو۔ اور اگر بادشاہ تم سے پوچھے تو کہہ دینا کہ وہ بیمار ہو کر مر گیا" داروغہ اسپان کو اپنے آپ پر ضبط نہ رہا۔ اور وہ بے اختیار ہو گیا۔ اس نے جا کر گھوڑے کو ذبح کر دیا۔ اور وہ واپس آ کر لڑکی سے ہم بستر ہوا۔ اور وہ کہنے لگا "یہاں ٹھہرو" لڑکی نے جواب دیا "میں جاتی ہوں۔ میرا باپ مجھ کو تلاش کریگا" اس نے پوچھا "تیرا باپ کون ہے"

لڑکی نے کہا "وزیراعظم سے۔" داروغہ اسپان نے کہا "او وہ غضب ہو گیا۔ ہم کیا کریں گے" لڑکی نے جواب دیا "خاطر جمع رکھو۔ میں ہر وہ نبدات کو تمہارے پاس پیدا کروں گی" پس داروغہ اسپان نے اس سے اتفاق کیا اور لڑکی چلی گئی۔ جب صبح ہوئی۔ داروغہ اسپان کو ایک طرف لڑکی کی محبت چین نہ لینے دیتی تھی۔ اور دوسری طرف بادشاہ کا خوف بے چین کر رہا تھا۔ اور وہ اپنے دل میں کہنے لگا "اس راز کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کرنا چاہئے۔ مگر پھر بھی اس بارہ میں مشورہ لینا چاہئے۔ مجھے اپنی ٹوپی سے مشورہ لینا چاہئے۔ اور اس نے اپنے سر سے ٹوپی اتار لی۔ اور اس کو زمین پر رکھ دیا۔ اور اپنے دل میں اس کو بادشاہ فرض کیا۔ اور باہر چلا گیا۔ پھر وہ واپس آیا۔ اور شائستگی سے اندر داخل ہوا۔ اور جس طرح بادشاہ کو سلام کیا کرتا تھا۔ اسی طرح ٹوپی کو سلام کیا۔ اور کھڑا رہا۔ پھر اس نے گویا بادشاہ کی طرف سے کہا "داروغہ اسپان اس سرنگ گھوڑے پر زین ڈالو۔ آج میں شکار کو جاؤں گا" وہ گویا اپنی طرف سے عرض کرنے لگا "شام کو سرنگ گھوڑا بیمار ہو گیا۔ اور نہاری دانہ نہ کھایا۔ بلکہ وہ بیٹھتا اٹھتا رہا۔ اور آدھی رات کے وقت بہت بے چین ہو گیا۔ اور پھر مر گیا" پھر گویا وہ بادشاہ کی طرف سے کہنے لگا "ور تم کیا کہتے ہو؟ ابھی کل کا ذکر ہے۔ کہ وہ گھوڑا بالکل تندرست تھا۔ کیا وہ آج مر گیا ہے؟ اس کو کیا ہوا" "شاید چھری کا کوئی زخم ہو" اور پھر خیال کیا کہ لوگ اس گھوڑے کو دیکھنے گئے۔ اور دیکھا کہ اس کا گلا کٹا ہوا ہے۔ اور آکر مو بمو بیان کر دیا۔ اس سے اس نے صاف نتیجہ نکال لیا کہ اگر یہ حالت ہوئی۔ تو مجھے شرمسار ہونا پڑے گا۔ اس بات سے داروغہ اسپان کا دل خوش نہ ہوا۔ وہ کہنے لگا "اب میں سچ بولکر دیکھتا ہوں کہ کیا حالت ہوتی ہے؟" وہ باہر گیا۔ اور پھر اندر آکر گویا بادشاہ کی

طرف سے کہنے لگا "داروغہ اسپان جاؤ۔ اس سرنگ گھوڑے پر زین ڈالو۔ آج میں شکار کو جاؤں گا" پھر اُس نے اپنا منہ پھیر لیا۔ اور گویا اپنی طرف سے کہنے لگا "اے بادشاہ آج جب میں اپنے مکان میں تھا۔ ایک حسین عورت جو ماہ کامل سے مشابہ تھی۔ آئی اور میرے گلے سے لگ کر کہنے لگی "میری خاطر اس سرنگ گھوڑے کو قتل کر ڈالو۔ میں تمہاری بات مان لونگی" میں نے اس طرح کی حسین عورت عمر بھر نہ دیکھی تھی۔ میں گیا اور اس سرنگ کو ذبح کر دیا" پھر اُس نے گویا بادشاہ کی طرف سے خطاب کر کے کہا "وہ لڑکی کون تھی؟۔ کیا کوئی شخص ایک لڑکی کی خاطر اپنے مربی سے اس طرح کرتا ہے" وہ رخ بدل کر گویا اپنی طرف سے کہنے لگا "وہ میرے سے لپٹ گئی۔ اور طرح طرح کے ناز و عشوے سے میرا دل لبھانے لگی۔ اور میں بے اختیار ہو گیا۔ اور مجھے خیال آیا۔ اور میں نے بڑی دلسوزی سے پوچھا کہ تم کس کی بیٹی ہو؟۔ اور اس نے کہا۔ میں وزیر اعظم کی بیٹی ہوں۔ اگر وہ اس وقت میری جان بھی مانگتی۔ تو میں دیدیتا۔ پھر سرنگ گھوڑا کیا مال تھا؟" اور وہ زمین سے اچھلا اور کہنے لگا "یہ میرا سر ہے۔ اور یہ تلوار" اور اس نے خیال کیا۔ یہ صاف بات ہے۔ کہ اب موت یا امن و حفاظت دونوں میں سے ایک ضرور گوارا کرنی پڑیگی۔ اور وہ اس سے خوش ہوا۔ اور وہ باہر گیا۔ اور بادشاہ کے دربار میں چلا گیا۔ اور اس روز بادشاہ نے اس سے گھوڑوں کا حال پوچھا۔ اور اس نے بادشاہ کو سچ سچ بتا دیا۔ یہ بات بادشاہ کو پسند آئی۔ اور وہ خوش ہو کر کہنے لگا "تجھ پر خدا کی لعنت اگر میں ہوتا۔ تو نہ صرف گھوڑا۔ بلکہ اپنی جان دیدیتا" بادشاہ اس کے سچ بولنے سے بڑا خوش ہوا۔ اور اُس نے اُس کو خلعت فاخرہ عطا فرمایا۔ اور اس کا وزیر کی بیٹی سے نکاح کرا دیا۔ پس سچ بولنے اور

راستبازی کی وجہ سے اس کے چہرہ پر رونق آگئی۔ اور بادشاہ اس پر عنایت کرنے لگے۔ اور وہ وزیر کا داماد ہو گیا۔ اور آخر خود وزیر ہو گیا۔ اب یہ ضرب المثل مشہور ہو گئی ہے۔ اگر کوئی ایسا شخص نہ ہو۔ جس سے مشورہ لیا جائے۔ " اپنے سامنے سر کی ٹوپی رکھ لو۔ اور اس سے مشورہ لو۔"

" اے بادشاہ یہ داستان میں نے اس لئے سنائی ہے کہ آپکو معلوم ہو جائے کہ مشورہ لینا لازم ہے۔ داناؤں کے سخن پر عمل کرنے سے دائمی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ عورت کے کہنے پر عمل کرنا اس وزیر اعظم کی طرح منصوبہ بازی اور سازش کرنا ہو گا" اور اس نے زمین خدمت کو بوسہ دیا۔ اور اس [illegible] کیواسطے شہزادے کی سفارش کی۔ جب بادشاہ نے وزیر سے یہ داستان سنی۔ اس نے نوجوان کو قید خانہ میں بھیج دیا اور خود شکار کو چلا گیا۔

جب شام ہوئی۔ بادشاہ شکار سے واپس آکر محل میں گیا اور ملکہ اسکو سلام کرنے کے واسطے اٹھی۔ اور وہ دونوں بیٹھ گئے۔ کھانے کے بعد ملکہ نے نوجوان کا تذکرہ کیا۔ بادشاہ نے کہا " آج میرے فلاں وزیر نے اس کے واسطے سفارش کی۔ اور میں نے اس کو قید خانہ میں بھیج دیا" ملکہ نے کہا۔ " اے بادشاہ میں دیکھتی ہوں۔ کہ تم بڑے متلون مزاج اور طوطا چشم ہو۔ اب تو نے وزیروں کی طرفداری اختیار کی ہے۔ تو ایک بات پر قائم نہیں رہتا۔ تم ہمیشہ بدلتے رہتے ہو۔ یہ امر بادشاہوں کے واسطے بڑی بے شرمی کا باعث ہے۔ آدمی کو چاہئے کہ اپنی بات کا پاس کرے۔ لوگوں نے کہا ہے " لڑائی کر دیا صلح" پس اے بادشاہ آپ کو بھی ہمیشہ بدلتے نہیں رہنا چاہئے۔ ان وزیروں میں سے ایک بھی لائق نہیں شاید آپ نے ایک بادشاہ کی داستان نہیں سنی۔ بادشاہ نے کہا۔ " اچھا سناؤ" ملکہ نے کہا۔

ملکہ کی انتالیسویں داستان

"قدیم زمانہ میں ایک بادشاہ تھا۔ اور اس کے شہر میں ایک دانا بزرگ تھا۔ اس بزرگ کے پاس ایک گدھا تھا۔ اور وہ ہمیشہ کہتا تھا۔ "میرا گدھا بادشاہ کے وزیروں سے زیادہ دانا ہے" ایک روز بات بادشاہ کے کانوں تک جا پہنچی۔ اور اس نے اس بزرگ کو بلوایا۔ اور کہنے لگا "اے نالائق بزرگ تو یہ بے معنی بات کیوں کہتا ہے" اور وہ خفا ہوا۔ بزرگ نے کہا "اے بادشاہ میں نے اس بات کے معنوں کی بڑی آزمائش کی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں۔ تو میں بیان کروں" بادشاہ نے کہا "اچھا بیان کرو" بزرگ نے کہا "اے بادشاہ ایک روز میں اپنے گدھے کے ساتھ ایک پل پر سے گذر رہا تھا۔ کہ یکایک گدھے کا پاؤں ایک سوراخ میں چلا گیا۔ اور وہ بیچارہ گر پڑا۔ اور میں نے ہزاروں دقتوں سے اس کو بچایا۔ اس وقت سے جب وہ اس پل پر سے ہو کر جاتا ہے۔ تو اس شگاف کے قریب نہیں جاتا۔ بلکہ اس سے بہت فاصلہ پر گذرتا ہے۔ اے بادشاہ گو آپ اپنے وزیروں کو ہمیشہ گرفتار کرتے اور ان کا مال ضبط اور ان کو معزول اور ان میں سے بعض کو قتل کرتے رہتے ہیں۔ مگر باوجود اس کے وہ آپ کے قہر اور ناخوشی کے سوراخ سے اپنا پاؤں نہیں نکالتے۔ اور برباد ہو جاتے ہیں۔ پس آپ دیکھتے ہیں۔ کہ ان کو خوف بالکل نہیں۔ اور ان کے بعد جو لوگ آتے ہیں۔ وہ بھی اس سوراخ میں ہی گر پڑتے ہیں۔ اور بادشاہ کے قیدخانہ میں ڈال دیئے جاتے ہیں۔ میرے گدھے نے ایک دفعہ گرنے سے سبق سیکھ لیا۔ اور سوراخ کے قریب پھر نہیں گیا۔ لیکن آپ کے وزیر ایک دوسرے سے

عبرت نہیں پکڑتے۔ اور وہ خطرے کے گڑھے میں جا گرتے ہیں ایسی حالت میں میرا گدھا تیرے وزیروں سے زیادہ دانا ہے۔ کیا وہ دانا نہیں ؟ "

جب بادشاہ اور امیروں نے اس بزرگ کی یہ باتیں سنی۔ تو انہوں نے اس کو سچا تسلیم کر لیا۔ اور اس کو ایک خلعت فاخرہ دیا۔ اور اس کو اپنے گھر واپس بھیجدیا"

"اے بادشاہ میں نے یہ داستان اس لئے سنائی ہے کہ بادشاہ کو معلوم ہو جائے۔ کہ یہ بات ضروری نہیں کہ وزیر دانا ہوں۔ خداتعالیٰ کی عنایت ہے۔ جس کو چاہے دے۔ ورنہ وہ کس طرح دانا ہو سکتے ہیں؟ خبردار اے بادشاہ وزیروں کے کہنے پر نہ جائیو۔ اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیجیو" جب بادشاہ نے ملکہ کے یہ دلفریب اور دلکش کلمات سے تو وہ کہنے لگا یقیناً کل صبح میں اسکو قتل کرڈالونگا" اور وہ بستر استراحت پہ چلے گئے۔

جب صبح ہوئی۔ تو بادشاہ محل سے نکلا۔ اور تخت پر جلوہ افروز ہوا۔ اور اس نے نوجوان کو بلایا۔ اور جلاد کو حکم دیا۔ کہ اس کا سر قلم کردو" چالیسواں وزیر آگے بڑھا۔ اور کہنے لگا۔ اے بادشاہ عالم پناہ عقلمندوں کا قول ہے کہ چار چیزوں سے کام پورے ہوتے ہیں۔ پہلے یہ کہ لائق و فائق لوگوں کے ساتھ صحبت رکھی جائے۔ دوسرے یہ کہ دشمنوں سے محفوظ رہیں۔ تیسرے یہ کہ داناؤں سے مشورہ لیا جائے۔ اور چوتھے دوستوں سے مدد لیجائے۔ اب بادشاہ کو لازم ہے۔ کہ وہ داناؤں سے مشورہ لے اور ان کو اپنا دوست بنالے۔ اے بادشاہ ہم نے شاہزادے کے منہ سے آجتک کوئی بری بات نہیں سنی۔ اور نہ اسکا کوئی برا کام دیکھا۔ چونکہ عورتوں کے جھوٹ مکر اور فریب ایک زمانہ میں مشہور ہیں۔ اور وہ شہوت پرست اول درجہ کی ہوتی ہیں۔ شائد میرے بادشاہ نے درزی کی بیوی کی داستان نہیں سنی۔ بادشاہ نے کہا" اچھا سناؤ" وزیر نے کہا+

چالیسویں وزیر کی داستان

یہ داستان ترکی میں ہے جو بجنسہٖ آخر میں درج کی گئی ہے

"اب اے بادشاہ یہ داستان میں نے اس لئے سنائی ہے۔ کہ آپ کو معلوم ہو جائے۔ کہ اس قسم کے فریب اور طرح طرح کے مکر و حیلے عورتوں میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ خبردار شاہزادہ کو عورت کے کہنے پر قتل نہ کرو۔ ورنہ بعد میں آپ پچھتائینگے" اور اس نے زمین خدمت کو بوسہ دیا اور اس روز کے واسطے شاہزادہ کی سفارش کی۔ اور بادشاہ نے اس کی سفارش منظور کی۔ اور شاہزادہ کو قید خانہ میں ڈال دیا۔ اور خود شکار کو چلا گیا۔

جب شام ہوئی۔ بادشاہ شکار سے واپس آیا۔ اور محل میں چلا گیا ملکہ اُس کو سلام کرنے کے واسطے اٹھی۔ اور وہ دونوں بیٹھ گئے۔ کھانے کے بعد ملکہ نے نوجوان کا حال پوچھا۔ بادشاہ نے کہا "آج بھی میرے فلاں وزیر نے اُس کے واسطے سفارش کی۔ اور میں نے اُس کو قید خانہ میں بھیج دیا" ملکہ نے کہا "اے بادشاہ آپ کو معلوم ہونا چاہئے۔ کہ ان وزیروں میں سے ایک بھی آپ کا دوست نہیں۔ خدا ہی جانتا ہے۔ کہ انہوں نے شاہزادہ کے ساتھ کیا ایکا کر رکھا ہے۔ شائد آپ نے نہیں سنا۔ کہ سلطان مصر اور اُس کے وزیروں کے درمیان کیا واقع ہوا تھا۔ بادشاہ نے کہا "اچھا سناؤ" ملکہ نے کہا +

ملکہ کی چالیسویں داستان

“قدیم زمانہ کا ذکر ہے۔ کہ شہر قاہرہ میں ایک بڑا مشہور اور عظیم الشان بادشاہ تھا۔ اور اس کا ایک نوجوان بیٹا تھا۔ اس نوجوان نے وزیروں کے ساتھ یہ کہکر ایکا کر لیا تھا۔ کہ اگر تم مجھ کو سلطان بنا دو گے۔ تو میں تم کو اجازت دیدوں گا۔ کہ جو چاہو کرو” جب انہوں سے یہ اقرار کر لیا گیا۔ تو وزرا و امرا بوجہ طمع نفسانی کے بادشاہ کے خون کے پیاسے ہو گئے۔ اور اُن میں سے ہر ایک شہر کے مختلف حصے میں باغی ہو گیا انہوں نے نوجوان کو اپنا سردار بنا لیا۔ وہ بادشاہ کے ساتھ جنگ و جدال کرنے لگے۔ بادشاہ ان کو مغلوب نہ کر سکا۔ اور آخر کار انہوں نے نوجوان کو بادشاہ بنا لیا۔ وہ نئے بادشاہ کے ساتھ ہر روز ضیافت کھانے اور اپنی خواہشیں پوری کرنے لگے۔ بادشاہ کے باپ نے دیکھ لیا۔ کہ وزیروں اور نوجوان کی بری نیت ہے۔ اور اس نے ایک معتمد کو بلایا۔ اور ایک رات بھیس بدل کر فرار ہو گئے۔ اور ایک غار میں داخل ہو گئے۔ اور سات شب و روز تک بادشاہ اس غار سے باہر نہ نکلا۔ نئے بادشاہ نے سنا کہ اس کا باپ فرار ہو گیا ہے۔ اور اُس نے اور وزیروں نے اس کی تلاش شروع کی۔ اور انہوں نے ڈھنڈورا دینے والوں کو بھیجا۔ جنہوں نے یہ اعلان کیا۔ جو شخص میرے باپ کو گرفتار کریگا۔ اور میرے پاس لائیگا۔ میں اُس کی عزت کروں گا۔ بوڑھا بادشاہ اور اُس کا درباری غار سے باہر نکلے۔ اور ایک گاؤں میں گئے۔ اور اس گاؤں میں ایک بڑھی

عورت کے مہمان ہوئے۔ اور وہ بڑھیا عورت تخم ریزی کر رہی تھی۔ اس نے ان کی مہمان نوازی میں مستعدی سے کام لیا۔ اور اُن کے واسطے ایک چٹائی لے آئی۔ جس پر وہ بیٹھ گئے۔ بادشاہ بھوکا تھا۔ اس نے ایک اشرفی نکالی۔ اور بڑھیا کو دیدی اور کہا "جاؤ۔ کچھ کھانا لے آؤ۔ تاکہ ہم کھائیں۔" بڑھیا نے کہا "تم ایک اشرفی کا کھانا کیا کروگے؟" بادشاہ نے کہا "کوئی ہرج نہیں لے آؤ۔" بڑھیا گئی اور طرح طرح کی نعمتیں لے آئی۔ اور بادشاہ کے سامنے رکھدیں۔ انہوں نے بیٹھ کر کھائیں۔ کھانے کے بعد انہوں نے اس عورت کے ساتھ گفتگو شروع کی۔ اور عورت نے کہا "تم کون جوان ہو؟" بادشاہ نے کہا "ہم مفرور بادشاہ کے ملازم ہیں۔ ہم اپنے آقا کو تلاش کر رہے ہیں۔" عورت نے کہا "مجھے اندیشہ ہے کہ تم بھی اس ناخلف اور نالائق نوجوان کے پیرو ہو۔ اور بادشاہ کو گرفتار کر کے لیجاؤگے۔" بادشاہ نے پوچھا "کیا وہ نالائق نوجوان اپنے باپ کو تلاش کرتا ہے۔ اس کے کیا معنی! وہ غدار وزیر و امیر ہر روز یہ ڈھنڈورا پٹواتے ہیں۔ اور یہ اعلان دلواتے ہیں "جو شخص مفرور سلطان کو پکڑ لائیگا۔ ہم اس کو جس صوبہ کی حکومت وہ چاہے۔ دیدینگے لیکن جو اس کو چھپائیگا۔ [illegible] کے گھر میں وہ پایا جائیگا۔ اس کا سر قلم اور اُس کا کنبہ قتل کیا جائے گا۔" جب بادشاہ نے اس عورت سے یہ باتیں سنیں۔ اس کے دل کو تشویش ہوئی۔ تو بادشاہ نے ن سے کہا "اور کیا امیر بھی نوجوان کے مطیع ہیں؟" عورت نے کہا "ں نے بہت سے امیر معزول اور اُن کی بجائے اور مقرر کر دیئے ں۔ یہ نئے امیر سب کے سب اُس کے مطیع ہیں۔" بادشاہ نے کہا "کیا پنے امیروں میں سے کوئی ایسا ہے۔ جس کو تو جانتی ہے؟" بڑھیا

نے جواب دیا۔ ایک وزیر ہے۔ جس کو مغرور سلطان نے معزول کردیا تھا۔ میں اس کے گھر کاروبار کے واسطے جاتی ہوں۔ میں اُس کو جانتی ہوں۔ جب بادشاہ نے یہ بات سنی۔ وہ اپنے معتمد کی طرف مخاطب ہوکر کہنے لگا "تم کیا صلاح دیتے ہو؟ کیا میں اس عورت کو بتادوں۔ کہ میں سلطان ہوں" معتمد نے جواب دیا۔ "حکم بادشاہ کا ہے" سلطان بڑھیا کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہنے لگا "ماں میرا ایک راز ہے۔ اگر میں تم کو بتادوں۔ کیا تم اس کو مخفی رکھ سکتی ہو؟" عورت نے کہا "میں اپنا سر کٹوادونگی۔ مگر تمہارا راز ظاہر نہ کروں گی" بادشاہ نے عورت کا جواب سنکر کہا "مائی کیا تم جانتی ہو۔ کہ میں کون ہوں؟" اس نے جواب دیا "نہیں" پھر بادشاہ نے کہا "دیکھو میں مغرور بادشاہ ہوں۔ مگر میری یہ بات کسی کو نہ بتانا" جب بڑھیا نے سنا۔ اس کے چہرہ پہ خون کا نام نہ رہا۔ اور وہ بادشاہ کے پاؤں پر گر پڑی۔ بادشاہ نے کہا "کیا تمہارا کوئی بیٹا یا بیٹی ہے؟" اس نے جواب دیا "میرا ایک بیٹا ہے" بادشاہ نے کہا "اگر خدا تعالے مجھکو پھر تخت پر بٹھائیگا۔ میں تمہارے بیٹا کو جس صوبہ کی حکومت چاہیگا۔ دونگا" عورت نے سلام کیا اور بادشاہ کے پاؤں پر گر پڑی۔ پھر بادشاہ نے عورت سے کہا۔ اب اس وزیر کے گھر جاؤ۔ اور اس کو کسی علیحدہ جگہ میں بلاؤ۔ اور میری طرف سے سلام کہنے کے بعد کہو "کہ بادشاہ میرے گھر میں بیٹھا ہوا ہے۔ اور تم کو بلاتا ہے۔ دیکھو ڈگمگانا نہیں۔ اور ایسا نہ ہو کہ تم نہ آؤ" جب شام ہوئی۔ عورت وزیر کے گھر گئی۔ اور وزیر کو علیحدہ جگہ میں لے گئی۔ اور اس کو بادشاہ کا سلام اور اس کو سب بتادیا۔ اور کہا "کہ اب میرے گھر میں بیٹھا ہوا ہے۔

وزیر خوش ہوا۔ اور کہنے لگا۔ اب تم چلی جاؤ۔ میں بھی آتا ہوں" اور اُس نے بڑھیا کو بھیجدیا۔ عورت آئی۔ اور اُس نے سب باتیں بادشاہ کے روبرو بیان کیں۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس نے دیکھا۔ کہ وزیر عرب کا لباس پہن کر آگیا ہے۔ وہ بادشاہ کے پاؤں میں گر پڑا۔ اور زار زار رونے لگا۔ بادشاہ نے کہا "اے وزیر میں نے تجھکو تکلیف پہنچائی تھی۔ اور تیرا مال ضبط کر لیا تھا۔ اور تجھے معزول کر دیا تھا۔ افسوس اگیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔ چہ گذشتہ را صلواۃ آئندہ احتیاط۔ جہاں تک ہو سکے۔ میرے دوست بنو۔ اور اگر خدا تعالےٰ نے مجھے پھر تخت پر بٹھایا۔ میں تمہاری عزت کرونگا" وزیر نے کہا "اے بادشاہ آپ نے میری جو دولت لی تھی۔ وہ آپ کی تھی۔ اگر آپ نے مجھے معزول کیا تھا۔ میں آپ کا غلام اور قصوردار تھا۔ آپ نے مناسب کیا تھا۔ اب یہ تجویز ہے۔ کہ آپ میرے کہنے پر عمل کریں۔ اور جب تک ہماری تجویز پختہ نہو جائے۔ آپ بادشاہت کے خیال کو بالائے طاق رکھدیں۔ اگر بعد ازاں آپ میرے پر خفا ہوں۔ تو جو مناسب خیال کریں۔ حکم دیں۔ اب ہم کو کارروائی کرنی چاہیئے" بادشاہ نے کہا "جو تم چاہو کرو۔ اب یہ باتیں کرنے کا وقت نہیں" وزیر نے کہا "اے بادشاہ اٹھو۔ اور میرا چراغ ہاتھ میں لے لو۔ اور جنگل میں سے گذرتے چلے جاؤ۔ حتےٰ کہ آپ میرے گھر پہنچ جائیں۔ اگر کوئی شخص آپ کو دیکھیگا۔ وہ آپ کو میرا ملازم خیال کریگا۔ اور آپ کو شناخت نہ کر سکیگا" بادشاہ نے وزیر کا چراغ ہاتھ میں لیلیا اور وہ چلے گئے۔ اور قاہرہ کے بازاروں میں سے گذرے۔ اور وزیر کے گھر میں آگئے۔ وزیر نے بادشاہ کے واسطے ایک کمرہ خاص طور پہ

گیا۔ بادشاہ وہاں کچھ روز تک رہا۔ اور وزیر نے اندر ہی اندر ان سب بڑے بڑے امیروں کو جو معزول کئے گئے تھے۔ بلایا۔ اور جمع کیا۔ ایک روز رات کے وقت وہ ان کو بادشاہ کے سامنے لایا اور ان کو راضی کر کے کہا۔ کل صبح تم مستعد ہو جاؤ۔ اور تم میں سے ہر ایک اپنی جائداد کے واسطے سرگرمی ظاہر کرے۔" اس رات انہوں نے تمام معزول شدہ سپاہیوں کو جو وہاں تھے۔ اکٹھا کیا۔ اور جب صبح ہوئی۔ وہ چاروں طرف نقارے بجانے لگے۔ اور پیشتر اس کے کہ غدار وزیر اور امیر بیدار ہوں۔ ان میں سے اکثر کو تہ تیغ کر دیا۔ اور انہوں نے بادشاہ کے غاصب بیٹے اور اس کے تمام باقیماندہ وزیروں کو گرفتار کر لیا۔ اور ان کو بادشاہ کے حضور میں لے آئے۔ اور بادشاہ نے ان سب کو قتل کر دیا۔ اور ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ عذاب دے کر مروایا۔ اس وقت سے وہ اطمینان اور بے فکری سے اپنے تخت پر بیٹھ گیا۔ اور خوش و خرم زندگی بسر کرتا رہا۔"

"اب اے بادشاہ میں نے یہ داستان اس لئے سنائی ہے کہ بادشاہ کو معلوم ہو جائے۔ کہ وزیروں پر بالکل بھروسہ نہ کرنا چاہئے اور آپ تیار ہو جائیں۔ کیونکہ یہ وزیر آپ کے برخلاف بری نیت کر رہے ہیں۔ اور جیسا کہ اس داستان میں بیان کیا گیا ہے۔ آپ کو بھی ویسا ہی واقعہ پیش آیا۔ میں چاہتی ہوں۔ کہ آپ کی نگرانی کرتی رہوں۔ اس لئے میں نے سب جتا دیا ہے۔ اور میں وثوق سے جانتی ہوں۔ کہ انہوں نے ایکا کیا ہوا ہے۔ اگر کل صبح تک کوئی بندوبست نہ کیا گیا۔ تو وہ شاہزادہ کو تخت پر بٹھا دیں گے۔ اور آپ کو گرفتار کر کے اس کے حوالے کریں گے۔ خدا ہی جانتا ہے

کہ مجھ کمبخت پر کیا گزریگی۔ میں بڑی بد قسمت ہوں۔" اور وہ زار و قطار رونے لگی۔ جب بادشاہ نے ملکہ سے یہ داستان سنی۔ اور ایسی حالت دیکھی۔ اس کو ملکہ کے کہنے پر یقین ہوگیا۔ اور اس کو سچ خیال کرنے لگا۔ اور بادشاہ کے دل میں اپنی جان کی طرف سے خوف پیدا ہوگیا۔ اس نے کہا: "تم ڈرو نہیں۔ کل صبح میں سب وزیروں کو گرفتار کر لوں گا۔ اور نوجوان کو قتل کرنے کے بعد میں ان میں سے ہر ایک کو اس کے اعمال کی سزا دونگا۔" جب ملکہ نے بادشاہ سے یہ الفاظ سنے۔ وہ خوش ہوئی۔ اور کہنے لگی: "اے بادشاہ جب آپ ان سب کو قتل کر ڈالیں۔ ان کی بجائے شریف وزیر مقرر کرنا۔ اور تب خلوت گزین ہو کر عیش و عشرت میں مشغول ہو جانا۔ جب تک آپ ایسا نہ کریں گے۔ آپ کو آرام نہ آئے گا۔" اور بادشاہ نے اس کو منظور کیا۔ اور انہوں نے وہ رات باتیں کرتے ہی گذار دی۔

جب صبح ہوئی۔ بادشاہ غضبناک ہوگیا۔ اور وہ محل سے نکل کر تخت پر جلوہ افروز ہوا۔ اور اس نے کہا: "نوجوان کہاں ہے؟ اس کو لاؤ۔" خادم اس کو لائے۔ اور بادشاہ نے کہا۔ اس سے پوچھو: "کیا وہ اپنی ماں کے الزام کو سچ مانتا ہے۔" اس پر وزیر اعظم نے کہا: "اس کو جناب کے سامنے آنے دیں۔ اور اس سے پوچھا جائے۔ اس طرح بہتر یہ ہوگا۔ ہمیں اس سے پوچھنے کی اجازت دیں۔" بادشاہ نے حکم دیا۔ کہ اس کو لائیں۔ اور اس نے کہا: "نوجوان بولو۔ تم نے اپنی ماں کے ساتھ کیا کیا ہے؟" نوجوان خاموش رہا۔ بادشاہ نے اس کی طرف سے منہ پھیر کر کہا: "خاموش نہ رہو۔ تم کو بولنے کی اجازت ہے۔" نوجوان پھر بھی خاموش رہا۔ وزیر اعظم

نے پھر کہا: "شائد اس کا اتالیق اس کو بولنے پر آمادہ کر سکے۔" بادشاہ نے حکم دیا۔ کہ فوراً اس کے اتالیق کو لے آئیں۔ ملازموں نے اس کو تلاش کیا۔ مگر وہ نہ ملا۔ انہوں نے آکر بادشاہ کو بتایا۔ بادشاہ نے کہا: "آج انصاف کرنا ضروری ہے۔ جلاد کو بلاؤ۔" وہ آیا۔ اور بادشاہ نے کہا: "اس نوجوان کو اور ان تمام وزیروں کو پکڑ کر قتل کر دو۔" اور وہ وزیروں وغیرہ سب کو بادشاہ کے حضور سے پکڑ لے گئے۔ اور انہوں نے اس چوک کو جہاں سلطنت کے مجرموں کو سزا ملتی تھی۔ صاف کیا۔ اور اس پر ریگ بچھا دی۔ انہوں نے وزیروں کو درست کر کے بٹھا دیا۔ اور شاہزادے کو بھی لے آئے۔ تب جلاد نے شاہزادہ کو گھٹنوں کے بل بٹھا دیا۔ اور اس کی آنکھیں باندھ دیں۔ اور اس نے اپنی شمشیر میان سے نکال کر برہنہ کی۔ اور کہنے لگا: "اے بادشاہ کیا اجازت ہے؟ آپ کی شان و شوکت کے اظہار میں میرا بازو قوی اور میری تلوار تیز ہے۔ سر بریدہ پھر پیدا نہیں ہوتا۔ اور بعد از وقت پچھتانے سے کچھ نہیں ہوتا۔" اور اس نے دو مرتبہ دیوان کے گرد چکر لگایا۔ اور بادشاہ سے اجازت چاہی۔ بادشاہ نے اس کو حکم دیا: "اس کا سر قلم کر دو۔" جلاد نے دیوان (مجلس) کے گرد ایک مرتبہ پھر چکر لگایا۔ اور جب وہ بادشاہ سے پھر اجازت طلب کر رہا تھا۔ خوشخبری لانے والا دوڑا ہوا آیا۔ اور بلند آواز سے کہنے لگا۔ "شاہزادہ کا اتالیق آگیا ہے۔" بادشاہ نے کہا: "جلدی سے اس کو گرفتار کر کے لے آؤ۔" غلام فی الفور اتالیق کو لے آئے۔ اور اس کو زمین پر پاؤں نہ رکھنے دیا۔ جب بادشاہ نے اتالیق کو دیکھا۔ وہ غضبناک ہو گیا۔ اور کہنے لگا: "اس کو قتل کر ڈالو۔"

اتالیق نے کہا حضور عالے آپ کیوں خفا ہو گئے ہیں۔ اگر آپ کی خواہش ہے۔ کہ شاہزادہ بولے۔ اس کو لاؤ۔ اور دیکھو" بادشاہ نے کہا " کیا تم نے اس سے کہا تھا۔ کہ " مت بولو " اتالیق نے جواب دیا " ہاں " بادشاہ نے کہا " کیوں " اتالیق نے کہا " اے بادشاہ میں نے شاہزادہ کی قسمت کے ستارے کو اسطرلاب میں دیکھا تھا۔ چالیس روز تک اس کا منظر منحوس رہا۔ ایسا منحوس کہ اگر شاہزادہ ایک لفظ بھی بولتا۔ تو وہ ہلاک ہو جاتا۔ لیکن اگر وہ بولے نہیں۔ تو وہ بچ جائے گا۔ میں نے اس کو ایک اسم (باری تعالےٰ) سکھایا تھا۔ اور اس کو تاکید کر دی تھی۔ کہ ایک لفظ منہ سے نہ نکالنا۔ اب وہ میعاد پوری ہو گئی ہے۔ اور میں آگیا ہوں۔ حکم دو۔ کہ اس کو لے آئیں۔ اور میں اس کو بولنے کی اجازت دوں گا " بادشاہ نے حکم دیا۔ کہ نوجوان کو لے آئیں۔ جب نوجوان شاہزادہ آگیا۔ تو اتالیق نے کہا " میرے شاہزا میری زندگی تیرے باپ اور تجھ پر قربان ہو۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ ستارے کا منحوس منظر دور ہو گیا ہے۔ اور تمہارے منحوس دن گذر چکے ہیں۔ اپنی ہزار داستان (زبان) کو کھولو۔ اور فرماؤ یہ کیا مطلب ہے " شاہزادہ نے فی الفور بسم اللہ کہکر اس ملکہ کے ساتھ جو واقعات پیش آئے تھے۔ اول سے آخر تک سنائے۔ اور پھر وہ زمین پر گر کر رونے لگا۔ بادشاہ نے بوجہ حیرت و استعجاب انگلی اپنے منہ میں لی۔ اور حیران ہوا۔ اور دیوان و مجلس شوریٰ کے اراکین عورت کے اس فعل سے حیران ہوئے۔ اور وہ کہنے لگے " شاہزادہ کا قول معقول اور صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اور عورت کی ذات ایسے ہی فریب و مکر کیا کرتی ہے " پھر بادشاہ نے کنیزکوں سے پوچھا۔ اور انہوں نے گواہی دی۔ کہ ہم دیوار کے پیچھے کھڑی ہوئی تھیں۔ اور تمام باتیں سن رہی تھیں۔ اور شاہزادہ سچا

ہے۔ بادشاہ نے دیکھا کہ شاہزادہ حق پر ہے۔ اور وہ اپنے کئے سے پچھتایا۔ اس نے معافی چاہی۔ اور شاہزادے کی دونوں آنکھیں چومیں اور اس کو اپنے گلے سے لگا لیا۔ اور زار و قطار رونے لگا۔ اور اس نے فی الفور حکم دیا۔ کہ وزیروں کو لے آئیں۔ اور بادشاہ نے ان کے ساتھ بہت عذر کئے۔ اور ان میں سے ہر ایک کو گرانبہا اور فاخرہ خلعت دیا۔ اور ان کو بے شمار انعام و اکرام دیئے۔ اور ان سب سے معافی چاہی۔ اور وزیروں نے کہا۔ اے بادشاہ آپ نے جو ہم پر ظلم یا بے انصافی کی ہے۔ آپ کو سب معاف ہے۔ ہم کو یہ خوف تھا۔ مبادا کہ آپ عورت کے کہنے پر شاہزادے کو قتل کر دیں۔ کیونکہ ہماری وزارت ہمارے بادشاہ اور ہمارے شاہزادے کی صحت و سلامتی پہ ہے۔ اور ان کی زندگی دنیا کے لئے موجب رحمت ہے۔ آپ کے ہلاک ہونے کے بعد ہماری ہلاکت ایک یقینی امر ہے۔" اور ان سب نے زمین خدمت کو بوسہ دیا۔ اور عورت سے انتقام لینے کی درخواست کی۔ بادشاہ نے ایک جنگلی گدھا (گورخر) لانے کا حکم دیا۔ اور ملکہ کو اس چوک میں لے گئے۔ جہاں مجرموں کو سزا دی جاتی تھی۔ اور اس کو اس گورخر پر بٹھا دیا۔ اور پھر اس کو اس نے دم اور ٹانگوں سے جکڑ دیا۔ اور اس کو جنگل میں لے گئے۔ نوکر گورخر کو تازیانے سے مارنے لگے۔ اور گورخر دوڑنے لگا۔ عورت اس کی پشت سے زمین پر گر پڑی۔ گورخر نے مڑ کر دیکھا۔ جب اس نے اپنے پیچھے عورت کو دیکھا۔ تو وہ ڈر گیا۔ اور دوڑنے لگا۔ اور اس عورت کے اس کان برابر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ جو پتھروں اور جھاڑیوں پر پڑے رہ گئے۔ اس طرح اس نے جس چیز کی شاہزادے کے واسطے

نیت کی تھی۔ وہ خود اس کو پیش آئی۔ بزرگوں نے کہا ہے "نیکی کا خیال رکھو۔ تاکہ تم کو نیکی ملے۔ اگر تم دوسرے کے واسطے گڑھا کھودو۔ تو گہرا نہ کھودو۔ کیونکہ ممکن ہے۔ کہ تم خود اس میں گرو۔ پھر تم کو اس سے باہر نکلنے کی کوشش کرنے کی تکلیف نہ ہو گی" اور اس وقت سے لوگوں میں یہ ضرب المثل ہو گئی ہے "کہ خدا کرے میں تم کو گدھے پہ سوار دیکھوں" اس کے بعد بادشاہ نے تمام وزیروں اور امیروں اور عوام کو بلایا۔ اور ایک بڑی دہوم دہام کی ضیافت کی۔ جس میں ہر طرح کے مطرب اور دیگر سامان عیش مہیا کیا گیا۔ اور سب لوگ چالیس شب و روز تک ضیافتیں کھاتے اور رنگ رلیاں کرتے رہے۔ اور پھر بادشاہ کئی سال تک زندہ رہا۔ اور انصاف اور عدل کرتا رہا۔

خدائے تعالے ہم سب کو نیکوں اور سچوں کی صحبت میں رکھے۔ اور ہم کو مکار عورتوں کے مکر اور فریب سے محفوظ رکھے۔ آمین +

چونکہ مصنف کی اس نظیر اور مثالوں سے بھری ہوئی داستانوں کی کتاب کے تحریر کرنے کا مدعا یہ تھا۔ کہ اس کا ذکر خیر کیا جائے۔ اس لئے یہ درخواست کی جاتی ہے۔ کہ جو شخص اس کو پڑھے۔ نیاز مند کے واسطے دعائے مغفرت کرے +

اڑتیسویں وزیر کی داستان

اڑتیسویں اور چالیسویں وزیروں کی داستانیں مصلحتاً اصل

ترکی زبان میں ہی نقل کی جاتی ہیں

سویلہ حکایت ایدیلر کہ مصر شہرندہ بر بازرگان وار ایدی۔ بر گون بر جاریہ ساتون آلوب خانہ سنی گتوردی۔ خانہ سندہ بر میمونہ وار ایدی۔ گیتوروب جاریہ چیقدی۔ جاریہ ایدر۔ بازرگان بو نہ حال در؟ بازرگان ایدر بونہ بر گذارم۔ اول سنی آزاد ایدیم۔ جاریہ دخی ناچار مقید اولدی حاملہ قالدی گلدک دہ بر اوغلان طوغردی جمیع اعضاسی آدم شکل لو الا میمون گبی قویرقی وار ایدی۔ بازرگان وجاریہ بو اوغلانک تربیہ سنی مشغول اولدیکر اوغلان بس آلتی ایلق اولدی برگون بازرگان بر بیوک قزغان سود طولدروپ البتہ محکم آتش یاقوب قیناد قدہ اول اوغلانی طوطوب قزغانک ایچینی براقدی۔ جاریہ فریاد۔ باشلادی۔ بازرگان ایدر۔ سوس فریاد اتمہ۔ وار۔ مالدن آنا اول دیوب چیقاردی۔ جاریہ بی بر مقدار آلتون دخی ویردی۔ دونوب قزغانک اویلہ قیناتدی کہ ہیچ کیموگی دخی قالدی۔ جاریہ بو طرفدن گورن لندن بازرگانہ وا فرگن ایلیبوب۔ جگرم نصل یاقدن استی بن دخی سنی ماقرم دیوب۔ فرصت گوستمگے باشلادی۔ بازرگان قزغانی انڈوپ بر بری۔ غذرینی یدی طاس قویوب قزغانک غذرینی گلک کافی اوبوب۔ یدی طاسدن سوزدب۔ یدنجی طاسدہ اولان کافی اولوب بر شیشہ ایچینی قویوب

براقدی - جاریه‌یه بیک حاضر ایله‌دیوب بالشره چیقدی - جاریه دخی بیک
یشروب بر قاب اپچینی اول زهریدن قارشدیروب حاضر ایلدی -
بازرگان گیلدی الونه گیتردی سهانی یه‌ی قویوب گتدی بر بوجاغا چیقوب تو
اوربلاردی - بازرگان اول طعام دن بر قاشق الوب آغزینه قویدی
دخی گیبی زهر آلدیغن بلوب جاریه‌یه الندکی قاشیغی فرلاتدی قاشق
دن بد نخود قدر زهرلی طعام جاریه‌نک الینی دوقینوب دوقیندیگی
یر سیاه ایلیدی - بازرگان بو طرفده سم سیاه اولوب شیشدی
تولوم گیبی اولدی - وهلاک اولدی - جاریه دخی علاج ایدیب ایو
اولدی - باقی قالان زهری سطلیوب طالب اولان لره بیع ایلیدی +

چالیسویں وزیر کی داستان

زمان سابقده بیر تر زنیک بر محبوبه عورتی وار ایدی - هرگون عورت
جاریه‌سن پاموق اتدرمک ایچون حلاجه گوندردی - جاریه حلاج دکانینه
واردی کفتالی پاموق اتدگه ویردی - حلا آتا یکن جاریه ذکرک گستردی
جاریه اوتانوب بیر دیا تندن اوتر یا نینه گیچدی - بو دولانجه حلاج دخی
ذکرک اول یانه گیچردی جاریه اول یانده دخی اویله گوردی - گلوب
قادینه ایتدی - اول وارد - گیم حلاجک ایکی ذکری وار دیدی خاتون
ایتدی - وار - اول حلاجه سویله - بیری قادینم استر گیجه گلسک دیون
سویله - دیدی
حلاجه سویلدی - حلاج دخی گیجه اولنجه - اور مقصود اولان محله

گلوب حاضر ایلدی - عورت طبشره چیقدی - حلاج ایله بولیشوب ایتدی
بن توجه ام لیاترکن - بگل نمله بولش دیدی - چون گیجه یارسی اولدی
حلاج واروب عورتی اویاندردی - عورت قولائی یاتدی - حلاج
اسی مشغول اولدی - عورت گوردی - که گندوی مشغول اولانی کر
بردر - های ا جانم حلاج - ایکیسی ایله دیدی - آهسته آهسته سویلر
کن - ابری اویاندی "ایکیسی ایله" دیدیگن نه در؟ دیوب عورتک
فرجکیه ال ایلیدی - حلاجک ذکری سالنه گلدی حلاج گیرو چیقیندی
ذکری حریفک الندن سراری چیقدی - همان حلاج قاچدی حریف
ایتدی - بری عورت! اول ایکیسی ایله دیدیگن نه ایدی؟ دیدی
عورت ایتدی - لسے توجه دوستمده گوردم سن بره دکلسه دشمنک
برالیشدیوزسک - هدایه غلام - دیمن چاغیرسن بن کتاردن ایکی
ایله یوز دیون چاغیردم - سن وحی ایکی الیشدیوز میگمه باشلادن دیدی -
آندن توجه سی ایتدی - عورت بن وحی کندمی دریاده اولدیتم -
سوندن بلدم که المی بیاش بالق گلدی سون ا سریلو سیچیقدی
قاچدی - شنک گرچک سویلرسک دیوب عورتنه اول کندن زیاده
محبت ایلدی +

خاتمه بالخیر

پیسہ اخبار لاہور

جسمیں ہر ہفتہ ملک کے تمام ضروری مسائل پر اعلےٰ درجہ کی رائے زنی کیجاتی ہے ا
عربی - ترکی وغیرہ اخبارات کے چیدہ مضامین درج ہوا کرتے ہیں اور جسکو تمام اردو ا
سے زیادہ اور تازہ خبریں بہم پہنچانے کا فخر حاصل ہے جو بوجہ اپنی نہایت ارزان قیمت
ہر دلعزیز پالیسی کے ہندوستان بھر کے تمام اردو اخبارات سے زیادہ چھپتا
قیمت معہ محصول ڈاک فقط اڑھائی روپیہ (عہ) پیشگی قیمت کے وصول پر
باچند نادر کتابیں ہر ایک خریدار کو مفت ملتی ہیں -

انتخاب لاجواب

دنیا کے تمام نہایت دلچسپ اخباروں [illegible] اور تحریروں کا عطر [illegible]
جسمیں ہزارہا ایسے قیمتی علمی و عملی مضامین [illegible] درج ہوتے ہیں
جو اور کسی ذریعہ سے اردو زبان میں [illegible] نہیں سکتے - ہندوستان [illegible]
[illegible] رسالوں میں چھپتا اردو زبان [illegible] کی قسم
کسی قسم کے [illegible] ہوتے ہیں [illegible] -
ہفتہ وار حجم ۲۴ صفحہ [illegible] پیسہ اخبار لاہور

روزانہ پیسہ اخبار

روزمرہ تازہ بتازہ [illegible] نہایت [illegible] تازہ ترین خبر
دیتا ہے - ہر روز علاوہ دیگر [illegible] ایک نہایت [illegible]
ہے - جو کسی روزانہ اخبار میں [illegible] تمام اردو اخبار
میں مسلم لیڈر ہے -
قیمت سالانہ پندرہ روپیہ - سہ ماہی پونے چار روپیہ -

بچوں کا اخبار

انگلستان و یورپ میں کم از کم ایک اخبار بچوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق شائع ہوتے ہونگے
مگر اردو زبان میں تمام ہندوستان میں ایسا ایک اخبار [illegible] نہیں تھا اس کمی کو
پورا کرنے کیلئے بچوں کا اخبار [illegible] شائع
ہوتا ہے اور [illegible] ملک کے تمام اخبارات [illegible] افسروں نے بچوں
[illegible] تعلیم و تربیت کیلئے نہایت مفید تسلیم کیا ہے [illegible]
قیمت سالانہ معہ محصول ڈاک [illegible] پیسہ اخبار لاہور

پیسہ اخبار لاہور

جسمیں ہر ہفتہ ملک کے تمام ضروری معاملات پر اعلےٰ درجہ کی رائے زنی کیجاتی ہے او
عربی۔ ترکی وغیرہ اخبارات کے چیدہ مضامین درج ہوا کرتے ہیں اور جسکو تمام اردو اخ
سے زیادہ اور تازہ خبریں بہم پہنچانے کا فخر حاصل ہے جو بوجہ اپنی نہایت ارزان قیم
ہر دلعزیز پالیسی کے ہندوستان بھر کے تمام اردو اخبارات سے زیادہ چھپنے
قیمت معہ محصول ڈاک فقط اڑھائی روپے (۲؎) پیشگی قیمت کی وصولی پر
یا چند نادر کتابیں ہر ایک خریدار کو مفت ملتی ہیں۔

انتخاب لاجواب

دنیا کے تمام نہایت دلچسپ اخباروں مفید کتابوں اور تحریروں کا عطر مجموعہ
جسمیں ہزارہا ایسے قیمتی علمی و عملی مضامین دل بہلاو اور تعلیم کیلئے درج ہوتے ہیں
جو اور کسی ذریعہ سے اردو زبان میں مل نہیں سکتے۔ ہندوستان میں کسی زبان میں اس قسم
کی کوئی کتاب یا رسالہ نہیں چھپتا اردو زبان میں [illegible] انتخاب میں کئی قسم
کئی قسم کے انعام تقسیم ہوتے ہیں اور نامہ نگاروں کو معاوضہ دیا جاتا ہے۔
ہفتہ وار حجم ۴۸ صفحہ کلاں تقطیع پیسہ اخبار لاہور۔

روزانہ پیسہ اخبار

روزمرہ تازہ بتازہ تار برقیات نہایت عمدہ رائیں تازہ ترین خبر
دیتا ہے۔ ہر روز علاوہ دیگر تصاویر کے ایک نہایت دلکش کارٹون
ہے۔ جو کسی روزانہ اخبار میں نہیں ہوتا۔ اسوقت تمام اردو اخبار
میں مسلم لیڈر ہے۔
قیمت سالانہ پندرہ روپے۔ سہ ماہی پونے چار روپے۔

بچوں کا اخبار

انگلستان و امریکہ میں کم از کم ایک سو اخبار بچوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق شائع ہوتے ہونگے
مگر اردو زبان میں تمام ہندوستان میں ایسا ایک اخبار یا رسالہ بھی شائع نہیں ہوتا اسکی کمی
پورا کرنے کیلئے بچوں کا اخبار [illegible] ماہوار شائع
ہوتا ہے اور اسے ملک کے تمام اخبارات اور اہل الرائے لوگوں اور محکمہ تعلیم کے اکثر افسروں نے بچوں
اخلاق آداب اور تعلیم و تربیت کیلئے نہایت مفید تسلیم کیا ہے۔ کوئی بال بچہ والا گھر اس سے خالی نہ
قیمت سالانہ معہ محصول ڈاک دو روپے (۲) چھ آنے [illegible] منیجر پیسہ اخبار لاہور